عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے

بعض مکتوبات

از

سید محمد نقوی صدر الافاضل

اظہار سنز ۱۹۵ - اردو بازار — لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے

بعض مکتوبات

از

سید محمد نقوی صدر الافاضل

اظہار سنز

19۔اردو بازار لاہور فون: 7230150

ہیڈ آفس: 9۔ریٹی گن روڈ لاہور فون: 7220761

E-mail: izharsons_2004@hotmail.com

www.izharsons.com

کتاب کا نام: عہد نبوی ﷺ کے بعض مکتوبات

مولف: سید محمد نقوی صدر الافاضل

کمپوزنگ: احمد سلطانی

اشاعت اول: ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ ق، مارچ ۲۰۱۱ء

ناشر : سید محمد علی انجم رضوی

اظہار سنز۔۱۹۔اردو بازار، لاہور

فون: ۳۷۲۳۰۱۵۰

طابع : سید اظہار الحسن رضوی

اظہار سنز پرنٹرز لاہور

تعاون: کتابخانہ مرتضوی، زہراؑ اکادمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

جتنا کتاب لکھنا، محنت طلب کام ہے، اس سے زیادہ دقت طلب کام اس کا منتسب کرنا ہے۔ میرے سامنے، میرے ذہن میں اتنی ہستیوں اور شخصیتوں کے نام آرہے ہیں، کہ اگر ان سب کے نام کردوں تو شاید انتساب کتاب سے بھی زیادہ ہو جائے۔ چاہتا تو ہوں کہ ان سب کے نام کردوں، لیکن یہاں سب کا نام نہیں آسکتا۔ اس لیے اس کتاب کو تین شخصیتوں کے نام کرتا ہوں۔

جدِ محترم جناب علامہ آیۃ اللہ العظمٰی سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل (فاضل لکھنوی) رحمۃ اللہ علیہ

جن سے میری ہر سانس جڑی ہوئی ہے، اور آج بھی میں ان کے وجود کو محسوس کرتا ہوں۔ جن سے مجھے علم، فکر، ایمان اور قلم کی دولت ورثے میں ملی۔

جناب علامہ آیۃ اللہ العظمٰی سید محمد حسین فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ

جنہوں نے دینی اور اسلامی فکر کو ایک نئی تابانی بخشی، اسلام و اہل بیت علیہم السلام کی راہ میں زندگی بھر مصائب جھیلے، مگر قدموں میں لڑکھڑاہٹ نہ آنے دی۔

اور

رہبر انقلاب اسلامی ایران، جناب آیۃ اللہ العظمٰی امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ

جنہوں نے دنیا کو اسلام کے سیاسی پہلو سے متعارف کیا، اور سیاسی میدان میں دین کے کردار کو اجاگر کیا۔

سید محمد نقوی صدر الافاضل

فہرست

تقریظ

از

والد علام،

استاد معظم،

علامہ آیت اللہ سید حسین مرتضی نقوی دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا فقط اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے۔ اس نے اپنے فضل و کرم اور رحمت و عطا کو عام کرنے کے لیے مخلوقات کو نعمت وجود عطا فرمائی۔ پھر اس وجود کو دوام ہیشگی اور تکامل و ترقی کی منزلوں تک پہنچانے کے لیے، ان گنت اور لازوال نعمتوں کا مسلسل انتظام فرمایا۔ اس لیے ہم ہمیشہ اور ہر حال میں اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت، ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا سرچشمہ انبیاء و رسل اور ائمہ علیہم السلام کو قرار دیا۔ انبیاء و رسل کا سردار حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ کا سردار اہل بیت علیہم السلام کو قرار دیا۔

اس لیے ہم ہمیشہ بہترین درود و سلام رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک و پاکیزہ آل اور تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے بارگاہ میں نذر کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اور اہم نعمت "قلم" ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

علم بالقلم

ہم نے انسان کو قلم کے ذریعے علم عطا فرمایا۔

اس نعمت قلم کے ذریعے ہدایت، آدم سے خاتم اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہنچی۔

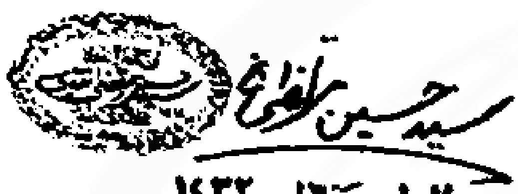
اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے ایک صاحب قلم، عالم با عمل، حضرت آیت اللہ سید مرتضی حسین صدرالافاضل لکھنوی قدس سرہ الشریف کی فرزندی کا شرف عطافرمایا، اور میرے فرزند عزیز مولانا سید محمد نقوی صدرالافاضل سلمہ اللہ تعالیٰ کو اس نعمت کے تسلسل کے طور پر صاحب قلم ہونے کے شرف سے مالامال فرمایا۔

والد علام قدس سرہ الشریف نے "شیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین و تذکرہ شیعہ محدثین" کے نام سے ایک وقیع کتاب تحریر فرمائی تھی۔ یہ اس موضوع پر، عربی، فارسی اور اردو میں سب سے پہلی کتاب تھی۔ اب اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ فرزند عزیز سلمہ نے والد علام قدس سرہ کی اس کتاب کو تحقیق و تدوین جدید کے ساتھ مرتب کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کتاب پر مولانا سید محمد سلمہ سات سال سے تحقیق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ کتاب "تاریخ تدوین حدیث" کے اس سات سالہ تحقیقی سفر کے نتیجہ میں اصل کتاب کے "مقدمہ" کے طور پر تیار ہوئی ہے۔

"عہد نبوی ﷺ کے بعض مکتوبات" فرزند عزیز مولانا سید محمد نقوی صدرالافاضل سلمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عہد آفرین تحقیق کا خلاصہ ہے۔ اس تحقیق کو قارئین تک پہنچانے کے لیے مولانا سلمہ نے کافی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اصل ماخذ تک رسائی اور امانت داری کے ساتھ اس تحقیق کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا ایک سنگین ذمہ داری ہے۔ مولانا سلمہ نے اپنے سن و سال سے آگے بڑھ کر ماشاء اللہ اس ذمہ داری کو بڑی خوبصورتی اور احتیاط کے ساتھ ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ میری حقیر نظر میں الحمد للہ وہ اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ انشاء اللہ ان کے دادا قدس سرہ الشریف کی روح بھی ان کی اس کامیابی پر نازاں ہوگی۔ ان کے اجداد طیبین و طاہرین یعنی حضور ختمی مرتبت ﷺ، حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ کوشش انشاء اللہ شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد وآل محمد علیہم السلام کے طفیل ان کے مساعی کو قبول فرمائے۔ قارئین کرام اور محققین ذوی الاحترام کو ان کی اس تحقیقی کاوش سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام اور مسلمانوں کو میدان علم و تحقیق میں سربلند و سرفراز رکھے۔ آمین بحق محمد وآلہ الطاہرین



۱۷ رمضان ۱۴۲۲

سید حسین مرتضی نقوی

تقریظ

از

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید مرتضی عباس رضوی آل باقر العلوم دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''عہد نبوی کے بعض مکتوبات'' ثقۃ الاسلام سید محمد نقوی سلمہ تعالیٰ کی تحقیقی کاوش ہے۔ تحقیق و تحریر آپ کا خاندانی ورثہ ہے۔ فاضل محقق نے اپنے اس مقالہ میں انتہائی اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ان وثائق کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ابتداء امر ہی سے ایک حکومت کی داغ بیل ڈال دی تھی نیز ہدایت کے جس پیغام کو وحی کے ذریعہ حاصل کیا اسے ساری دنیا تک پہنچا دیا۔ یہ سمجھنا شان رسالتؐ کے مطابق نہیں ہے کہ پیغمبر اسلامؐ خود کو عرب تک محدود سمجھتے تھے۔ بعض مغربی مصنفین اس قسم کے افکار پر زور دیتے ہیں تا کہ اسلام کی عظمت کو لوگوں کی نگاہوں میں کم کریں۔

زیر نظر مقالہ ان دستاویزات کی تاریخی اعتبار سے موجودگی کے اثبات تک محدود ہے۔ ان کے متون پر رائے کا اظہار نہیں کیا گیا ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے ممتاز اسکالر ڈاکٹر حمید اللہ کے کچھ مقالات ضمیمہ کئے ہیں جو قارئین کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوں گے۔

خداوند متعال موصوف کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

احقر سید مرتضیٰ عباس الرضوی

اقل الطلبہ

سید مرتضیٰ عباس رضوی آل باقر العلومؑ

۳۰ اگست ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ[1]

از

حضرت علامہ آیۃ اللہ سید مرتضٰی حسین نقوی صدر الافاضل

نحمدک و نعبدک، و نستعینک، ونصلی علی رسولک المصطفیٰ و نسلم علی ذریتہ النجبآء، و ائمة الھدیٰ، لا سیما علی الامام الثانی عشر القائم بالنور والضیآء۔

تحریک کی ابتدا میں کسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ پھر نئے مسائل سن کر پرانے آدمی کب دھیان کرتے ہیں؟ ہر قوم اپنی تاریخ و ثقافت سے محبت کرتی ہے۔ ہر شخص کو اپنا خاندان، اپنا معاشرہ، اپنے خصوصیات، اپنے روایات پیارے ہوتے ہیں۔ عرب تو خاص طور پر قومی تصورات میں بہت سی قوموں سے زیادہ متعصب تھے۔ عربوں میں بھی حجازی اور حجاز میں مکہ والے اپنے باپ دادا کی لکیر کے فقیر، علم و دانش سے بے گانہ، اپنے حال میں مست اور اپنی انا میں کھوئے ہوئے تھے۔ خانہ کعبہ ان کے لئے سب سے زیادہ عزت کا سہارا تھا۔ مختلف مذہب کے مبلغوں نے اپنے خیالات کی تبلیغ کی۔ وہ خیالات ان کے ذہن میں، ماحول اور پرانے روایات کے مطابق ہوتے تو جہاں دس بت رکھے تھے وہاں ایک اور رکھ لیا۔ اور بس۔

---

[1] تاریخ تدوین حدیث و محدثین شیعہ

اسلام کی آمد نے انہیں چراغ پا کر دیا۔ پہلے سمجھتے تھے کہ بات ختم ہو جائے گی، مگر جب مسلمانوں کی تعداد بڑھی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے نکال دیا۔ خود مکہ میں اسلام لانے سے پہلے یہ حضرات اسی طوفان میں غوطے کھا رہے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اسلام کی تاریخ میں ایک نیا باب کھل گیا۔ دنیا، اسلام کے نور سے منور ہونے لگی۔ آہستہ آہستہ اسلام، دنیا کو روشن کرتے کرتے فاتحانہ طور پر دوبارہ مکہ میں داخل ہو گیا۔ مکہ کے رہنے والے جو ابھی تک اس روشنی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، جوق در جوق اسلام کی روشنی میں داخل ہو گئے۔

اب مکہ اسلام کا مرکز، مدینہ اسلام کا گھر قرار پایا۔ اطراف واکنافِ عالم میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

دینِ اسلام کا دار و مدار جن مآخذ پر ہے، وہ اپنے تاریخی پس منظر میں اس قدر صاف اور واضح ہیں جن کی مثال تاریخ مذاہب میں مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

قرآن و حدیث، دونوں مسلمانوں کا سرمایۂ افتخار اور اسلام کے مآخذِ احکام و سرچشمۂ ہدایت ہیں۔

اقوال و اعمال پیغمبر ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد خاص طور پر تاریخی اور مذہبی اہمیت حاصل کر چکے تھے، حضور کریم ﷺ کی ہر نقل و حرکت، جنبش لب و آثار عمل، اگرچہ آیت و قرآن نہ تھے مگر آقاءِ قرآن، تفسیر قرآن، ثانی قرآن، اور حجت بہر حال ہیں۔ یہی "اقوال و افعال" آنحضرت ﷺ کے بعد اُمت کے لئے رہنما، اور قرآن کیلئے بیان، مسائل کیلئے دلیل، قانون اسلام کیلئے دفعات قرار پا کر "سنت" کہلائے۔

یہ اقوال و افعال پیغمبر ﷺ کب سے قلمبند ہوئے؟ کس نے لکھے؟ اور اس کام کی ابتدا کیوں کر ہوئی؟ اس علم کی تاریخ کا پہلا باب کس نام سے شروع ہوتا ہے؟ ان

مسائل پر بحث کی بڑی اہمیت ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اس سلسلے میں بے لاگ گفتگو کرکے تاریخ کے اس گوشہ پر روشنی ڈالیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مولف

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، رسول اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام پر درود و سلام رحمت کے بعد:

تاریخ بہت عجیب ہے۔ کبھی ایسے لوگوں کو یاد کرتی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ یا ایسے لوگوں کو بھلا دیتی ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہت سارے سلاطین اور امراء گذرے ہیں۔ سب ہی کو تاابد زندہ رہنے کی خواہش تھی۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ اتنی لمبی عمر نہیں ملنے والی، تو تا ابد زندہ رہنے کی دوسری ترکیبیں سوچیں۔ بڑے بڑے محل اور عمارتیں بنوائیں۔ پہاڑوں پر زمینوں پر اپنے نام کندہ کرائے، اپنی تصویریں بنوائیں، بڑے بڑے عظیم الشان مقبرے بنوائے۔ اپنے اجساد محفوظ کرنے کی کوششیں کیں۔ بڑی بڑی کتابیں لکھوائیں، قصیدے کہلوائے۔ نہ جانے کیا کیا جانفشانیاں کیں کہ دنیا انہیں اچھائیوں سے یاد کرے۔ جب بھی کہیں ان کا تذکرہ ہو توان کی عظمت کا ذکر ہو۔ کتنی زبانیں کٹوائیں، کتنے قتل کیئے اور کیا کیا ظلم کیے تاکہ ہمیشہ ان کا اچھی طرح ذکر ہو۔ ان کی برائیاں نہ پھیلیں۔

لیکن

اب انہی محلوں، عمارتوں، تصویروں، مقبروں پر ان سے ملنے جایئے۔ کیا ملتا ہے!؟

مکاں تو ہیں پر مکیں کا ذکر نہیں

کسی بھی قدیم محل پر چلے جایئے۔ اگر اس کے مکیں کا ذکر ملے گا تو سب سے پہلے ان مظالم کی بات آئے گی جو اس نے کیئے ہیں۔

دوسری طرف کچھ ایسے لوگ ہیں جن کا ذکر مٹانے کے لیئے مخالفوں نے ہر ممکنہ کوشش کی۔ لیکن پھر بھی جب تاریخ ان کا ذکر کرتی ہے، اچھائی اور عظمت کے ساتھ کرتی ہے، خود دشمن بھی ان کی اچھائی کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔

چودہ سو سال قبل عرب میں ایک ایسا سلطان گذرا، جس کی سلطنت مٹانے کی دشمنوں نے ہر کوشش کی۔ پتھر برسائے، قتل کیے، ظلم کیے، خط پھاڑا، جنگیں کیں، بائیکاٹ کیے۔ لیکن آج تک نہ فقط اس کا ذکر نہ مٹا سکے، بلکہ خود بھی اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہوئے۔

یہ سلطان ایسا ہے، جس کی حکومت میں ظلم کبھی نہیں ہوا۔ حد تو یہ ہے کہ اپنے دشمن پر بھی تلوار نہ اٹھائی۔ اس کے باوجود آج تک اس کا نام مٹانے کی کوششیں جاری ہیں۔ جو بے اثر رہی ہیں۔ آج تک نہ فقط نام بلکہ سلطنت بھی باقی ہے۔ جو سیاسی سرحدیں پار کر گئی ہے۔ کیونکہ یہ حکومت زمین اور خاک پر نہیں، بلکہ انسانوں اور دلوں پر ہے۔

ہاں اگر تاریخ کو بغور دیکھا جائے، تو صاف نظر آتا ہے کہ جس دن سے رسول گرامیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی الٰہی مہم شروع کی، اسی دن سے اس نام کو مٹانے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ تہمتیں لگیں، ظلم کیے، اذیتیں دی گئیں، قتل کرنے کی کوششیں کیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اپنا آبائی شہر چھوڑنا پڑا۔ دشمن اب بھی

خاموش نہیں ہوئے، جنگیں کیں، رکاوٹیں کیں۔ لیکن اثر کیا ہوا؟ نتیجہ آپ کے سامنے ہے، ذرا دیکھیں تاریخ دونوں کا ذکر کیسے کرتی ہے۔ بالکل الٹا اثر ہوا۔ جو اپنا نام ہمیشہ کے لیے اچھائیوں کے ساتھ محفوظ کرانا چاہ رہے تھے، اس راہ میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر مٹانا چاہ رہے تھے۔ ان کا آج کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ ہاں ان کا نام آتا ضرور ہے، لیکن ان کی اچھائی اور بزرگی کی خاطر نہیں، بلکہ جب نبی اکرم ﷺ کا ذکر آئے، ان کا نام آتا ہے۔ ہاں، جو نبی ﷺ کا نام مٹانا چاہتے تھے، خود مٹ گئے۔

رسول اکرم ﷺ نے کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ ان کا نام باقی رہے، نہ کبھی کسی کو مٹانے کی کوشش کی، نہ کسی کے کاندھے پر چڑھ کر عزت کمائی، نہ کسی پر ظلم کرکے اپنی عظمت دکھانا چاہی۔ اندازا اس سے کیجیئے کہ اتنا عظیم شخص، جو اس رتبے پر فائز ہے کہ بغیر کسی مشکل کے اپنے لیے، اپنی ہی دولت سے نہ جانے کتنے محل، خدم حشم، لباس، مرکب اور نہ جانے کیا کیا تیار کر سکتا تھا، جب مدینے کے غریبوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ ان میں سلطان عرب و عجم ﷺ کون ہے اور مدینہ کا فقیر ترین شخص کون؟ اگر اس زمانے میں کوئی ہوتا تو سوچ بھی نہیں سکتا ہوگا کہ تاریخ زمانے کے عظیم ترین اور قدرتمند ترین بادشاہ خسرو پرویز جیسے کو بھول جائے گی، اور ایک سادہ زیست شخص کو ہمیشہ کے لیے یاد رکھے گی۔ جس نے نہ تو کوئی محل بنوایا، نہ کسی پہاڑ پر اپنا نقش و نام کندہ کرایا، اور نہ ہی کوئی بہت بڑا عظیم، عالی شان محل بنوایا۔ لیکن تاریخ اسی کو اچھائی سے یاد کرتی ہے جو اچھا ہو۔ اب آپ ہزاروں تاریخیں اپنی مدح میں لکھوالیں۔ لیکن تاریخ آج تک بے تاج و تخت سلطان حضرت محمد ﷺ کو یاد کرتی ہے۔

اس کی چھوٹی سی مثال یہ ہے، جو مشہور ہے۔ کہ جب آپ ﷺ نے خسرو پرویز، شہنشاہ ایران، کو خط لکھا، اس نے خط پھاڑ دیا۔ لیکن آج تک وہی پھٹا خط یہ ثابت کر رہا ہے کے، کسی کے مٹانے سے نام نہیں مٹتا۔ تاریخ اس طرح کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

تاریخ نے جہاں رسول اکرم ﷺ کی زندگی ثبت کی ہے۔ اسی کے ساتھ، آپ ﷺ کے خطوط بھی محفوظ کیے ہیں، جو مختلف لوگوں کو بھیجے تھے۔ اس مختصر سی تحریر میں میں نے کوشش کی ہے کہ ان میں سے وہ خطوط جو کسی طرح سے زیادہ اہم ہیں اور بعض مکتوبات جو رسول اکرم ﷺ سے متعلق ہیں یکجا کرکے، ان کا تعارف کروں۔ امید ہے کہ یہ کوشش بارگاہ الٰہی میں قبول ہو۔

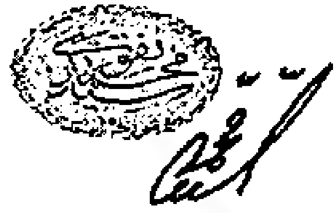
یہ موضوع ایسا ہے کہ اس پر پہلے بھی کام ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کافی ہے۔ اس موضوع پر اور تحقیق کرنے کی گنجائش ہے۔ امید ہے کے میری یہ کوشش محققین کے لیے اس راہ میں راہ گشا ثابت ہو۔

دو ہستیاں ایسی ہیں جن کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ ایک تو میرے دادا مرحوم جناب علامہ آیت اللہ العظمی الحاج سید مرتضی حسین صدر الافاضل (فاضل لکھنوی) رحمۃ اللہ علیہ، اس کتاب کو مرتب کرنے کا ارادہ اس وقت ہوا کہ جب دادا مرحوم کی کتاب تاریخ تدوین حدیث پر مزید کام کرنا شروع کیا، جو ان شاء اللہ جلد مکمل ہونے والی ہے۔ اور دوسری ہستی وہ ہیں جنہوں نے نہ فقط اس کتاب کو مرتب کرنے میں میری سب سے زیادہ مدد، راہنمائی اور حمایت کی، بلکہ زندگی میں ہر قدم پر میری راہنمائی فرمائی۔ یہ میرے والد علام جناب علامہ آیت اللہ سید حسین مرتضی صدر الافاضل دام ظلہ العالی ہیں، جن کی مدد کے بغیر یہ کتاب کبھی مکمل نہ ہوتی۔ اللہ ان کا سایہ ہمارے سر پر قائم رکھے۔

آخر میں، زہرا سلام اللہ علیہا اکادمی کے اراکین، خصوصا ادارے کے رئیس، جناب آیت اللہ شیخ شبیر حسن میثمی لاکھانی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا، جن کی حمایت سے یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچی۔ جناب سید محمد علی انجم رضوی صاحب کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے پروف ریڈنگ اور پرنٹنگ کے سلسلے میں بہت تعاون فرمایا۔ کہ من لم یشکر المخلوق، لم یشکر الخالق۔ بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ اس ادارے اور خاص طور پہ آیت اللہ میثمی صاحب کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

"ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا. وہب لنا من لدنک رحمة. انک انت الوہاب"

والحمد للہ العلی



سید محمد نقوی صدرالافاضل

مکتبۃ القائم عج، حوزہ علمیہ قم، ایران

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۰

تدوین اول

تاریخی مسلمات میں ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سب سے پہلے اعلان اسلام کرنے والے، سب سے پہلے مجاہد، سب سے پہلے مرتب و مفسر قرآن[۱]، سب سے پہلے جامع و مرتب احادیث نبویہ ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے دور ہجرت میں اسلامی تبلیغ و فتوحات معاہدے اور خطوط، آیات قرآن اور اہم احکام دو طرح پر قلمبند ہوئے، کبھی تو یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے لکھوایا۔ کبھی لوگوں نے بطور خود لکھا جو فرامین و معاہدات و دستور آنحضرت ﷺ نے لکھوائے، وہ مختلف مصادر و کتب میں موجود ہیں اور ایک آدھ اصل بھی موجود ہے، جیسے مکتوب بنام مقوقش شاہِ مصر، مکتوب بنام نجاشی شاہِ حبش۔ اس قسم کے اکثر خطوط وفرامین وغیرہ الوثائق السیاسیۃ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے کاتبین میں چونکہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام حضرت ﷺ کے پرورش کردہ اور قدیم ترین رفیقِ رزم، شاگردِ آداب و احکام، حافظ فرائض و سنن تھے اور پیغمبر ﷺ کے کاتبِ خاص تھے۔ اس لئے جناب امیر ۔ہی ان میں سے اکثر کے کاتب ہوں گے۔

---

[۱] ابن حجر: الاصابۃ: ص۹۳۹

"عہد نبوی"

نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں تحریر وکتابت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عام طور پر حافظہ پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ اس کے باوجود تحریر و کتابت کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ تاریخ میں حضرت قُصی کے ان تحریری کتبوں کا تذکرہ محفوظ ہے جو انہوں نے مکہ کے مختلف چوراہوں پر نصب کیے تھے۔ ابن ہشام، ابن سعد اور طبری نے قصی بن کلاب کے ایک خط کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے اپنے مادری بھائی رزاح بن ربیعۃ من حرام العذری کے نام تحریر کیا تھا جو شام کی پہاڑیوں میں رہتے تھے [3] معلقات سبعہ [4] بھی، کتابت اور تحریر پر زمانۂ جاہلیت کے علماء کی توجہ اور اہمیت دینے کی واضح دلیل ہیں۔

معلقات سبعہ کے متعلق عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ حج کے موقعہ پر ہر سال مکہ مکرمہ کے بازار میں ایک میلہ لگتا تھا اس میلہ میں مختلف علوم وفنون کے اکابر اپنے ماہرانہ شہ پارے پیش کرتے تھے، ان میں ایک مقابلہ شعر سرائی کا ہوتا تھا۔ اس زمانے میں علم و فکر کے ابلاغ کا اعلیٰ ترین ذریعہ شعر تھا۔ ہر سال جس شاعر کا کلام مقابلہ جیت جاتا تھا اسے اعزاز کے طور پر اونٹ کی کھال پر سونے کے پانی سے لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ بعثت نبوی ﷺ تک ان لٹکے ہوئے شعری شہ پاروں کی تعداد سات تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما قبل بعثت مکہ مکرمہ میں فن کتابت اچھی خاصی اہمیت کا حامل تھا۔ سونے کے پانی کی روشنائی بنانا اور اس روشنائی سے لکھنا اور ایسا لکھنا کہ وہ لکھائی دھوپ، بارش اور موسم کے اتار وچڑھاؤ کو برداشت کرسکے بہت فنی مہارت کی طلب گار ہے۔

---

[3] ابن ہشام: سیرہ: ص ۱۰۴/ابن سعد: طبقات: ج ۱ ص ۶۸/ طبری: تاریخ: ج ۱ ص ۵۰۶

[4] وہ سات نظمیں جو عربی ادب کا شاہکار قرار دی گئی تھیں۔ انہیں اعزاز واکرام کے طور پر سونے سے لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پہ آویزاں کیا گیا تھا۔ ابن خلدون: تاریخ، ج ۲، ص ۹۰۵

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے خلاف جب مکہ کے تمام قبیلوں نے مل کر اقتصادی ناکہ بندی کا معاہدہ کیا تو اسے بھی اونٹ کی کھال پر لکھ کر خانہ کعبہ کے اندر محفوظ کیا گیا تھا۔

جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوطالب علیہ السلام ۔کے ذریعہ اس کے کیڑوں کے ذریعہ کھائے جانے اور صرف "اللہ" کے نام کے محفوظ رہنے کی خبر دی تو اس خبر کی تصدیق کے لیے بعد آنحضرت ﷺ کی اقتصادی ناکہ بندی ختم کردی گئی۔

یہ اور اس قسم کے بہت سے معاملات اس بات کی دلیل ہیں کہ اس زمانہ میں کھال پر لکھنے، نیز مہارت کے ساتھ لکھنے کا رواج تھا۔

نیز یہ کہ خاندان بنی ہاشم نیز خود رسول اکرم ﷺ مختلف ممالک سفر کے عادی تھے اور مختلف ملکوں اور ثقافتوں کے لوگ سالانہ مکۂ مکرمہ حج کے لیے آیا کرتے تھے۔اس لیے ایسا نہیں ہے کہ یہ حضرات اپنے عہد کی بین الاقوامی تہذیب وتمدن وثقافت سے بالکل ناآشنا تھے۔

قدیم زمانہ میں پوست یا چمڑے کے علاوہ پتھروں، مٹی یا لکڑی یا دھات کی بنی ہوئی تختیوں نیز پتوں، درختوں کی چھال اور لکڑی سے بنے ہوئے باریک کاغذوں پر لکھنے کا رواج بھی تھا۔

لیکن ایسا نہیں تھا کہ جو ہڈی، پتھر، لکڑی یا پتہ پڑا ہوا مل جائے اس پر لکھ لیا جائے۔ لکھائی کے کام کے لیے جو پتھر، دھات، لکڑی یا مٹی کی تختیاں یا الواح بنائی جاتی تھیں وہ خاص طور سے اس اہتمام سے بنائی جاتی تھیں جو لکھائی کے کام آسکیں۔

اسی طرح ہر درخت کی چھال یا لکڑی لکھائی کا کاغذ بنانے کے کام نہیں آتی تھی۔

گویا لکھائی کے لیے تیار کی جانے والی الواح یا کاغذی باریک اوراق خاص طور سے تیار کیے جاتے تھے۔

لیکن عہد نبوی ﷺ یا اس سے پہلے یا اس کے پچاس سو سال بعد تک جزیرۃ العرب سے جو تحریری دستاویزیں آج تک دستیاب ہو سکی ہیں ان میں صرف پتھر اور پوست یا چمڑے ہی پر تحریر کی گئی دستاویزیں ہیں۔ شاید اگر کوئی اکا دکا ایسی دستاویز دنیا کے میوزیموں، عجائب خانوں یا کتابخانوں میں محفوظ ہوں تو وہ ہمارے علم میں نہیں ہیں۔

اس لیے جن روایتوں میں یہ ملتا ہے کہ قرآن حکیم کی کتابت پتوں یا ہڈیوں پر کی گئی قابلِ تأمل ہیں۔ کیونکہ نہ تو ان روایتوں کے بارے میں کوئی دستاویزی ثبوت ہمارے سامنے ہے، نہ ہی یہ بات مانی جانے کے قابل ہے یہ تحریریں اچانک حاصل ہونے والی گری پڑی ہڈیوں یا پتوں پر انجام پائی ہوں۔ جیسا کہ عام طور سے روایتوں کے لحن سے اندازہ ہوتا ہے۔ خصوصاً قرآن کریم کے جو اوراق توپ قاپی میوزیم میں موجود ہیں جن کا تعلق عہد نبوی ﷺ سے بتایا جاتا ہے۔ یا وہ مکتوبات نبوی ﷺ جو توپ قاپی میوزیم یا دوسرے خزانوں میں موجود ہیں یا قرآن حکیم کے وہ نسخے جو حضرت علی، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین علیہ السلام حتی کہ عثمان سے منسوب ہیں وہ بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ قرآن حکیم روز اوّل سے پوست یعنی چمڑے کے بنے ہوئے اوراق پر ہی لکھا گیا ہے۔

جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے بعض قیدیوں کی رہائی اور آزادی کے سلسلے میں یہ شرط لگائی گئی کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم مدینہ کے دس مسلمانوں کو لکھنے کی مشق کروائے۔ یہ اس بات کی بھرپور دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ حافظہ کے ساتھ ساتھ لکھنے لکھانے یعنی تحریر و کتابت کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ نیز یہ کہ مکہ کے لوگ لکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں اپنے لیے دس افراد کو کاتب کا عنوان و عہدہ دے کر یہ بات واضح کر دی کہ آپ ﷺ کے نزدیک کتابت، تحریر اور لکھنا لکھانا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

خود نبی اکرم ﷺ ایک ایسے خاندان کے فرد تھے، جہاں سب لکھنا لکھانا جانتے تھے۔ حضرت عبد مناف، ہاشم، مطلب، نوفل اور عبد شمس کے وہ معاہدے جو انہوں نے اپنے دور کی مختلف ہمسایہ حکومتوں سے اہل مکہ کی تجارت کے سلسلے میں کیے تھے۔[۵]
نیز ہجرت حبشہ کے موقعہ پر شاہ حبش نجاشی کے نام حضرت ابوطالب - نیز خود رسول گرامی ﷺ[۶] کے تحریر کردہ خط اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کا خاندان تقریر وحفظ کے ساتھ ساتھ تحریر کے فن میں بھی کمال رکھتا تھا۔ ابن ندیم نے الفہرست میں اس بات کی گواہی دی ہے کہ اس نے مامون الرشید کے خزانہ میں حضرت عبدالمطلب بن ہشام کا ایک تحریری وثیقہ دیکھا تھا۔[۷]
لیکن مصلحت الٰہی یہی تھی کہ ایسے پڑھے لکھے خاندان میں ایک ایسا نبی بھیجا جائے جو نہ لکھے نہ پڑھے۔ یہ نہیں کہ لکھ یا پڑھ نہ سکتا ہو، بلکہ اس کے دل میں لکھنے اور پڑھنے کی امنگ اور دلچسپی نہ پیدا کی جائے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ اگر لکھتے اور پڑھتے نہ تھے تو یہ اس لیے نہیں تھا کہ نعوذ باللہ وہ لکھنے پڑھنے کی استعداد نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ یہ اس لیے تھا کہ وہ خداوند عالم کی طرف سے مامور تھے کہ وہ لکھنے پڑھنے میں دلچسپی نہ لیں۔
چنانچہ ارشاد رب العزت ہے:

"وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ
وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ" -
(سورہ مبارکہ عنکبوت: ۲۹ : ۴۸)

"تم وحی نازل ہونے سے پہلے نہ تو کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ (یہ ہماری طرف سے

---

[۵] یعقوبی: تاریخ، ج ۱، ص ۲۴۲

[۶] صبح الاعشیٰ: قلقشندی ج ۶ ص ۳۵۱

[۷] ابن ندیم: الفہرست (عربی) ج ۱، ص ۵ (اردو ترجمہ) ص ۱۳

تھا)۔ تاکہ باطل پر قائم رہنے والے شک میں مبتلا نہ ہوں۔"

آیت کا لحن بتاتا ہے اس زمانہ میں مکہ میں پڑھنے لکھنے کا رواج تھا۔ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو لکھنے پڑھنے سے روکا گیا۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کو شعر کہنے سے بھی روکا گیا، ارشاد رب العزت ہے:

وَ مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْبَغِي لَهُ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْآنٌ مُّبِيْنٌ۔

(سورہ یسین: ۳۶ : ۶۹)

"ہم نے تمہیں شعر کی تعلیم ہی نہیں دی۔ نہ ہی تمہاری شایان شان سمجھا کہ تم شعر کہو۔ بے شک یہ یاددہانی اور واضح قرآن ہے۔"

جس طرح:

(۱) لکھنا

(۲) پڑھنا، اور

(۳) شعر کہنا

شان نبوت کے خلاف تھا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا یہ فریضہ بھی تھا کہ اپنی قوم کو لکھنے پڑھنے اور شعر کہنے جیسے اہم فنون لطیفہ کی تربیت دیں اور تشویق فرمائیں۔

یہی سبب ہے کہ پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی ابن ابی طالب کو وحی کی کتابت پر مامور فرمایا۔ اس کے بعد مزید ۹ افراد کو کاتبان وحی کے عنوان سے مقرر فرمایا۔

رسول اکرم ﷺ اور کتابتِ وحی

تاریخ میں یہ بات تواتر کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے وحی کے آغاز کے ساتھ ہی اس کی کتابت و حفاظت کا مضبوط انتظام فرمایا۔ وحی کے نازل ہوتے ہوئے رسول اکرم ﷺ حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے کاتبان وحی میں سے کسی نہ کسی کو اسی وقت قلمبند کر کے محفوظ کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ اسی کے ساتھ اس دور کے دستور اور علمی روایات کے مطابق اصحاب، کلام الٰہی کو اپنے سینوں میں محفوظ بھی کرلیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی نگرانی میں لکھے جانے والے مقدس قرآنی اوراق میں سے کچھ اوراق آج کے دور میں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں۔ یہ اوراق جن کی تعداد اب تک چار ہے توپ قاپی میوزیم استنبول ترکی میں محفوظ ہیں۔ ہم یہاں ان کی تاریخی، مذہبی اور ثقافتی اہمیت کے سبب ان کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

عہد نبوی ﷺ کے مقدس قرآنی اوراق

توپ قاپی میوزیم میں قرآن حکیم کے چار مقدس قدیم اور متفرق قرآنی اوراق ہیں۔

میوزیم والوں کا کہنا ہے کہ یہ عہد نبوی ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں۔کاتبان وحی کے دست مبارک سے لکھے ہوئے ہیں۔[۸]

۱۔ سورۃ قدر[۹]

موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ قرآن حکیم کا سورہ نمبر ۹۷ ہے۔توپ قاپی میں اس کا جو نسخہ موجود ہے۔اس کا اندراج T.P.M.Inu۲۱/۶۷۴ ۴نمبر کے ذیل میں ہے۔ اس کا حجم تقریباً ۲/۱ ۱۲x ۲/۱ ۱۸سم ہے۔ تقریباً اس لیے لکھا گیا ہے کہ کھال کا ٹکڑا چاروں طرف سے ایک سائز کا نہیں ہے جسے تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ چار تہوں میں موڑے جانے کے تین نشان ہیں۔ جگہ جگہ سے پھٹا ہوا ہے۔ تحریر بھی کئی جگہ سے مٹی ہوئی ہے۔ جو تحریر موجود ہے وہ واضح اور پڑھی جانے کے قابل ہے۔پورا صفحہ پانچ سطروں پر مشتمل ہے۔

۲۔ سورۃ تکاثر[۱۰]

موجودہ ترتیب کے اعتبار سے یہ قرآن حکیم کا سورہ نمبر ۱۰۲ ہے۔توپ قاپی میں اس کا جو نسخہ موجود ہے اس کا اندراج T.P.M.Inu No.۲۱/۳۹۳ نمبر کے ذیل میں ہے۔ اس کا حجم تقریباً ۱۳x۱۸سم ہے۔کیونکہ پوست کا یہ ٹکڑا بھی چاروں طرف سے الگ الگ سائز کا ہے، جسے تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔اس پر چھ تہوں کے تین نشان ہیں۔ تین تہیں طول میں لمبی ہیں اور تین تہیں طول میں چھوٹی ہیں۔دائیں طرف کی تہیں

---

[۸] قسطنطنیہ میں جرمنی سفارت کے اناچی مسٹر بوش mr. Busch نے ۱۸۶۲ء میں رسالہ ZDMG کے ایڈیٹر کے نام ایک خط میں یہ خبر دی کہ ایک اطالوی باشندے کے پاس قرآن حکیم کے سورہ نمبر ۱۰۲ و ۱۰۴، ۱۱۱ و ۱۱۳ کے ایسے قدیم کتبے ہیں جو اس کے بقول: عہدی نبوی ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں۔

[۹] Hilmy Adyan: The Sacred truat P. ۸۸

[۱۰] Hilmy Adyan: The Sacred truat P. ۸۹

لمبی اور بائیں طرف کی چھوٹی ہیں۔ جگہ جگہ سے پھٹا ہوا ہے لیکن سورہ قدر کے ورق کے مقابلہ میں زیادہ سالم حالت میں ہے۔ تحریر کہیں سے بھی مٹی ہوئی نہیں ہے۔ البتہ بعض جگہوں کے پھٹے ہونے کی وجہ سے تحریر بھی پھٹی ہوئی ہے۔ تحریر واضح اور پڑھی جانے کے قابل ہے۔ پورا صفحہ پانچ سطروں پر مشتمل ہے۔

۳۔ سورۂ ہمزہ[۱۱]

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن حکیم کا سورہ نمبر ۱۰۴ ہے۔ توپ قاپی میں اس کا جو نسخہ موجود ہے اس کا اندراج T.P.M.Inu No.۲۱/ ۳۹۵ نمبر کے ذیل میں ہے۔ اس کا حجم تقریباً ۱۰x۱۹ سم ہے۔ پوست کا یہ ٹکڑا بھی چاروں طرف سے ناموزوں ہے۔ اس پر بھی چھ تہوں کے تین نشان ہیں۔ بیچ کی دو تہیں عرض میں چوڑی ہیں۔ اوپر اور نیچے کی تہوں کا عرض بیچ کی تہوں کا تقریباً نصف ہے۔

گذشتہ دو اوراق کے مقابلہ میں زیادہ سالم ہے۔ مختلف جگہوں سے پھٹا ضرور ہے لیکن گذشتہ اوراق کی نسبت کم پھٹا ہے۔ کچھ الفاظ مٹے ہوئے ہیں اور کچھ پھٹے ہوئے ہیں۔ جو الفاظ موجود ہیں وہ ٹھیک ہیں اور پڑھے جاسکتے ہیں۔

اگرچہ اس ورق کا عرض گذشتہ دونوں اوراق کے مقابلہ میں کم ہے لیکن اس میں بھی سطروں کی تعداد پانچ ہی ہے۔

۴۔ سورۂ تبت[۱۲]

---

[۱۱] Hilmy Adyan: The Sacred truat P.۹۰

[۱۲] Hilmy Adyan: The Sacred truat P.۸۷

سورہ تبت یا سورہ لہب یا سورہ مسد موجودہ ترتیب کے مطابق قرآن حکیم میں اس سورہ کا نمبر ۱۱۱ ہے۔

توپ قاپی میں اس کا جو نسخہ موجود ہے اس کا اندراج T.P.M.Inu No.۲۱/۳۹۴ نمبر کے ذیل میں ہے۔اس کا حجم تقریباً ۱۴×۱۷ سم ہے۔یہ بھی چاروں طرف سے ناموزوں حجم کا حامل ہے۔ اس میں چار تہوں میں موڑے جانے کے تین نشان ہیں جو عرض میں ہیں۔ جگہ جگہ سے پھٹا ہوا ہے۔اس ورق پر بظاہر کیڑے کے ذریعہ کھائے جانے کے نشان بھی موجود ہیں۔

اکثر حروف و الفاظ قدامت نیز کیڑا لگنے کے سبب مٹ گئے ہیں۔ بعض الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں۔ یہ ورق بظاہر چھ سطروں پر مشتمل ہے۔ اس ورق پر باقی اوراق کے برعکس عرض میں لکھا گیا ہے۔

ان مقدس قرآنی اوراق کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قرآن حکیم کی کتابت کے لیے خاص اہتمام فرمایا تھا۔کاتبین وحی مامور تھے کہ خاص قسم کے تیار کردہ کھال کے اوراق پر منظم اور مرتب انداز میں وحی الٰہی کی تحریر کا فریضہ انجام دیں۔ کتابت وحی کا فریضہ خاص اہتمام سے انجام پایا تھا۔

ان اوراق کے سامنے آنے کے بعد بعض افراد کی یہ بات غلط ثابت ہو گئی ہے کہ نزول وحی کے موقعہ پر قرآن حکیم ہڈیوں ، لکڑی کے ٹکڑوں پتوں وغیرہ پر تحریر کیا جاتا تھا۔یوں قرآن حکیم جو کلام الٰہی کی صورت میں نازل ہوا تھا۔کتاب الٰہی کی صورت میں مدون ہونا شروع ہوگیا۔

رسول اکرم ﷺ اور کتابت حدیث

انس بن مالک رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے فرزند تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کو لکھ کر محفوظ کرلیتا تھا۔ پھر یہ تحریریں رسول اسلام ﷺ کو پڑھ کر سناتا تھا۔ آپ سے تصدیق لیتا تھا کہ یہ تحریریں درست اور مطابق واقعہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ انہیں غور سے سنتے نیز ان کی تصدیق فرماتے تھے۔[13]

حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں بھی یہ بات بڑی کثرت سے ملتی ہے کہ وہ احادیث کی جستجو میں رہتے تھے اور ان کو تحریر کرکے محفوظ کرنے میں حریص تھے۔ یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو رافع کی بیوی سلمیٰ کے گھر گئے جہاں ان کی ملاقات حضرت میثم تمار سے ہوئی۔ حضرت میثم تمار نے تاویل وتنزیل کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام سے جو درس لیا تھا۔ اس کے بارے میں حضرت ابن عباس کو بتایا۔ انہوں نے ام سلمیٰ سے کہا کہ کاغذ اور دوات لاؤ۔

ام سلمیٰ نے انہیں کاغذ اور دوات فراہم کی اور حضرت میثم تمار نے جو کچھ بیان فرمایا انہوں نے اسے قلمبند کرلیا۔[14]

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب نبوی ﷺ کے درمیان لکھنے پڑھنے کا رواج اس عہد تک تھا کہ خواتین بھی اپنے گھر میں لکھنے کا سامان رکھتی تھیں۔

اسی طرح حضرت ابن عباس کے بارے میں عبیداللہ علی ابن ابی رافع سے تو یہاں تک نقل ہوا ہے کہ وہ اپنے ساتھ ایک کاتب کو رکھا کرتے تھے۔ جب وہ ابی رافع کے

---

[13]) حاکم: مستدرک: ص ۱۲۳۶: باب: ۲۶۵۵ کتاب الحدیث فی عہد النبی ﷺ: حدیث: ۵۶۱۱

[14]) طوسی: اختیار معرفۃ الرجال: ص ۱۵۲ حدیث: ۱۳۶

پاس آتے اور ان سے نبی اکرم ﷺ کی کوئی روایت یا واقعہ سنتے تھے تو اسے ان کا کاتب فوراً ان کے لیے قلمبند کرتا تھا۔[15]

اسی لیے روایات میں ملتا ہے کہ ان کی کتابوں کا ذخیرہ ایک اونٹ کے بار کے برابر تھا۔[16]

اس اور اسی طرح کی دوسری روایتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ اپنے اقوال و افعال یعنی سنت کی تحریر وتدوین میں بھی دلچسپی لی تھی۔ صحابہ میں احادیث نبوی کے مجموعوں کو تحریر کرنے اور تصدیق لینے کا رواج عام تھا۔

وحی الٰہی کی کتابت کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ نے بہت سی باتیں خطوں اور معاہدوں کی صورت میں لکھوائیں۔

یہ مکتوبات اور وثائق حدیث نبوی ﷺ کا وہ مکتوب ذخیرہ اور میراث ہیں جن کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔ ان میں سے کئی وثائق کے قابل اعتماد نسخے آج بھی دنیا کے اہم کتابخانوں میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار وثائق تاریخ و حدیث کی کتابوں میں محفوظ و موجود ہیں۔

ان مکتوبات گرامی کی تعداد تین سو سولہ (۳۱۶) سے زیادہ ہے۔

یہ مکتوبات تاریخ و حدیث کی مختلف کتابوں میں متفرق طور پر نقل ہوئے ہیں ۔ ان میں سے بعض کے قلمی نسخہ یا اصل صورت میں یا نقل شدہ حالت میں دنیا کے مختلف عمومی، تحقیقی یا انفرادی کتابخانوں میں موجود ہیں۔ یہ نسخے بڑی حد تک قابل اعتماد ہیں۔ دنیا کے مسلمان اور غیر مسلمان محققین نے ان نسخوں کو مورد توجہ قرار دیا ہے۔

---

[15] الکتانی: ترتیب الاداریہ ص: ۲۴۳/۷ ابن سعد: طبقات: ج ۷ ۲۴۳: ۲/ابن حجر: الاصابہ: ص ۷۹۵-۷۹۶ نمبر ۵۴۲۳

[16] الکتانی: ترتیب الاداریہ ص: ۲۴۳/۷ ابن سعد: طبقات: ج ۷ ۲۴۳: ۲/ابن حجر: الاصابہ: ص ۷۹۵-۷۹۶ نمبر ۵۴۲۳

یہ مکتوبات و وثائق، حدیث نبوی ﷺ کا وہ مکتوب ذخیرہ اور میراث ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔ ہو سکتا ہے ان کے متن کے نقل کے بارے میں محققین و محدثین کی رائیں مختلف ہوں۔

مکاتیب و وثائق نبوی ﷺ پر تاریخ و حدیث کی کتابوں نیز دنیا کے کتابخانوں میں مستند مواد موجود ہے۔ اس مواد کو مختلف ادوار میں محققین نے اپنے اپنے ذوق اور اپنے زمانے کی ضرورتوں کے مطابق جمع کیا۔ اس لئے اس موضوع پر مختلف زبانوں میں موجود کاموں کی تعداد کا احاطہ مشکل ہے۔ ان کاموں میں آخری دور کے دو کام ایسے ہیں جن کا تذکرہ ضروری ہے۔ ایک کام ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے فرانس میں بیٹھ کر فرانسیسی زبان میں کیا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۵ میں فرانس سے چھپی۔ اس کا نام ہے:

Documents sur la diplomatic musulmane à l'epoque du prophete et des khalifes orthodoxes

اس کتاب کا اردو ترجمہ ۱۹۶۰ میں مجلس ترقی ادب لاہور سے "عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ کے سیاسی وثیقہ جات" کے نام سے شائع کیا۔

اس کتاب کا عربی متن ۱۳۸۷ ہجری میں بیروت سے چھپا۔ اس کا عربی نام ہے:

"مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوی
والخلافة الراشده"

اس کتاب میں ڈاکٹر حمید اللہ نے تمام مکتوبات و وثائق کے متن پر مبنی اپنی تحقیقی رائے تحریر کی ہے۔

آیۃ اللہ علی بن حسین احمدی میانجی نے قم، ایران میں اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ انہوں نے تاریخ و حدیث کے مختلف مصادر سے تقریباً دو سو (۲۰۰) مکاتیب وثائق نبوی

ﷺ کو جمع کر کے یکجا کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب کے عربی ایڈیشن میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

تین جلدوں میں ایک کتاب مدون کی۔ یہ کتاب ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب میں انہوں نے اکثر مکاتیب و وثائق کے وثاقت و ضعف پر بھی بحث فرمائی۔ یہ کتاب ۱۳۸۹ھ میں قم سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کا نام ہے:

"مکاتیب الرسول ﷺ"

ہم یہاں کتابت و تدوین حدیث کے موضوع کی مناسبت سے ان میں سے چند کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ہم فقط تاریخی طور پر ان تحریری دستاویزوں کی موجودگی کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ ان دستاویزوں کے متن پر تحقیقی گفتگو ہمارے دائرہ کار سے خارج ہے۔

الف: ہجرت سے پہلے:

(ا) نجاشی کے نام خط:

حبش کا بادشاہ، نجاشی کے نام مشہور ہے۔ اس کا نام اصحمہ تھا۔ یہ وہ بادشاہ ہے جو قبل از ہجرت حبش کا حکمران تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے مکہ سے مسلمانوں کو اس کی بادشاہی میں ہجرت کا حکم فرمایا تھا۔ ان مہاجرین کی سربراہی حضرت جعفر ابن ابی طالب کو عطا فرمائی تھی۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ نے نجاشی کے نام ایک خط لکھ کر حضرت جعفر کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس خط میں آنحضرت ﷺ نے نجاشی کو اسلام کی دعوت دی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اصحمہ کو دو خط لکھے تھے۔

(الف) پہلے خط میں اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب یہ خط اصحمہ نجاشی کو ملا تو اس نے اسے آنکھوں سے لگایا۔ احترام کے طور پر اپنے تخت سے اترا۔ انکساری کے اظہار اور خط کی تعظیم کی خاطر زمین پر بیٹھ گیا اور کہا:

"میں اللہ کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ﷺ ہیں اہل کتاب جن کے منتظر ہیں۔ بے شک راکب حمار ﷺ کے بارے میں موسٰی علیہ السلام کی بشارت اور راکب جمل ﷺ کے بارے میں عیسٰی۔ کی بشارت ایک ہی طرح کی ہے۔

یوں نجاشی نے اسلام قبول کیا۔ حق کی گواہی دی اور کہا:

"اگر مجھے مہلت ملتی تو میں یقیناً آنحضرت ﷺ کی قدم بوسی کو آتا"۔

پھر اس نے آنحضرت ﷺ کے خط کا محترمانہ جواب لکھا۔

رجب ۹ ہجری کو جب رسول اکرم ﷺ تبوک سے واپس آرہے تھے آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر فرمایا:

اس لحہ اصحمہ نجاشی نے رحلت کی ہے۔ تو آؤ ہمارے ساتھ مصلٰی پر چلو تاکہ وہاں ہم اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کریں۔

لوگ جمع ہوئے سب آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سب نے صفیں باندھیں۔ سب نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اصحمہ کی نماز جنازہ ادا کی۔

(ب) اصحمہ کے نام رسول اکرم ﷺ کا دوسرا خط ام حبیبہ سے نکاح کے بارے میں تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اصحمہ نجاشی کے ہاتھی دانت کا ایک قیمتی صندوقچہ منگوایا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں گرامی ناموں کو اس میں رکھ کر محفوظ کر دیا اور کہا:

جب تک حبشہ والوں کے پاس یہ دونوں خط محفوظ رہیں گے ان کی وجہ سے یہ برکت اور بھلائی پاتے رہیں گے۔

صاحب تاریخ خمیس نے اعلام کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

ابھی تک یہ دونوں گرامی نامے حبشہ کے سلاطین کے پاس محفوظ ہیں وہ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔[۱۷]

ان میں سے ایک خط کا نسخہ ڈ۔م۔ڈنلوپ کو اسکاٹ لینڈ میں ملا تھا۔ اس نے اس خط کی تصویر اور تفصیل اسپین کے سہ ماہی تحقیقی مجلّہ (JRAS) نومبر ۱۹۴۰ میں شائع کی۔[۱۸]

(۲) قیام نماز جمعہ کا حکم:

نماز جمعہ قائم کرنے کیلئے مصعب بن عمیر کے نام فرمان نبوی ﷺ[۱۹]۔

جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے مصعب بن عمر کو مدینہ میں نماز جمعہ کے قیام کا حکم دیا تو یہ حکم لکھ کر ان کو دیا تاکہ مدینہ کے رہنے والے شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔

(۳) امان نامہ:

نبی اکرم ﷺ ہجرت کے موقعہ پر، غار ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں حی مدلج کے مقام پر سراقہ بن مالک مدلجی نے آنحضرت ﷺ پر حملہ کی کوشش کی۔ اس کی سواری کمر تک زمین میں گڑ گئی۔ اس نے نبی اکرم ﷺ سے معافی طلب کی۔ آنحضرت ﷺ نے معاف فرما دیا۔ پھر اس نے

---

[۱۷] دیار بکری: تاریخ خمیس: ج ۲: ص ۳۳ و ۳۴

[۱۸] طبری: تاریخ، ج ۲، ص ۱۳۱۔۱۳۲/ ڈنلوپ: JRAS نومبر ۱۹۴۰/ محمد حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ ص ۹۹۔۱۰۳

[۱۹] سمہودی: وفاء الوفائ: ج: ۱، ص ۱۷۶۔ / ابن سعد: ج: ۳، ص ۱۱۸/ لسان العرب: ج ۶، ص ۷۰، مادہ زلف / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ ص ۵۳۔

امان طلب کی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے امان مرحمت فرمادی۔ نبی اکرم ﷺ سے اس نے درخواست کی کہ یہ امان اسے لکھ کر دے دی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اسے پوست پر امان نامہ لکھ کر دے دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کی جانب سے سراقہ بن مالک مدلجی کی درخواست پر پوست پر لکھوایا ہوا یہ امان نامہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔

اس امان نامہ کے کاتب عامر بن فہیرہ یا ابوبکر تھے[۲۰]۔

ب: ہجرت کے بعد:

(ا) دستور مدینہ[۲۱]:

رسول اکرم ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے مہاجرین، انصار اور مدینہ کے یہود قبائل کے درمیان ایک معاہدہ انجام دیا۔ یہ معاہدہ تقریباً ۴۷ بندوں یا فقروں پر مشتمل ہے۔ یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور یا آئین حکومت ہے۔ اسے بخاری اور ابی داؤد وغیرہ نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے۔[۲۲]

---

[۲۰] بلاذری: انساب الاشراف: ج ۱: ص ۳۱۰/حاکم: مستدرک: ص ۸۴۹، ح ۴۳۲۸/ابن ہشام: سیرۃ النبی: ص ۳۳۵/ابن اثیر: الکامل: ج ۱: ص ۲۸۴/حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۵۴: وثیقہ نمبر ۱۷

[۲۱] ابن ہشام: سیرۃ: ص ۳۵۳-۳۵۵/حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۵۷-۶۴: وثیقہ نمبر ۱

[۲۲] بخاری: الجامع الصحیح: ج ۳: ص ۳۹: ح ۱/ابو داؤد: السنن ۱۱/۹۹و۱۹/۲۲-۲۳و۳۸/۱۱

بخاری کی ایک روایت [۲۳] کا درمیانی فقرہ یوں ہے: "مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے ان میں سے جو قریب ترین ہو وہ اس کی (تکمیل کی) کوشش کرے گا، اور جو کوئی کسی مسلمان اس سے عہد شکنی کرے گا اس پر لعنت، وغیرہ۔"

غالباً اس سے مراد دستور مدینہ ہے [۲۴]۔ جس کا ذکر اوپر آیا، اور جو ۵ ھ میں رسول اکرم ﷺ نے نافذ فرمایا، محولہ قواعد اس میں موجود ہیں۔

(۲) نصاریٰ کے نام نبی اکرم ﷺ کا گرامی نامہ [۲۵]:

شام کے نصاریٰ کے نام آنحضرت ﷺ کا یہ مکتوب گرامی حضرت علیؓ کے دست مبارک سے ۲ محرم الحرام ۲ ہجری کو مسجد نبوی ﷺ میں لکھا گیا ہے۔

دیر الطور کے رہبانیوں کے نام نبی اکرم ﷺ کا عہد

عہد نبوی ﷺ میں شام کے علاقہ الطور میں ایک عبادت گاہ ہوا کرتی تھی۔ یہ آج بھی موجود ہے۔ اسے "دیر الطور" کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے دار الکتب المصریہ میں اس عہد نامہ کا ایک خطی نسخہ دیکھا ہے۔ اس نسخہ پر احمد زکی پاشا نے ایک نوٹ تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس نوٹ کا اقتباس اپنی کتاب الوثائق السیاسیہ کے ص ۵۶۴۔۵۶۵ پر نقل کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے:

"نبی اکرم ﷺ بعثت سے پہلے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ بکثرت شام جایا کرتے تھے۔ ایک سفر میں یہ قافلہ دَیر طُور کی طرف سے گذرا۔ وہاں کے راہبوں نے ان کی دعوت کی۔ قافلہ والے دَیر میں چلے گئے۔ نبی اکرم ﷺ باہر رکے

---

[۲۳] بخاری: الجامع الصحیح: باب من عاهد ثم غدر (۱۷۵۸)۔ صحیفہ ہمام ص ۱۳۱۔

[۲۴] دنیا کا پہلا تحریری دستور مملکت، ڈاکٹر حمید اللہ کا ایک اہم مقالہ دیکھئے "عہد نبوی کا نظام حکمرانی" طبع دکن

[۲۵] محمد حمید اللہ: الوثائق السیاسیہ ص ۵۶۱۔۵۶۶: وثیقہ نمبر "ر"

رہے۔ دَیر میں ایک عابد تھا جس کا نام باخومیوس تھا۔ وہ علم نجوم میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ غیب کی باتیں اور مستقبل کی خبریں حاصل کرنے پر اتنا اقتدار تھا کہ سورج، چاند اور دوسرے ستاروں کو دیکھ کر خبریں حاصل کرلیتا تھا۔ کہاجاتا ہے علم نجوم میں اپنی مہارت کے سبب، اسے نبی اکرم ﷺ کے مستقبل کے بارے میں علم ہوچکا تھا۔ اس نے قافلہ کی ایک ایک فرد کو غور سے دیکھا یہاں تک کہ اس کی نظر اس نوجوان پر پڑی جو دَیر کے باہر کھڑا تھا۔ جس کے لئے پروردگار عالم کی طرف سے شرف و بزرگی وعنایت کا اظہار تھا۔

راہب نبی اکرم ﷺ کی ادا دیکھ کر مجذوب ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ سے اپنے عبادت کدہ میں تشریف لانے کی درخواست کی۔ بڑی عزت و تکریم واجلال واکرم سے پذیرائی کی۔ پھر آنحضرت ﷺ کو اس بزرگی اور مرتبہ کے بارے میں بتایا جس پر آپ ﷺ بہت جلد فائز ہونے والے تھے۔ عرض کی:

"اگر یہ بات سچ ثابت ہوئی۔ یہ خبر محقق ہوگئی تو آپ ﷺ کیا سلوک فرمائیں گے۔"

آنحضرت ﷺ نے اس سے وعدہ فرمایا کہ اس کے عبادت کدہ پر مزید عنایات فرمائیں گے اور سہولتیں عطا فرمائیں گے۔

جب آنحضرت ﷺ کو پروردگار عالم نے مبعوث بہ رسالت فرمایا تو راہب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کو اس سفر کا حوالہ دیا جب آپ ﷺ اس کے دیر میں تشریف لے گئے تھے اور اس نے اجلال واکرم کے ساتھ میزبانی کی تھی۔ آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے دیر الطور کے رہبانیوں کے لیے کچھ خصائص وامتیازات نیز انعامات مرحمت فرمائے جن کو اس عہد میں تحریر کروایا جو حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے تحریر فرمایا:

چونکہ اس وقت تک نبی اکرم ﷺ نے مہر نہیں بنوائی تھی اس لیے آنحضرت ﷺ نے اس عہد کو اپنے دست مبارک کے ٹھپہ سے مزین فرمایا۔

ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول اس عہد کے دو نسخے موجود ہیں:

الف) ایک نسخہ خود "دیر الطور" کے کتابخانہ یا خزانہ میں موجود ہے۔

یہ نسخہ اصل کی نقل ہے۔ اصل نسخہ سلطان سلیم نے آستانہ کے لیے لے لیا تھا۔ اس کی ایک مصدقہ نقل رہبانیوں کو دے دی تھی۔ یہ نقل آج بھی وہاں موجود ہے۔

ب) لورندرہ انگلستان کے میوزیم میں نمبر ۳۳۹۲ Orintial کے ذیل میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔[۲۶]

ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول اس نسخہ کے آخر میں ہاتھ کا ٹھپہ موجود ہے۔ لیکن اس کی شباہت مردانہ ہاتھ کے مقابلہ میں نسوانی ہاتھ سے زیادہ مماثلت رکھتی ہے۔ لیکن ان کے بقول: بہر صورت یہ ٹھپہ طبیعی ہے۔[۲۷]

اس نسخہ میں کئی مقامات پر سونے کے پانی سے کام کیا گیا ہے۔ ہاتھ کے نشان کے اطراف میں رنگ برنگ بوٹیاں بنا کر سجایا گیا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اس نسخہ کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا کہ یہی اصل نسخہ ہوگا۔

(۳) کتاب اسماء اہل بدر:

یہ کتاب حضرت سلمان محمدی (فارسی) سے منسوب ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ۳۴۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ علی بن علوش مدائنی نے تحریر کیا ہے۔ یہ نسخہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے کتابخانہ واقع بغداد، عراق میں ۳۰۰۵ نمبر کے تحت محفوظ ہے۔

اس نسخہ کی ابتدا یوں ہے:

---

[۲۶] حمید اللہ: الوثائق السیاسیہ: ص ۵٦٦

[۲۷] حمید اللہ: الوثائق السیاسیہ: ص ۵٦٦

((حیدر الکرار باب مدینۃ العلم ... وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن و ... سعد ... سعید ... الخ))

اسے محقق معاصر استاد بزرگوار حضرت آیۃ اللہ المؤتمن شیخ سامی الغریری مدظلہ نے اپنے سفر عراق کے دوران مورخہ ۳ماہ رمضان ۱۴۲۶ھ کو مذکور کتابخانہ میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ اس نسخہ کے بارے میں یہ معلومات ہمیں ان ہی نے عطا فرمائیں ہیں۔

(۴) ھدنۃ الحدیبیۃ[۲۸]:

رسول اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر اہل مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جو قرارداد تحریر فرمائی وہ هدنة الحديبية کے نام سے مشہور ہے۔ هدنة الحديبية رسول اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت علی علیہ السلام نے تحریر فرمایا جس کا متن تاریخ کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔

(۵) علاء بن حضرمی کے نام رسول اکرم ﷺ کا فرمان[۲۹]:

جب آنحضرت ﷺ نے علاء بن حضرمی کو بحرین تبلیغ کے لیے بھیجا تو یہ فرمان تحریر فرما کر ان کے ساتھ بھیجا۔ اس میں بحرین والوں نیز علاء اور ان کے ساتھیوں کیلئے ہدایات مرقوم ہیں۔ یہ فرمان حکومت اور حکومتی اداروں کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتا تھا۔

---

[۲۸] حمید اللہ : الوثائق السیاسیۃ: ص۷۷/ابن ہشام: سیرۃ النبی: ص۲۸۶۔۶۸۷/ابن سعد: طبقات: ج۲: ص۹۷

[۲۹] حمید اللہ : الوثائق السیاسیۃ: ص۱۳۹/ابن سعد: طبقات: ج۱: ص۲۶۳وج۴: ص۳۶۰

(۶) جبل سلع پر نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی بخط حضرت علی علیہ السلام[۳۰]

ابراہیم رفعت پاشا نے اپنی کتاب مرآۃ الحرمین میں جبل سلع پر موجود تحریروں کی تصویر شائع کی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے خندق کے مقام پر جبل سلع کی ایک پہاڑی پر موجود ان تحریروں کی تصویر شائع کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ محرم سنہ ۱۳۰۸ ہجری میں ، پھر ایک اور دفعہ کچھ برس بعد اس پہاڑی پر موجودہ تحریروں کی زیارت کی تھی۔

اس کتبہ کے ایک حصہ میں دائیں طرف ابوبکر و عمر کا نام لکھا ہے۔ اس کتبہ کے دوسرے حصہ میں بائیں طرف لکھا ہے۔

انا محمد بن عبداللہ

انا علی بن ابی طالب

ان کا کہنا ہے کہ خیبر کے موقعہ پر اصحاب وہاں اپنے نام کندہ کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کا گذر ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنے ناموں کے ساتھ میرا نام بھی کندہ کردو۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کا اور اپنا نام کندہ فرمادیا۔

---

[۳۰] ابراہیم رفعت پاشا: مرآۃ الحرمین: ج۱: ص۳۸۹/ حمید اللہ : الوثائق السیاسیۃ: ص ۳۲-۳۵

(۷) اہل مقنا کے نام امان نامہ یا معاہدہ[۳۱]:

یہ امان نامہ رسول اکرم ﷺ نے حنینا، خیبر اور مقنا کے رہنے والے یہود کے نام جمعہ ۳ر مضان المبارک ۵ ہجری کو لکھوایا تھا۔ اسے حضرت علی ۔نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کا پوست پر تحریر شدہ نسخہ عبرانی رسم الخط میں کیمبرج یونیورسٹی لائبریری انگلستان میں نمبر T-S.۱۲.۳۵۴ کے ذیل میں محفوظ ہے۔

یہ نسخہ دو اوراق پر مشتمل ہے۔ ان اوراق کا حجم ۲۵ x ۱۸ سم ہے۔

اس کے پہلے ورق کے آغاز میں سطر ۱ سے سطر ۱۶ تک، ۱۶ سطروں پر مشتمل ایک خطبہ ہے۔ یہ خطبہ ایک ایسے مسلمان نے تحریر کیا جو یہودی سے مسلمان ہوا تھا۔

پہلے ورق کی سطر ۱۷ سے رسول اکرم ﷺ کے مذکورہ گرامی نامہ کے عبرانی نسخہ کا آغاز ہوتا ہے۔ جو ورق ۱ کی سطر ۱۸، ۱۷ و ۱۹ پھر اسی ورق کے پشت کی سطور ۱ تا ۱۹ پھر ورق ۲ کی سطور ۱ تا ۱۸ نیز ورق ۲ کی پشت کی سطر ۱ تک پر (گویا تقریباً ۲۳ سطروں) پر مشتمل ہے۔

ورق ۲ کی پشت پر سطر ۲ سے ۱۲ تک ۱۱ سطروں میں رسول اکرم ﷺ کا شجرہ نسب تحریر ہے۔

بظاہر یہ نسخہ دسویں صدی عیسوی یعنی چوتھی صدی ہجری سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے اس نسخہ کی زیارت دسمبر ۱۹۹۱ء کو تقریباً ۴ برس کے سن میں والد علام آیۃ اللہ

---

[۳۱]) ابن سعد: طبقات، ج ۱، ص ۲۷۶ ـ ۲۷۷ / بلاذری: فتوح البلدان، ص ۷۱/ حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ ص ۱۱۹
The Jewish Quartarly Review:XV:Dated:P:۱۹۰۳:۱۲۸ ۱۸۰ میں Dr. H. Hirphfeld کے ایک مقالہ کا انگریزی خلاصہ شائع ہوا ہے جو ہمبرگ میں مستشرقین کی تیرہویں بین الاقوامی کانگریس منعقدہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۲ میں جرمنی زبان میں پڑھا گیا تھا۔ اس مقالہ کا عنوان ہے: The Arabic Portion of the Cario Gennizah at Cambridge
اس مقالہ میں اس عہد نامہ کے موجود نسخہ کی تصویریں اور اس پر تبصرہ ہے۔

سید حسین مرتضٰی نقوی مدظلہ العالی اور والدہ ماجدہ ثقۃ الاسلام ڈاکٹر طلعت سیدہ جعفری مدظلہاالعالی کے ساتھ انگلستان میں قیام کے دوران کیمبرج یونیورسٹی جاکر کی تھی۔ اس وقت والد علام مدظلہ نے کیمبرج یونیورسٹی لائبریری کے ذمہ دار افسران سے اس مقصد کے لئے لائبریری میں میرے داخلہ کے لئے خصوصی اجازت لی تھی۔ کیونکہ وہاں عام طور سے بچوں کاداخلہ ممنوع ہے۔

اس نسخہ کے بارے میں Mr.Hartwig Hirpchfeld کامفصل مقالہ The Jewieh Quarterly Review کے جنوری ۱۹۰۳ء کے شمارہ جلد xv کے صفحات ۱۶۷۔۱۷۹ پر چھپا ہے۔

اس نسخہ کی کیمبرج یونیورسٹی لائبریری سے حاصل کردہ رنگین تصویر ہمارے کتابخانہ میں موجود ہے۔

(۸) ایلہ کے اسقف اور ایلہ کے رہنے والوں کے نام گرامی نامہ [۳۲]:

رسول اکرم ﷺ نے یہ گرامی نامہ ایلہ کے اسقف مُرحُنّہ بن رُوْبہ اور ایلہ کے رہنے والوں کے نام تحریر فرمایا تھا۔ شرجیل، ابّی، حَرملہ اور حُریث بن زید الطائی کے ساتھ ارسال فرمایا تھا۔

(۹) جلندی کے دو بیٹوں جیفر اور عبد کے نام حضور ﷺ کا گرامی نامہ: [۳۳]

یوں تو عمان کے اکابر میں سے کئی لوگوں کے نام آنحضرت ﷺ کے گرامی نامے تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، لیکن جلندی کے دو بیٹوں جیفر اور عبد کے نام آنحضرت ﷺ کا گرامی نامہ اہمیت کا حامل ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی روایت کے مطابق

---

[۳۲]) ابن سعد: طبقات: ج۱: ص ۲۷۷۔۲۷۸/ حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۱۶۔۱۱۷

[۳۳]) ابن سعد: طبقات: ج۱: ص ۲۶۲/ بلاذری: فتوح البلدان: ص ۸۷/ حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۶۱۔۱۶۳

انہوں نے اس گرامی نامہ کی اصل کے بارے میں ایک خبر ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء میں پیرس میں تیونس کے کسی اخبار کی کٹنگ میں دیکھی تھی۔ اس میں اس گرامی نامہ کے اصل نسخہ کی تصویر تھی۔ لیکن انہیں اس اخبار کا نام اور تاریخ یاد نہیں رہی۔ اس اخبار میں اس اصل کے بارے میں تحریر تھا:

"قدیم نسخوں کے محققین کو یہ اصل نسخہ ملا۔ استاد اسماعیل الرصاصی، جو ایران میں عمان کے سفیر رہ چکے تھے، عرب کے کسی شہر گئے۔ وہاں ایک لبنانی شخص ملا۔ اس کا خزانہ قدیم آثار و تحائف پر مشتمل تھا۔ اس نے اپنے خزانہ سے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس گرامی نامہ کی زیارت کروائی۔ سفیر نے اس سے اصل گرامی نامہ حاصل کرنا چاہا۔ اس نے اصل دینے سے انکار کر دیا۔ تصویر لینے کی اجازت دے دی۔"

ان تمام باتوں کو نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ:

"میں نے پیرس میں عمان کے سفیر سے اس اصل کو تلاش کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ ضرور تلاش کریں گے۔ اللہ ان کو اس کی جزائے خیر عنایت فرمائے۔"

معلوم نہیں ہو سکا اس کے بعد اس اصل تک کسی کی رسائی ہوئی یا نہیں؟ اس اصل کی تصویر ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب میں نشر کی ہے۔

(۱۰) ہرقل روم کے نام گرامی نامہ[۳۴]:

ملوک روم کے نام رسول اکرم ﷺ کے کئی خط مختلف خطابات مثلاً صاحب الروم، قیصر الروم اور ہرقل عظیم الروم سے شروع ہوتے ہیں، جو تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

شاہان روم نے آپ ﷺ کے خطوط کے جواب بھی دیئے اور ہدایا بھی تقدیم کیے۔ ان میں سے ہرقل عظیم الروم کے نام رسول اللہ ﷺ کے ایک گرامی نامہ کا اصل نسخہ ملک حسین شاہ اردن کے خزانہ میں موجود ہے۔ اس کا اعلان خود ملک حسین شاہ اردن نے اپریل ۱۹۷۷ء میں کیا۔

اس خبر کو Muslim World Weekly نے جلد ۱۴، شمارہ ۴۰ و ۴۱ مورخہ ۲۳۔۳۰ اپریل ۱۹۷۷ء نیز جریدۃ اخبار العالم الاسلامی مکہ مکرمہ نے ج ۹ شمارہ ۵۲۸، ۱۶ مئی ۱۹۷۷ئ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ ص ۱۴ پر اصل تصویر کے ساتھ شائع کیا۔ میری تازہ ترین معلومات کے مطابق یہ نسخہ عمان کی مسجد "الہاشمی" میں موجود ہے۔

(۱۱) اسقف روم کے نام گرامی نامہ[۳۵]:

روم میں قسطنطنیہ کے اسقف ضغاطر (تغاطر) کے نام رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ جس میں اسے اسلام کی دعوت دی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر اسلام چھپائے رکھا۔ جب اس کا اسلام ظاہر ہوا تو لوگوں نے اسے پلٹ جانے کو کہا۔ اس نے انکار کیا۔ اس پر اس کو شہید کرکے اس کا جسد جلا دیا۔

---

[۳۴] طبری: تاریخ: ج ۲: ص ۱۴۰ / ابن کثیر: تفسیر القرآن: ج ۱: ص ۳۷۱۔۳۷۲ / یعقوبی: تاریخ: ج ۲: ص ۷۷۔۷۸ / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۰۷۔

[۳۵] ابن سعد: طبقات: ج ۱: ص ۷۷ / ۲ / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۱۵۔

(۱۴) مقوقس قبط کے نام گرامی نامہ[۳۶]:

قبط یعنی مصر کے فرمانروا، مقوقس کے نام رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔اس کا نام جریج بن مینا قبطی تھا۔ یہ ہرقل روم کی طرف سے مصر کی فرمانروائی پر مامور تھا۔رسول اکرم ﷺ نے اسے حاطب ابن بلتعہ کے ذریعہ ایک مختوم خط ارسال فرمایا تھا۔ مقوقس نے حاطب کی عزت افزائی کی۔خط پڑھا۔ ہاتھی دانت کا ایک صندوقچہ منگایا۔خط کو اس میں رکھا۔اپنی مہر لگائی۔اپنے خاندان کی ایک محترم بچی کو حفاظت سے رکھنے کے لئے دے دیا۔ایک بہت محترمانہ جواب لکھا۔ماریہ اور سیرین نام کی دو لڑکیاں جو آپس میں بہنیں تھیں نیز ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور نذرانہ ارسال کیا۔ماریہ سے آنحضرت ﷺ نے شادی کی۔ جن سے حضرت ابراہیم ہوئے۔سیرین کی آنحضرت ﷺ نے حسان بن ثابت سے شادی کروائی۔جن سے عبدالرحمٰن ہوئے[۳۷]۔اس خط کا اصل نسخہ فرانسیسی سیاح اور محقق موسیلو بارتل می کو ۱۸۵۸ء میں مصر کی ایک عیسائی خانقاہ میں ملا۔اب یہ خط استنبول، ترکی کے میوزیم توپ قاپی میں شمارہ: T.P.M Inv. No.۲۱/۱۷۴کے ذیل میں موجود ہے۔[۳۸]اس کی توپ قاپی میوزیم سے حاصل کردہ رنگین تصویر ہمارے پاس کتابخانہ میں موجود ہے۔

---

[۳۶]) ابن سعد: طبقات: ج ۱: ص ۲۶۰/ حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۳۵

D.S.Morgoliouth: Mohammad and the Rise of Islam pp.۳۶۵,

[۳۷]) دیار بکری: تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۳۷

[۳۸]) Hilmy Adyan: The Sacred truat P.۹۶.۹۷

(۱۴) کسریٰ پرویز شہنشاہ ایران کے نام گرامی نامہ[۳۹]:

رسول اکرم ﷺ نے ۷ ہجری (۶۲۸ئ) میں ایران کے فرمانروا کسریٰ پرویز کے نام ایک گرامی نامہ اپنے قاصد عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ذریعہ ارسال فرمایا۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی مدینہ سے حاکم بحرین کے پاس گئے۔ حاکم بحرین کی وساطت سے مدائن پہنچے جو اس زمانے میں ایران کا دارالسلطنت تھا۔

کسریٰ کے دربار میں عبداللہ بن حذافہؓ سہمی نے رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ ضروری احترامات کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ کسریٰ پرویز کے تمام سفارتی آداب کو پائمال کرتے ہوئے بڑے غرور کے ساتھ نامہ مبارک کی اہانت کی اور اسے پھاڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ چونکہ یہ گرامی نامہ چمڑے پر لکھا ہوا تھا اس لیے پوری طرح پھٹا تو نہیں۔ البتہ اس میں پھٹنے کے کچھ نشان ضرور رہ گئے۔

معلوم نہیں اس کے بعد دفتری آداب کی خاطر اسے دفترداروں نے محفوظ کرلیا یا ادب نبوی ﷺ کی حفاظت کی خاطر خود عبداللہ بن حذافہ سہمی اس گرامی نامہ کو واپس مدینہ لے آئے۔

---

[۳۹] تاریخ طبری، ج ۲: ص ۱۳۲۔۱۳۳/ الیعقوبی، ج ۲، ص ۷۷/ الحلبی: ج ۳: ص ۲۴۲/ ابن سعد: طبقات: ج ۲ ص ۲۵۹۔۲۶۰/ کاندھلوی: حیاۃ الصحابہ: ج ۱: ص ۱۲۲۔۱۲۶/ صلاح الدین المنجد: رسالۃ النبی ﷺ الی ابرویز ملک الفرس، روزنامہ الحیات، بیروت سال ۱۸: شمارہ ۴۲۲۲،۱۳،۸۲۲۲، ۵۳۴۲ھ۔ق = ۱۹۶۳۵۲۲ئ، ص ۱ و ۷ تصویر کے ساتھ چھپا ہے۔ اس روزنامہ کی ڈیجیٹل فوٹو محترمہ ندی عیتانی، دارالحیاۃ بیروت نے ہمیں ای میل کے ذریعہ ارسال کی ہے۔۔ بیروت کے فرانسیسی روزنامہ LE JOUR سال ۲۷، شمارہ ۸۸۲۳، مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۶۳ میں صلاح الدین مسجد کا یہی مقالہ فرانسیسی زبان میں تصویر کے ساتھ ص ۱ و ۸ پر چھپا ہے۔ یہ روزنامہ برٹش لائبریری کے Newspapers Collection میں مائیکروفلم کی صورت میں نمبر A170AMF کے ذیل میں محفوظ ہے۔ اس روزنامہ کی تصویر ہمارے پاس موجود ہے۔/ HAMIDULLAH: ORIGINALDE LA LETTERE DU PROPHETE A KISRA: Ruiista Degli Studi Orientali: Volume xl: Roma1965Fase .i, Marza./ حمیداللہ: الوثائق السیاسیۃ ص ۱۳۹۔

اس گرامی نامہ کا بظاہر ایک نسخہ لبنان کے سابق وزیر خارجہ مرحوم ہنری فرعون متوفی ۱۹۹۳ء [۳۰] کے خزانہ میں مخطوطات میں ہے۔

جب میں نے اس موضوع پر کام کیا تو اس نسخہ کی تلاش میں Nicola Ibrahim Sursock Musuem Beiurt Lebnan. میں محترمہ حصری لار سے ٹیلی فون پر رابطہ ہوا جس کے جواب میں انہوں نے اس خط کی ایک تصویر ای میل کے ذریعہ ارسال کی جو ان کے بقول ایک کتاب سے لی گئی تھی۔ یہ کتاب بعد میں مجھے دستیاب ہو گئی۔

اس کتاب کا عربی نام "الفن الاسلامی فی المجموعات اللبنانیۃ الخاصہ" ہے۔ یہ کتاب بیک وقت عربی، فرانسیسی اور انگریزی زبان میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں در اصل ان تمام اسلامی نوادرات کی تفصیل ان تینوں زبانوں میں تحریر ہے جو ۳۱ مئی سے ۱۵ جولائی ۱۹۷۴ء تک ہونے والی اس نمائش میں رکھے گئے تھے جو مذکورہ بالا میوزیم میں برقرار کی گئی تھی۔ یہ کتاب اس میوزیم کی جانب سے بیروت سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی ہے۔

---

[۳۰] آنسہ ندیٰ عیتانی دار الحیاۃ کے مرکز اطلاعات کی منیجر ہیں۔ والد علام مد ظلہ العالی نے اس سے فون پر رابطہ کیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے "الحیاۃ" کے شمارہ مورخہ ۱۹۶۲/۵/۲۲ء مطابق ۱۳۸۲/۱۲/۲۷ھ کی ڈیجیٹل فوٹو بذریعہ ای میل مورخہ: منگل ۲۲ جون ۲۰۱۰ بوقت ۱ بجکر ۱۶ منٹ بعد از ظہر ارسال کی۔ نیز ایک دوسرے ای میل مورخہ: منگل ۲۲ جون ۲۰۱۰ بوقت دو بجکر ۵۵ منٹ بعد از ظہر میں لکھا ہے کہ:

ہنری فرعون ۱۹۹۳ میں لاولد انتقال کر گئے۔ ان کے قصر کو رابرٹ معود Robert Mawad نے خرید کر میوزیم میں تبدیل کر دیا۔ نیز یہ کہ ہنری فرعون کے خاندان کی ایک مشہور سیاسی شخصیت مائیکل فرعون آج کل لبنان کی قومی اسمبلی (Parliment) کے رکن ہیں۔

Email from:Nada Itani,Manager of Daralhayat information centre

Maarad Street-City centre Beirut-Lebanon

اس کتاب میں ۲۱۲ نوادرات کی تصویریں چھپی ہیں۔ کتاب کے فرانسیسی اور انگریزی متن کے بعد اور عربی متن سے پہلے آرٹ پیپر پر زیادہ تر سیاہ و سفید اور بعض جگہ رنگین شائع ہوئی ہیں۔

لیکن رسول اکرم ﷺ کے اس گرامی نامہ کو الگ شان سے شائع کیا گیا ہے جو کسریٰ پرویز کے نام لکھا گیا تھا۔

اس سے پہلے تو اس کے لیے ایک صفحہ پر فرانسیسی اور اس کے نیچے انگریزی عنوان لکھا گیا ہے جو یوں ہے:

Lettre du Prophete Muhammad a Kisra(Chosroes),Roi de perse
Letter from the Prophet Muhammad to Khusraw, King of Pesia
par
Camille Aboussoun

اس کے بعد اسی صفحہ کی پشت پر فرانسیسی زبان میں اس کا تعارف لکھا ہے پھر اگلے صفحے پر یہی تعارف انگریزی زبان میں لکھا ہے پھر اس صفحہ کی پشت پر یہی تعارف عربی زبان میں لکھا ہے۔

اس کے بعد ایک گہرے ہرے رنگ کے تقریبًا ۲۰۰ گرام کے ورق پر نبی اکرم ﷺ کے اس گرامی نامہ کی تصویر چپکی ہوئی ہے۔ یہ تصویر بالکل اصل نسخہ کے مطابق ہے سوائے اس کے کہ یہ تصویر پھٹی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اس نسخہ کے پھٹے ہونے کا نشان ہے۔ تصویر بالکل کھال پر لکھے ہوئے نسخہ کی کھال جیسی ہے، اور کھال ہی پر چھاپی گئی ہے۔ بالکل مطابق اصل چاروں طرف کے کنارے اصل نسخہ کے مطابق کاٹ کر بنائے گئے ہیں ۔ دسویں سطر کے آغاز میں "ل" کے بعد ایک سوراخ بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوراخ اصل نسخہ میں بھی موجود ہے۔ یہ "ل" رسول کا ہے۔ نویں سطر کا اختتام "رسو" پر ہوتا ہے جس کا "ل" دسویں سطر کے آغاز میں ہے۔

گویا اس گرامی نامہ کی اہمیت اور قدامت کا پورا اہتمام کرتے ہوئے انتہائی فنی کام انجام دیا گیا ہے۔

اس دستاویز کا تعارف تینون زبانوں میں استاد کمیل نجیب ابو صوّان Mr.Camille Aboussouan نے لکھا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس گرامی نامہ نے کسریٰ کے دربار کے بعد کہاں کہاں سفر کیا ہمیں نہیں معلوم۔ اس دن تک یہ دستاویز ناپید تھی، جس دن سنہ ۱۹۶۲ میں Mr. Henry Pharaon نے ہمیں ایک پرانی پوسیدہ کھال پر ایک دستاویز دی جو بیچ سے پھٹی ہوئی تھی اور اس کے آخر میں ایک مہر تھی۔ انہوں نے ہم سے اس دستاویز کے بارے میں ہماری فنی اور تحقیقی رائے معلوم کی۔

ہم اس فن میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے ہم نے اسی کے دوسرے دن یہ دستاویز ڈاکٹر صلاح الدین منجد کو دے دی۔ وہ اس فن کے ایسے ماہر ہیں جن کی مہارت اور صداقت کے بارے میں دو رائے نہیں ہیں۔

انہوں نے اس دستاویز پر مہینوں کام کیا اس کے بعد ہمیں یہ تحقیقی تصدیق کرکے انگشت بدندان کر دیا کہ یہ اصل نامہ گرامی ہے۔

... سچی بات یہ ہے کہ اس کی قیمت کا تعین نہیں ہو سکتا۔ اس کے ذریعہ ہم اسلام کے اس روحانی اور زمانی حالات تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں جس سے اسلام صدیون میں گذرا ہے۔

یہ تو استاد کمیل نجیب ابو صوّان کی گفتگو تھی۔

اب ڈاکٹر صلاح الدین منجد کی بات سنیں۔ انہوں نے الحیاۃ بیروت مورخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ میں لکھا ہے کہ:

یہ وثیقہ انہیں ہنری فرعون کی طرف سے اکتوبر/نومبر ۱۹۶۲ کے آخر میں ملا۔ وہ اس انکشافات پر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اس کی ایک ایک سطر کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کیا اور اسے فنی اور کیمیاوی تحقیقات کے ذریعہ پرکھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ان

تحقیقات کے نتیجہ میں بڑی مسرت کے ساتھ ۲۲ مئی ۱۹۶۳/ ۷ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ میں تمام محققین کے سامنے پیش کیا۔ جس میں انہوں نے اس بات کی توثیق کی کہ کیمیاوی آزمائشوں اور فنی مطالعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ عہد نبوی ﷺ کا اصل مکتوب ہے۔

ہم نے "الحیاۃ" اور "Le Jure" کے متعلقہ صفحات کا عکس اپنے اس مقالہ میں شامل کر دیا ہے۔ تاکہ یہ اہم دستاویز منتشر ہو جائے۔

اس دستاویز میں چند اہم باتیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ اس دستاویز کا متن تاریخی کتابوں میں موجود متن سے مطابقت رکھتا ہے۔

۲۔ عمومی مورخین کے اقوال کے مطابق اس پر پھاڑے جانے کا نشان موجود ہے۔

۳۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجد نے جدید ترین فنی تحقیقات کے مطابق اس کے اصل ہونے کی توثیق فرمائی ہے۔

(۱۴) منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام گرامی نامہ[41]:

بحرین پر فارس کی حکمرانی تھی۔ وہاں کا گورنر منذر بن ساوی تھا۔ رسول اکرم ﷺ سے اس کی خط وکتابت تھی۔ اس کے نام رسول اکرم ﷺ کے خطوط اور ان کے جوابات تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے رسول اکرم ﷺ کے ایک گرامی نامہ کا اصل نسخہ مشہور یہودی مستشرق، (A.Sprenger) اِلَای اشپرنگر کو شام میں کسی شخص کے پاس ملا تھا۔ اس کی تصویر اس نے جرمن مستشرقین کی انجمن کے

---

[41] ابن سعد: طبقات: ج ۱، ص ۲۷۶ / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۴۳/اس گرامی نامہ پر ایک مضمون گرامی نامہ کے عکس کے ساتھ Zeitschript.D.M.G.BEd: XVII:Leipzig:۱۹۶۳:PP۳۸۵-۳۸۹ میں چھپا ہے یہ مضمون دراصل S.Ztseehr.Bd.XVI کے صفحہ نمبر ۲۵۶ سے نقل کیا گیا ہے۔

رسالہ ZDMG کی جلد ۱۷، سنہ ۱۸۶۳ء میں ص ۳۷۵۔۳۸۸ پر تصویر اپنی تحقیقی رائے کے ساتھ شایع کی تھی۔ یہ خط بھی توپ قاپی میوزیم استنبول ترکی میں شمارہ T.M.P. Inv. No.۳۹۷ کے ذیل میں موجود ہے۔ [۴۲]

(۱۵) فرمانروایان حمیر (یمن۔روم) کے نام رسول کریم ﷺ کا گرامی نامہ [۴۳]:

یمن کے علاقہ حمیر (جو اس زمانہ میں روم کی فرمانروائی میں تھا) کے فرمانرواؤں، حارث بن کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان (ذی رعین)، معافر و حموان نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا۔ اس کے ذریعہ انہوں نے اپنے اسلام لانے اور مشرکین سے قتال کی خوشخبری دی۔

آنحضرت ﷺ نے اس وفد کے عرائض سن کر ایک خط تحریر فرمایا۔ بظاہر یہ خط سنہ ۸ یا ۹ ہجری میں لکھا گیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ یمنی رسم الخط میں فرانس کے مرکزی کتابخانہ (BnF) کے شعبہ مخطوطات میں حوالہ نمبر ARABE ۲۰۵ کے ساتھ موجود ہے۔ اس پر ا ربیع الاول ۱۲ ہجری تحریر ہے، جو یقیناً کاتب یا ناقل کی غلطی ہے کیونکہ خط کا متن تاریخ کی کتابوں میں موجود متن سے مطابقت رکھتا ہے۔

یہ قلمی نسخہ بیل کی موٹی کھال پر لکھا ہوا ہے۔ یہ کل ۴ اوراق اور ۶۷ سطروں پر مشتمل ہے۔ پہلا ورق ۱۸x۴۳ سم اور ۲۶ سطروں پر۔ دوسرا ورق ۱۸x۴۰ سم اور تیرہ سطروں یعنی سطر ۲۷ سے ۳۹ تک پر۔ تیسرا ورق ۱۸x۴۲ سم اور ۱۸ سطروں یعنی سطر ۴۰ سے ۵۷ تک پر اور چوتھا ورق ۱۸x۴۴ سم اور ۱۱ سطروں یعنی ۵۷ سے ۶۷ سطروں پر مشتمل ہے۔

---

[۴۲] Hilmi Aydin : The Sacred Trust. P.۹۸

[۴۳] یعقوبی: تاریخ، ج۱، ص۷۹۔۸۱ / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ ص ۲۲۰

"والد علام آیۃاللہ سید حسین مرتضٰی نقوی مدظلہ العالی نے اس نسخہ کو ملاحظہ فرمایا۔ انہوں نے اپنے سفر پیرس ۱۱نومبر ۲۰۰۶ء سے واپسی پر مورخہ ۱۲دسمبر ۲۰۰۶ء کو اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"میں نے اس نسخہ کا بغور مطالعہ کیا۔ ذرا موٹی بیل کی کھال پر لکھاہوا یہ نسخہ بہت اچھی حالت میں ہے۔ یہ نسخہ گتہ کے ایک بکس میں ہے جس پر ریگزین چڑھی ہوئی ہے۔ اس نسخہ کے ساتھ ڈیوڈ کوبن کا مقالہ اسی بکس میں رکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ کی آخری دو سطریں باقی متن کے مقابلہ میں نسبتاً ہلکی روشنائی سے لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو سطریں اصل نسخہ میں مٹ گئی تھیں ۔ بعد میں کسی نے تحریر کی ہیں۔ غالباً بعد میں لکھنے والے ناسخ نے تاریخ لکھنے میں غلطی کی ہے۔"

یہ نسخہ ۱۹۶۶ء میں مسٹر ام۔پی۔جیرمی Mr.M.P.Jarmy کوملا تھا۔ وہ کافی کوشش کے باوجود اس کو پڑھنے میں ناکام رہے۔اس لیے انہوں نے یہ خط Du Groupe {Linguistiquep d,e bides Chamito Se,mitiques{E.L.E.C.S کے ماہرین کے حوالہ کیا۔ ان سے اس پر تحقیق کی درخواست کی۔ اس ادارہ کے ماہرین نے کئی برس اس کی تحقیق و جستجو کے بعد اس نسخہ کو پڑھا۔ اپنی تحقیق کا نچوڑ اس نسخہ کی فوٹو اور رومن عربی متن فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ مسلمان مصادر سے اس کی تطبیق کے ساتھ ۱۲مئی ۱۹۷۱ کو شائع کیا۔اس مقالہ میں جو پروفیسر ڈیوڈ کوبن نے لکھا ہے، پروفیسر صاحب نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کاتب اور ناقل، بظاہر نہ عربی زبان پر مہارت رکھتا تھااور نہ ہی یمنی رسم الخط میں مہارت رکھتا تھا۔ اس لئے اس نسخہ میں کافی غلطیاں موجود ہیں۔"

اس نسخہ کی تصویر اور سلائیڈ نیز پروفیسر ڈیوڈ کوبن کے مقالہ کی فوٹو کاپی ہمارے پاس موجود ہے۔

(۱۶) اہل نجران کے ساتھ معاہدہ[۴۴]:

نصاریٰ نجران سے رسول اکرم ﷺ کے دو متن تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک معاہدہ کے نسخے یمن اور ایا صوفیا استنبول میں مراد ملا عاطف اور فیض اللہ کے مخطوطات میں موجود ہیں۔

حمید اللہ نے اس کے جس نسخہ کا متن نقل کیا ہے اس کے آخر میں یہ عبارت درج ہے:

"یحییٰ بن آدم نے کہا: میں نے نجرانیوں کے پاس ایک خط دیکھا۔ جس کا متن نسخہ کے مطابق تھا۔ اس کے آخر میں لکھا تھا:

کتبه علی بن ابی طالب ! .....

جبکہ خود اسی نسخہ میں لکھا ہے:

کتبہ عبداللہ بن عمر۔

ڈاکٹر حمید اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اصل خط سے عبداللہ بن عمر نے نقل کیا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نسخہ عہد نبوی کے فوراً بعد کا ہوگا۔

(۱۷۔۱۸) اہل نجران کے نام گرامی نامے[۴۵]:

یوں تو اہل نجران کے نام آنحضرت ﷺ کے کئی گرامی نامے تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں لیکن ان میں سے دو اہم ہیں۔ یہ گرامی نامے ۲۶۵ ہجری میں حبیب نامی عیسائی راہب نے بیت الحکمہ کے مخطوطات میں دیکھے تھے۔ اس کی روایت کے مطابق یہ

---

[۴۴] ابن سعد: طبقات: ج ۱: ص ۲۸۷۔۲۸۸ / یعقوبی: تاریخ: ج ۲: ص ۸۳ / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ ص ۱۷۵

[۴۵] حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۸۰

دونوں بَیل کی کھال پر تحریر ہیں۔ ان پر رسول اکرم ﷺ کی مہر مبارک کا رنگ زرد ہوگیا ہے۔

(۱۹) حارث بن ابو شمر الغسانی کے گرامی نامہ[۴۶]:

حارث بن ابو شمر الغسانی کے نام رسول اکرم ﷺ کا ایک گرامی نامہ۔ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو غالباً اصل ہے۔ توپ قاپی میوزیم، استنبول، ترکی میں شمارہ T.P.M. Inv. No.۲۱/۶۷ کے ذیل میں موجود ہے۔[۴۷]

(۲۰) مسیلمہ کذاب کے نام گرامی نامہ:[۴۸]

تاریخ میں آنحضرت ﷺ سے اس دور کے جھوٹے دعوے دار نبوت مسیلمہ کذاب اور نبی اکرم ﷺ کے درمیاں سنہ ۱۰ ہجری میں خط وکتابت کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے نبی اکرم ﷺ کے ایک گرامی نامہ کا ایک نسخہ جو غالباً اصل ہے توپ قاپی میوزیم، استنبول، ترکی میں شمارہ .T.P.M. Inv. No.۲۱/۱۶۹ میں موجود ہے۔ اس کا حجم ۱۵X۲۲ سم ہے۔

---

[۴۶] ابن سعد: طبقات: ج۱: ص۲۶۱/ طبری: تاریخ: ج۲: ص۱۲۸/ حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص۱۲۶

[۴۷] Hilmy Aydin: The Sacred Trust P.۱۰۰

[۴۸] یعقوبی: تاریخ: ج۲ ص۱۳۰/ ابن ہشام: سیرۃ: ص۸۶۶/ طبری: تاریخ، ج۲: ص۲۰۳_۲۰۴/ حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص۳۰۴_۳۰۵/ Hilmy Aydin: The Sacred Trust P۹۰.

(۲۱) مہدی فروح اور ان کے عزیزوں کے نام گرامی نامہ [۴۹]:

یہ خط سلمان محمدی کے بھائی مہدی فروح ابن شخسان اور ان کے عزیزوں کے نام ہے۔

یہ خط حضرت علی ابن ابی طالب نے رسول اکرم ﷺ کے حکم پر ان کی طرف سے سرخ اونٹ کی جھلی پر تحریر فرمایا ہے اور اس کے گواہ درج ذیل ہیں:

ابوبکر ، عمر ، عثمان ، طلحه ، زبیر ، عبدالرحمن بن عوف، سلمان ، ابوذر ، عمار ، صهیب ، بلال ، مقداد بن اسود و جماعة من المؤمنین ...

اس خط کا عربی متن امام حافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی نے اپنی کتاب ذکر اخبار اصفہان مطبوعہ لائیڈن ۱۹۳۴ عیسوی جلد اول ص ۵۲ پر نقل کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے الوثائق السیاسیۃ ص ۵۴۹ پر اس خط کا متن نقل کرکے مزید حوالے بھی دیئے ہیں جو یہ ہیں:

طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا لابی محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الشہیر بابی الشیخ قلمی نسخہ جو مکتبہ آصفیہ میں علم الرجال نمبر ۲۳۸۔

نیز اخبار اصفہان کے دو قلمی نسخے جو مکتبہ آصفیہ حیدر آباد میں علم الرجال نمبر ۲۳۵،۲۳۶ کے ذیل میں موجود ہیں۔

آیۃ اللہ علی بن حسین علی احمدی نے اپنی کتاب "مکاتیب الرسول ﷺ" میں ص ۳۷۵ سے ۳۷۶ پر اس خط کا متن ڈاکٹر حمید اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس سے

---

[۴۹] ابو نعیم: ذکر اخبار اصبہان: ج۱: ص ۵۲، ۵۳ / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص۵۴۹ / Islamic Culture the Hyderabad Quarterly Reviw: Vol: XVII, ۱۹۴۳: Reprinted In۱۹۷۱. London. p۹۶-۱۹۴, ۱۰۹

پہلے اس خط کا ایک اور متن جو اس متن سے مختصر ہے، ابن شہر آشوب کی کتاب "کتاب المناقب" ج ا ص ۷۶ "، محدث نوری کی کتاب "نفس الرحمٰن "کے باب سوم اور ان ہی کی کتاب مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۶۲ اور علامہ مجلسی کی بحار ج ۶ ص ۳۲۰ سے نقل کیا ہے۔

محدث نوری نے مستدرک میں یہ خط نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انہیں یہ ایک خط ایک پرانے طور ماس میں تحریر کیا ہوا ملا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے اس گرامی نامہ کا ایک اہم نسخہ

Library of the K.R.Cama Oriental Institute Mombay India میں محفوظ ہے۔ The K.R. Cama Oriental Institute کی ٹرسٹی اور اعزازی جوائنٹ سیکرٹری Mrs. Homai N. Moodi نے والد علام آیۃاللہ سید حسین مرتضٰی (مدظلہ العالی) کے نام ۵ جون ۲۰۰۶ء کو اپنے ای میل میں اس نسخہ کے کتابخانہ میں محفوظ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ یہ نسخہ لائبریری میں 9AH نمبر کے ذیل میں " Ahad Nameh" کے نام سے محفوظ ہے۔

معاصر محترم جناب مولانا زاہد علی ہندی صاحب نے والد علام مد ظلہ العالی کی ہدایت پر خود بمبئی جا کر اس نسخہ کو دیکھا۔ اس کے وجود کی تصدیق کی ہے۔ کتابخانہ کے مسئولین سے اس کی فلم اور فوٹو کی درخواست کا یہ جواب ملا کہ یہ اتنی خستہ حالت میں ہے کہ عام وسائل کے ذریعہ اس کی تصویر برداری ممکن نہیں۔ جدید وسائل ان کے پاس موجود نہیں ہیں۔

اس " عہد نامہ " کا فارسی اور گجراتی ترجمہ پہلی مرتبہ ایک مستقل کتاب کے طور پر سہراب جی، جمشید جی، جیجی بھائی Sohrabjee Jamsetji Jejeebhoy نے حضرت علی -کے ایک گرامی نامہ کے ترجمہ کے ساتھ مرتب کیا تھا۔ ان دونوں گرامی ناموں کے

فارسی اور گجراتی ترجمہ کو جو سہراب جی جمشید جی جیجی بھائی نے کیا تھا پہلی مرتبہ سر جمشید جی جیجی بھائی نیتSir Jamsetji Jejeebhoy knt نے جام جمشید پریس بمبئی ہندوستان سے ۱۲۲۱ سنہ یزدجردیہ مطابق ۱۸۵۰ عیسوی میں شائع کیا تھا۔اس کتاب کا نسخہ بھیLibrary of the K.R.Cama Oriental InstituteMombay India میں ۲۹۵. ۸۲ Jej/Tug نمبر کے ذیل میں موجود ہے۔

کتاب کا نام:

TUQVIUTI-DIN-I-MAZDASNA ہے یہ کتاب ۷۸ گجراتی اور ۴۶ فارسی صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کا ایک نسخہ والد علام مدظلہ العالی کے ایک دوست جناب رضا شعبان علی صاحب نے حاصل کرکے انہیں ارسال کیا ہے جو ہمارے کتابخانہ بنام مکتبۃ القائم "عج" قم ایران میں موجود ہے۔

کتاب کے فارسی سرورق پر لکھا ہے:

عہدنامہ

نقل مطابق اصل

حسب الحکم جناب عمدۃالاعاظم ولاعیان سر جمشید جی جیجی بھائی نیت دام اقبالہ

مطبوع نموہ نمودہ شد

۱۲۳۱ یزدجردی

مطابق ۱۸۵۱ عیسوی

کتاب کے دوسری طرف انگریزی سرورق ہے جس پر طویل عبارت لکھی ہوئی ہے، ابتداء یہ ہے:

TUQVITI -I- MAZDIASANA

or

TRANSLATED INTO GOOZRATHEE

BOMBAY

۱۸۵۱

کتاب میں ص ا سے ص ۱۰ تک نبی اکرم ﷺ کے نامہ مبارک بنام فروح کا عربی متن ہے۔ ص ۱۱ پر گول دائرہ میں "صل اللہ ولیہ وسلم" لکھا ہے۔ ص ۱۲ سے ص ۱۸ پر امیر المومنین -کے ایک خط کا عربی متن ہے جو مجوسی عالم اور مجوسیوں کے متولی بھرام شاد بن خیر ادرس کے نام ہے۔ یہ بھرام شاد، آذر باد بن مار اسفندار الفارس کے خاندان سے ہے۔ یہ خط حضرت علی -کے حکم سے امام حسین -نے رجب ۳۹ ہجری میں تحریر فرمایا تھا۔

ص ۱۹ سے ۲۳ پر امیر المومنین -کے خط کا قدیم فارسی ترجمہ ہے۔

ص ۲۴ و ۲۵ پر اس فارسی ترجمہ نیز عربی نسخوں اور متون کے بارے میں لکھا ہے کہ:

یہ اوراق سیکڑوں برس پرانے لکھے ہوئے ہیں۔ جو سہراب جی جمشید جیجی بھائی کے جمع کردہ ہیں۔ چونکہ دوسرے عہد نامہ (یعنی حضرت علی -کے خط) کا پرانے زمانہ کا فارسی ترجمہ موجود تھا اس لیے ہم نے اس کو عیناً نقل کردیا ہے۔ پھر ہم نے ان دونوں عربی عہد ناموں کا خلاصۃً فارسی ترجمہ کیا ہے۔

نیز گجراتی میں کچھ مطالب:

کتاب تفسیر فتح العزیز جزو عم

غیاث اللغات

مشارق الانوار

شرح مشکات شریف

اخلاق المحسنین

روضۃ الصفا

اور معارج النبوة

جناب اسفند یار جی کامدین جی کے حکم سے نقل کیے ہیں۔ یہ عہد نامہ

کتاب جیب السیر

مناقب مرتضوی

اور جلاء العیون

میں موجود ہے۔

ص۲۶ کا آغاز "بنام ایزد بخشائندہ ایزد بخشایشگر مہربان" سے ہے۔ اس صفحہ میں شروع میں مہدی فروح کے نام عہد نبوی ﷺ کے بارے میں چند سطریں تحریر کرکے آخری سطر میں فارسی ترجمہ شروع کیا ہے جو ص۲۷ پر ختم ہوتا ہے۔

ص۳۸۔۴۳ پر حضرت علی علیہ السلام کے عہد نامہ کا فارسی ترجمہ ہے جو ص۴۳ کی سطر ۵ پر ختم ہوتا ہے۔

ص۴۳ کی سطر ۶ سے ص۴۶ تک خاتمہ ہے۔ اس خاتمہ کے آخر میں چند اردو اشعار درج ہیں جو یہ ہیں۔

ابیات

عذر[50] خدمت میں ابوالالباب کے
سب بزرگوں اور سب احباب کے
ہی یہی اس عاصی ناچیز کی
جو نہیں رکھتا ہی بو تمیز کی
کر[51] خطا دیکھو تو ہونا عیب پوش

---

[50] عذر = عرض

[51] کر = گر

نار ہوا اصلاح سے اس کی خموش

ص۴۶ کی سطر ۲ سے ۴ میں لکھا ہے:

در مطبع دور بین بحیز

طبع د آمد فلسنہ ۱۲۶۸

تمت

دوسرے صفحہ سے پہلا صفحہ انگریزی ٹائیٹل ہے، دوسرا صفحہ خالی ہے تیسرا صفحہ گجراتی ٹائیٹل ہے، چوتھا صفحہ خالی ہے۔ پانچویں صفحہ پر انگریزی میں انتساب ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے:

Sir, JAMSETJEE JEJEEBHOY. KNT.

AS A TOKEN OF FILIAL LOVE

AND

DEVOTION

THE ACCOMPANYING TRANSLATION

IS

DEDICATED

BY

HIS DEFITUL AND AFFECTIONATE SON

SORABJEE JAMSETJEE

لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سہراب جی جمشید جی، جمشید جی جیجی بھائی نیت کے فرزند ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس گرامی نامہ اور حضرت علی علیہ السلام ۔کے چند گرامی ناموں کو جو مختلف غیر مسلموں کے نام ہیں عہد حاضر کی ایک مجوسی محقق بیگم میتھو

کورلاوالاMr. Mithoo Coorlawala نے انگریزی ترجمہ اور شرح کے ساتھ "عہد نامہ
ہا" AHAD NAMAHA (Covenants of Faith) کے نام سے مرتب کیا ہے۔
یہ کتاب ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کا پہلا ایڈیشن نومبر ۱۹۹۱ء میں ، دوسرا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ستمبر ۱۹۹۵ میں اور تیسرا ایڈیشن جو ہمارے سامنے ہے مارچ ۲۰۰۳ء میں

Bombay Samachar Marg, ۱۳۶The K.R. Cama Oriental Institute,
۴۰۰۰۲۳Mumbai سے شائع ہوا ہے۔

اس کتاب کی جلد کی پشت پر فاضل مصنفہ نے حضرت امیر المؤمنین کے گرامی نامہ کے ایک نسخہ کی تصویر دی ہے۔

یہ گرامی نامہ حضرت علی علیہ السلام نے رجب ۳۹ ہجری مطابق ۶۶۱ء کو لکھا تھا۔ یہ گرامی نامہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد گرامی علیہ السلام کے حکم اور املاء سے تحریر فرمایا تھا جو اس عہد نامہ کی پہلی اشاعت میں ۱۸۵۰ میں بھی چھپ چکا ہے۔
اس نسخہ کی تصویر فاضل مصنفہ نے مذکورہ لائبریری سے حاصل کر کے دی ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے خط کا یہ نسخہ اصفہان میں چھل ستون میوزیم میں نمبر ۹۸ کے ذیل میں موجود تھا۔ جہاں سے یہ فوٹو لائبریری والوں نے حاصل کی تھی۔

ڈاکٹر کریم نجفی برز گر کے بقول وہ جولائی ۲۰۰۶ء میں (اس وقت وہ دانشگاہ پیام نور قم کے رئیس یعنی چانسلر تھے) والد علام مد ظلہ العالی کی ہدایت پر اس نسخہ کی تلاش میں اصفہان گئے۔ انہیں چہل ستون میوزیم والوں نے بتایا کہ یہ نسخہ وہاں ضرور تھا لیکن اب وہ کسی اور میوزیم میں منتقل کیا جا چکا ہے۔ اس وقت جو ذمہ دار افراد وہاں موجود تھے وہ نہیں بتا سکے ، کہ یہ نسخہ کس میوزیم یا لائبریری میں منتقل کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر فاضل مصنفہ نے Tuqviuti-Dini-Mazdiasna کے سرورق کی تصویر دی ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۸ پر رسول اکرم ﷺ کے اس گرامی نامہ کے مذکورہ نسخہ کے آخری صفحہ کی تصویر دی ہے جو حضرت سلمان محمدی کے بھائی فروح کے نام ہے۔ جس کا مکمل حوالہ ہم نے اپنی گفتگو کے آغاز میں دیا ہے۔

فاضل مصنفہ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ: ۱۹۲۵ میں ان عہد ناموں کا انگریزی میں ترجمہ مع فٹ نوٹس کے G.K. Nariman نے کیا تھا جو مزید اصلاحات کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں Cowasrjee Nusserwanji Dinshaw نے بمبئی سے شائع کیا تھا۔

فاضل مصنفہ نے رسول اکرم ﷺ کے اس گرامی نامہ کی جو تصویر صفحہ نمبر ۴۸ پر شائع کی ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ تیسری چوتھی صدی ہجری کے قریب کا ہے۔ بہت خوشخط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ تمام متن پر اعراب لگے ہوئے ہیں۔ ناسخ یا کاتب اہلسنت ہے۔

(۲۲) ہرقل مصر کے نام رسول اکرم ﷺ کے خط کے ایک نسخے کی دریافت

اس خط کے بارے میں ،٦ رجب ۱۴۲۹ھ (۹ جولائی ۲۰۰۸ئ) کو ریڈیو ایران سے ایک خبر شائع ہوئی کہ اس خط کا اصل نسخہ ایک یمنی شخص کے پاس ہے جو امارات متحدہ عربی میں رہتا ہے۔ تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ خبر ایک عربی ویب سائٹ پر نشر ہوئی ہے۔ اس سائٹ میں ، مالک کا نام نہیں دیا ہے۔ صرف اس سے ایک گفتگو کی ہے جس میں اس شخص نے کہا کہ یہ خط جو اس کے پاس ہے اصلی ہے اور اسے ایک عظیم قلمی کتابوں کے خزانہ کے ساتھ میراث میں ملا ہے۔ اس نے اس خط کی مختلف سائنسی اداروں سے ،جرمنی اور مصر میں توثیق کرائی ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ خط (کاغذ اور سیاہی) ایک ہزار سال سے زیادہ پرانا ہے۔ اس کی کوئی تصویر شائع نہیں کی گئی ہے۔ دوسرے خبری ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اس خط کو ۱۴ ملین ڈالر میں نیلام کرنا

چاہتا ہے۔ فی الحال اس خط کے بارے میں اس سے زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں۔

(۲۳)مکہ والوں کے نام رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے، حضرت علی علیہ السلام سے ایک بہت مفصل روایت نقل کی ہے۔ اس روایت میں حضرت علی علیہ السلام نے یہودی علماء کے سوالوں کے جواب میں اپنے وصی نبی اکرم ﷺ ہونے کے ثبوت میں نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے دوران اپنے سات امتحانوں نیز رحلت نبوی ﷺ کے بعد اپنے ساتھ امتحانوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ان میں سے نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہونے والے ساتویں امتحان کے ذیل میں حضرت علی علیہ السلام رسول اکرم ﷺ کی جانب سے مکہ کے کفار و مشرکین کے نام ایک تحریری گرامی نامہ کا ذکر فرمایا ہے۔

یہ گرامی نامہ حضرت علی ؑکے فرمان کے مطابق:

- ہدایت
- اللہ جل جلالہ، کے رسول کی طرف دعوت
- عذاب الٰہی سے آگاہی
- صلح و امان کی دعوت
- توبہ اور ہدایت قبول کرنے کی صورت میں اللہ جل جلالہ کی طرف سے گناہوں کی مغفرت نیز عذاب سے نجات کی خوشخبری

نیز

- سورۂ براءت کی آیتوں پر مشتمل تھا۔

ہم یہاں اس مفصل روایت سے صرف یہ واقعہ نقل کر رہے ہیں:

اے یہودی بھائیو !

رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کرنے کاارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے چاہاکہ مکہ پر یلغار کرکے اسے فتح کرنے سے پہلے ان پر حجت تمام فرمادیں۔ ان کے لئے عذر نہ چھوڑدیں۔ ایک مرتبہ پھر آخری مرتبہ اسی طرح انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلالیں جس طرح پہلی مرتبہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تھا۔

اس لئے،

آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنے اس گرامی نامہ میں انہیں آگاہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی خبر دی۔ صلح اور امان کی دعوت دی۔ ان کو اللہ کے عذاب سے بخشش اور مغفرت عطا کیے جانے کی خوشخبری دی۔

نیز ـــــــــ،

گرامی نامہ کے آخر میں ان کے لئے سورہ براءت کی آیتیں تحریر کروائیں۔ ارادہ فرمایا کہ آپ ﷺ کا یہ گرامی نامہ مکہ لے جاکر ان لوگوں کو پڑھ کر سنایا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ ذمہ داری اپنے تمام اصحاب کے سامنے پیش کی۔ پوچھا:

میرا یہ پیغام لے جانے اور پہچانے کی ذمہ داری کون قبول کرے گا؟

سب نے اس ذمہ داری کے ثقل اور وزن کو محسوس کیا۔ کوئی بھی تیار نہ ہوا۔

آنحضرت ﷺ نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی۔ ان میں سے ایک شخص سے فرمایا:

تم یہ خط لے جاؤ۔ پڑھ کر سناؤ۔

اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے۔ عرض کی:

اے محمد مصطفیٰ ﷺ !

یہ ذمہ داری یا آپ خود ادا کریں یا آپ کے اہل بیت علیہم السلام کا کوئی فرد!

رسول اکرم ﷺ نے مجھے یہ بات بتائی۔ مجھے اپنے خط اور پیغام کے ساتھ مکہ والوں کی طرف روانہ فرمایا۔

میں مکہ پہنچا۔

تم سب جانتے ہو۔ مکہ والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کو مجھ سے عداوت نہ ہو۔

میری دشمنی میں ان میں سے ایک ایک کا عالم یہ تھا کہ ان کا بس چلتا تو وہ مجھے قتل کرکے، میرا قیمہ بنا کر میرے جسم کے ٹکڑے پہاڑوں کی چوٹیوں پر منتشر کردیتے۔ خواہ اس بات کی خاطر ان کو اپنی مال وآل واولاد اور اپنی جان ہی سے کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑتے!!

اس صورت حال کے باوجود میں نے نبی اکرم ﷺ کا پیغام ان تک پہنچایا۔ آنحضرت ﷺ کا گرامی نامہ پڑھ کر ان کو سنایا۔

اس کے جواب میں ان سب نے مل کر مجھے ڈرایا۔ دھمکایا۔ مجھ پر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ میرے لئے دل میں کینہ باندھ لیا۔ ان کے مردوں عورتوں نے مل کر مجھ پر اپنی دشمنی کا بھرپور اظہار کیا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے، فرمایا:

کیا ایسا ہی نہیں ہوا تھا!؟

اصحاب نے عرض کی:

اے امیر المومنین علیہ السلام!

یقیناً! ایسا ہی ہوا تھا!!

پھر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اے یہودی بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے جن مواقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں میرا امتحان لیا اور مجھے آزمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے ان تمام موقعوں پر فرمانبردار پایا۔ ان موقعوں پر جو فضیلت میرے لئے ہے وہ میرے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہے۔ اگر میں چاہتا تو میں یہ فضیلتیں بھی تمہیں بتا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی ان فضیلتوں کے بیان کرنے سے ممانعت فرمائی ہے!

انہوں نے عرض کی:

اے امیر المومنین علیہ السلام

اللہ جل جلالہ کی قسم !

آپ نے بجا فرمایا۔

(۲۴) خطبۂ فتح مکہ:[۵۲]

فتح مکہ کے موقع پر یمن سے آئے ہوئے ایک شخص جن کا نام ابوشاہ تھا، نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمائش کی کہ یہ خطبہ ان کو لکھ کر دے دیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ خطبہ ابوشاہ کو لکھ کر دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ یہ خطبہ ابوشاہ کو تحریر کر کے دیا گیا۔

(۲۵) مہر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر کا ایک نمونہ تو وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان گرامی ناموں پر ملا ہے جن کے نسخے توپ قاپی میوزیم میں موجود ہیں۔

---

[۵۲] ابن اثیر: اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۵۶۱ / حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ ص ۹۰

اس کے علاوہ توپ قاپی میوزیم ہی میں ایک مہر مبارک انتہائی اعلیٰ درجہ کے عقیق یمنی پر کندہ موجود ہے۔ اس کے اندراج کا نمبر T.P.M. Inv. No.۲۱/۱٦٧. ہے۔ [۵۳] والد علام مد ظلہ العالی کے بقول یہ بہت قیمتی عقیق یمنی ہے۔ اس کو دیکھ کر دیکھنے والے کی آنکھیں روشن و منور ہو جاتی ہیں۔ یہ گراں قدر عقیق یمنی، بہت قیمتی یاقوتِ سرخ سے بھی زیادہ اعلیٰ اور قیمتی ہے۔ [۵۴]

(۲٦) لوح فاطمہ

عہد نبوی ﷺ کے مکتوبات میں ایک لوح کا ذکر ملتا ہے۔

یہ لوح رسول اکرم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کو عطا فرمائی تھی۔

یہ لوح کتب حدیث و تاریخ میں "لوح فاطمہ علیہا السلام کے نام سے مذکور ہے۔

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی کتاب الکافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کیا کہ جابر نے امام علیہ السلام کو بتایا کہ انہوں نے حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کے پاس ایک لوح دیکھی تھی جس میں ان کی اولاد سے ہونے والے تمام اوصیاء کے نام تھے۔ نیز یہ کہ جابر نے اس لوح کی خود بھی ایک نقل تیار کی تھی۔ یہ نقل جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام کو بھی دکھائی تھی۔ اس لوح کی

---

[۵۳] Hilmy Aydin: The Sacred Trust P.۹۰

[۵۴] والد علام مد ظلہ العالی نے اپنے سفر ترکی کے دوران اس کی زیارت کی تھی۔ یہ بات انہوں نے کئی بار مختلف محفلوں میں فرمائی ہے۔

مکمل عبارت الکافی میں نقل کی گئی ہے[۵۵]۔ نیز شیخ صدوق نے بھی اپنی کتاب "کمال الدین وتمام النعمۃ" میں اسے نقل کیا ہے[۵۶]۔

(۲۷) امالی رسول اللہ ﷺ بخط علی بن ابی طالب علیہ السلام[۵۷]

مصنفین کی فہرستوں، اور حدیث کی عام تاریخوں نے بلا اختلاف حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کو جامع حدیث اور مؤلف صحیفہ[۵۸]، یا امالی لکھا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے:

حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ ابن سَعِیْد، قَالَ جَرِیْدُ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا التیمی عَنْ اَبِیْه، قَالَ: قَالَ عَلِیٌّ: مَا عِنْدَنَا کتَاب نَقْرَاَهُ الا کتَابُ اَللّٰہِ، غَیْرهٰذه الصَّحِیْفَة.[۵۹]

ترجمہ:

تیمی اپنے والد کی زبانی کہتے ہیں کہ، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے پاس پڑھنے کی کتابوں میں قرآن کے بعد اس صحیفہ کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں۔

---

۵۵) کلینی: الکافی: ج ا: ص ۳۲۱۔ ۳۲۳

۵۶) صدوق: کمال الدین: باب ۲۸: باب ذکر النص علی القائم فی اللوح الذی الصلاۃ اللہ عز وجل الی رسول ودفعہ الی فاطمۃ...): ص ۲۹۰۔ ۲۹۴

۵۷) اس کتاب کا ذکر ہم "نبی اکرم ﷺ کے مکتوبات ورسائل کے ذیل میں صفحہ پر کر چکے ہیں۔ وہاں ہم نے صرف اشارۃً ذکر کیا تھا یہاں ہم اس کی تفصیل تحریر کر رہے ہیں۔ اس تفصیل کا پہلا حصہ جد امجد حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل لکھنوی قدس سرہ الشریف کا تحریر کردہ ہے جسے "تاریخ تدوین حدیث ص ۲۱۔ ۲۹ سے نقل کر رہے ہیں۔ اس کا آغاز یہاں سے ہے۔ دوسرا حصہ والد علام مدظلہ کا تحریر کردہ ہے۔ جس کا حوالہ اس حصہ کے آغاز میں ملے گا/ صحیح بخاری، ۳/۳۹/۲، ۲۵/۲/۷/۲/ سنن ابی داود: ۲۴/۱۱، ۳۸/۹۰، ۴/۴

۵۸) صحیح مسلم ج ۲ باب التثبیت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ص ۴۱۴ بحوالہ تاریخ اہل حدیث ص ۳۳۳۔ مرتضیٰ

۵۹) ص ۳۲۴ (طبع اول ۱۹۵۳ء)

غالباً اس کتاب کی توضیح میں "تاریخ حدیث"[60] کی یہ عبارت مفید ہوگی کہ:

" صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو جحیفہ (صحابی) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا کہ آیا آپ کے پاس ایسے مسائل بھی ہیں جو ہوں تو وحی خدا سے لیکن قرآن مجید میں (بالتصریح) موجود نہ ہوں؟ تو آپ نے (جواب میں) فرمایا:

خدا کی قسم! جو گٹھلی کو پھاڑ کر اگانے والا ہے، اور سب مخلوق خدا کا پیدا کرنے والا ہے ہمارے پاس مکتوبی صورت میں تو صرف قرآن (شریف) ہے۔ ہاں قرآن کا فہم (استنباط) بھی ہے جو خدائے تعالیٰ اپنے کسی مسلم (بندے) کو عطا کردے۔ اور نیز یہ جو، اس صحیفہ میں ہے، پھر میں (ابو جحیفہ) نے عرض کیا کہ اس صحیفہ میں کیا (لکھا) ہے؟

آپ نے فرمایا: قتل نفس اور قطع اعضاء وغیرہ کے جرائم میں مظلوم کو معاوضہ دلانے اور (مسلمان) قیدی کو (دشمن سے) چھڑانے کے احکام (لکھے) ہیں۔

نیز یہ (لکھا) ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

---

[60] ص ۳۲۴ (طبع اول ۱۹۵۳ء)

اس روایت میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ یہ مسائل حضرت علی علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ نے لکھوائے تھے یا آپ نے خود اپنی یادداشت کیلئے لکھ رکھے تھے۔ لیکن جابر کی مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسائل آپ کو آنحضرت ﷺ نے لکھوائے تھے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَتَبَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ عَلَىٰ كُلِّ بَطْنٍ عُقُولَه، ثُمَّ كَتَبَ اَنَّه: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّتَوالىٰ مَولىٰ رَجُلٍ بِغَيْرِ اِذْنِه، ثُمَّ اُخْبِرْتُ اَنَّهُ لَعَنَ فِی صَحِيْفَتِه مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ .

حضرت جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لکھوایا کہ ہر بطن کی دیت اس کے اپنے ذمے ہے۔ پھر یہ بھی لکھوایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کا خود بخود مالک بن بیٹھے۔

پھر مجھے یہ خبر دی گئی کہ آپ نے (اس) صحیفے میں ایسا کرنے والے پر لعنت بھی ذکر کی ہے"[61]۔

ڈاکٹر حمید اللہ کے مقدمۂ "صحیفہ ہمام بن منبہ" ص ۴۰ سے کچھ اور تفصیلات بھی فراہم ہوتے ہیں کہ انہوں نے ابوجحیفہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

ایک اور روایت کے الفاظ بخاری[62] میں یوں ہیں:

حضرت علیہ السلام نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور کہا:

---

[61]) تاریخ حدیث: ص ۳۲۵۔ یہ پوری عبارت کتاب مذکور ہی سے نقل ہے۔ مرتضیٰ

[62]) بحوالۂ بخاری: کتاب العلم: باب کتابۃ العلم (۲۹۳ حدیث ۱)

> ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جسے ہم پڑھیں بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو اس صحیفہ میں ہے۔
> اس میں زخم کے بھر جانے (دیت) کے قواعد (جراحات) اونٹوں کی عمریں (بغرض زکات) ہیں۔ یہ درج ہے کہ مدینہ، جبل عیر سے فلاں مقام تک حرم ہے جو کوئی وہاں قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب ہی کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی معاوضہ یا بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ جو معاہداتی بھائی اپنے معاہداتی بھائی (فریق ثانی) کی اجازت کے بغیر کسی اور گروہ سے معاہداتی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر بھی اسی طرح (لعنت) ہے۔ مسلمانوں (میں سے ہر ایک) کی ذمہ داری ایک ہی ہے (یعنی ایک کا دیا ہوا امن سب پر پابندی عائد کرتا ہے) جو کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے اس پر بھی اسی طرح لعنت ہے۔

اس واقعہ کی ایک دوسری روایت عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی کی کتاب "المصنف"[۶۳]، میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ یہ روایت اس طرح ہے:

> جعفر بن محمد علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کی: انہیں رسول اکرم ﷺ کی تلوار کے قبضے پر ایک صحیفہ بندھا ہوا ملا، اس میں یہ بھی تھا کہ اللہ پر سب سے زیادہ گراں وہ شخص گذرتا ہے جو ایسے آدمی کو قتل کرے جو اسے قتل نہ کر رہا ہو اور جو

[۶۳] عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی: المصنف ج ۲ باب النعبہ و من آوی محدث مخطوط حیدر آباد دکن، نیز: ترکی استنبول۔

ایسے آدمی کو مارے پیٹے جو اسے مار پیٹ نہ رہا ہو، جو کسی قاتل کو پناہ دے قیامت کے دن اللہ اس سے کوئی معاوضہ یا بدلہ قبول نہ کرے گا.....

ایک تیسری روایت سنن ابی داود[64] میں ہے جو یہ ہے:

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ (کے ارشادات) سے بجز قرآن اور اس چیز کے جو اس صحیفہ میں ہے کچھ نہ لکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ جبل عائر[65] سے جبل ثور تک ایک حرم ہے جو کوئی قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ .....

ابن المثنّی بیان کرتے ہیں:

اس قصہ میں حضرت علی -نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ فرمایا:

اس (حرم مدینہ) میں نہ گھاس کاٹی جائے، نہ شکار بھڑکایا جائے۔ نہ کوئی لقطہ (کسی کی گری پڑی چیز) اٹھایا جائے۔ بجز اس کے کہ مالک کی تلاش میں عوام کو اطلاع دی جائے۔ اسی طرح کسی شخص کیلئے یہ درست نہیں کہ لڑائی کیلئے وہاں ہتھیار اُٹھائے۔ اور نہ یہ درست ہے کہ وہاں کا کوئی درخت کاٹے بجز اس کے کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو چارہ دے"...........

---

[64] ابی داؤد: سنن، بکتاب المناسک "باب تحریم المدینہ" حاشیہ صحیفہ ہمام۔

[65] جبل عائر مدینہ کی جنوبی حد اور جبل ثور شمالی حد۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ صحیح بخاری کے ایک اور باب[۶۶] میں اس واقعے کی جو تفصیل ملتی ہے، اس سے گمان ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا یہ صحیفہ کافی طویل تھا اور کم سے کم چار سرکاری دستاویزوں کا مجموعہ تھا، یعنی جدول زکات، مدینہ کو حرم قرار دینے کا اعلان، دستور مدینہ، اور خطبہ حجۃ الوداع۔

ممکن ہے یہ دستاویزیں حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے لکھی ہوں، اور مثلاً جدول زکات کی نقلیں مختلف صوبوں میں بھیجی گئیں تو اصل مدینہ ہی میں محفوظ رہی۔ اس سلسلے میں ہم نے خطبہ حجۃ الوداع کا بھی تذکرہ کیا ہے، کیونکہ زیرِ بحث حدیث کا ایک جز اس مشہور خطبے[۶۷] میں بھی ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہی جز خطبہ فتح مکہ بھی رہا ہو......... اور یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ان مختلف دستاویزوں کو ایک کے نیچے ایک چسپاں کرکے لپیٹ رکھا ہو، کتاب کی صورت میں جز بندی نہ کی ہو۔ بہر حال بخاری کی زیر بحث حدیث یہ ہے:

> علی علیہ السلام نے ہمیں مخاطب کیا، ایک منبر پر چڑھے جو اینٹوں سے بنا ہوا تھا، کمر پر ایک تلوار لگی ہوئی تھی، جس میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جو پڑھی جائے بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ پھر آپ نے اسے پھیلایا (فنشرها) تو اس میں اونٹوں کی عمریں درج تھیں۔ اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ عیر سے فلاں مقام

---

[۶۶] بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: مایکرہ من التعمق والتنازع فی العلم (۲۹۶، حدیث ۲)

[۶۷] نیز دیکھئے: خطیب بغدادی: تقیید العلم، ص ۸۸-۸۹

تک مدینہ ایک حرم ہے۔ جو کوئی اس میں قتل کا ارتکاب
کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی لعنت ہے۔

اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ:

مسلمانوں کی ذمہ داری واحد ہے جس کیلئے الامین کا قریب
ترین شخص جد و جہد کرے گا۔ جو کوئی کسی مسلمان کے کئے
ہوئے عہد کو توڑے، تو اس پر اللہ، فرشتوں، اور سب
انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ ایسے سے کوئی بدلہ یا معاوضہ
قبول نہ کرے گا۔[٦٨]

یہاں تک عام اسلامی مصادر اور ان کی رائے تھی۔ شیعہ مصادر میں بعض اور اہم تفصیلات ملتے ہیں۔ فہرست نجاشی (ابوالعباس احمد، نجاشی ۴۵۵ھ) سید حسن صدر (م: ۱۳۵۴ھ) نے "تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام" اور آغائے بزرگ مد ظلہم نے "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" اور دیگر اکابر و محققین نے "صحیفۂ علی علیہ السلام" کو اسلام کی سب سے پہلی کتاب ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب اب تک موجود ہے، چنانچہ "فہرست نجاشی" طبع بمبئی ص ۲۵۵ پر محمد عذافر کے تذکرہ میں ہے کہ:

امام محمد باقر علیہ السلام (شہید: ۱۱۴ھ) نے اپنے
فرزند کو حکم دیا کہ "بیٹا! ذرا کتابِ علی لے آؤ" !کتاب آئی
تو اس ضخیم کتاب کو لوگوں نے دیکھا جس سے امام نے
متعلقہ مسئلہ نکال کر پوچھنے والے کو دکھایا اور فرمایا:

[٦٨] محمد حمید اللہ: مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ: ص ۴۳

هذَا خَطُّ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ امْلَاءُ رَسُوْلِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ و آله .

ترجمہ:

یہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی لکھائی اور حضرت علی -
کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ضخیم کتاب تھی، اور دوسری صدی تک موجود تھی۔ آغائے بزرگ طہرانی تحریر فرماتے ہیں:

امالی، سیدنا و نبینا ابی القاسم رسول الله صلی
الله علیه و آله املاه علی امیر المؤمنین علیه
السلام و هو کتبه بخط الشریف.
هذا اول کتاب کُتب فی الاسلام من کلام البشر
من املاء النبی و خطّ الوصی.[٦٩]

ترجمہ:

آنحضرت ﷺ کی امالی جسے امیر المومنین علیہ السلام نے قلمبند کیا۔ یہ اسلامی عہد میں انسانوں کی پہلی کتاب ہے جسے پیغمبر ﷺ نے لکھوایا اور علی علیہ السلام نے لکھا۔

---

[٦٩]) طہرانی: الذریعہ: ج ۲: ص ۳۰٦

امالی رسول اللہ ﷺ کا خلاصہ:

کتاب امالی صدوق کی سڑسٹھویں مجلس ص ۳۵۴ پر ایک طویل حدیث ہے ،جس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان مبارک سے حسین بن زید نے احکام و حدیث سنے۔ سات صفحے سے زیادہ لمبی روایت کو سُن کر راوی (محمد بن زکریا) نے اپنے شیخ شعیب مزنی سے دریافت کیا کہ یہ بیان اس قدر طولانی کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا:

میں نے حسین بن زید سے یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا تھا:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ حدیث اس کتاب سے لکھی ہے جسے آنحضرت ﷺ نے لکھوایا اور امیر المومنین علیہ السلام نے خود لکھا تھا"[۷۰]۔

نبی اکرم ﷺ کی یہی امالی "صحیفۂ علوی -کے نام سے مشہور ہے۔ آغائے بزرگ نے اس کو بجا طور پر "امالی" کا نام دیا ہے اور "مجمع البحرین" کی عبارت بھی اس کی مؤید ہے[۷۱]۔

امالی کسے کہتے ہیں:[۷۲]

اس کتاب کی نوعیت سمجھنے کیلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امالی کا مطلب سمجھ لیا جائے۔

---

[۷۰]) صدوق: الامالی: ص ۳۵۲

[۷۱]) طہرانی: الذریعہ: ج ۲: ص ۳۰۶ ـ ۳۰۷ / طریحی: مجمع البحرین: ص ۹۲ لفظ "ملائ" کے تحت... یہاں پر جد علام حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل قدس سرہ الشریف کا مقالہ ختم ہوا۔

[۷۲]) از: والد علام آیۃ اللہ سید حسین مرتضیٰ نقوی (مد ظلہ العالی)

امالی دراصل شیوخ و اساتذۂ حدیث کے خطبات (Sermons or Lectures) کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو کوئی شاگرد بطور خود تحریر کر کے استاد یا شیخ کو دے دیتا ہے تاکہ وہ اس کی تصحیح کر دے یا خود شیخ کسی شاگردِ خاص کو اپنی خواہش یا شاگرد کی فرمائش پر اپنے خطبات لکھواتا ہے اور پھر خود ان کی تصحیح کرتا ہے۔[۴۳]

صاحب امالی شیخ کو مملی[۴۴]، لکھنے والے شاگرد کو مستملی[۴۵] کہتے ہیں۔ اس صورت میں وجود میں آنے والی امالی شیخ کے نام سے منسوب کی جاتی ہے کیونکہ دراصل یہ شیخ ہی کی تصنیف ہوتی ہے۔ شاگرد کاتب خاص کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔

امالی مذکورہ:

امالی مذکورہ یعنی "امالی سیدنا و نبیانا ابی القاسم رسول اللہ ﷺ" صحیفۂ علی ؑ کے نام سے مشہور ہے۔ تقریباً تمام مؤرخین اور محدثین نے اسی نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے[۴۶]۔

---

[۴۳] طہرانی: الذریعہ: ج۲: ص ۳۰۵-۳۰۶/ طریحی: مجمع البحرین: ص ۹۲، لفظ "ملائ" کے تحت۔ معلوف: المنجد فی اللغۃ: ص ۷۷۴ کالم نمبر ۱ میں "ملائ" کے تحت۔ (۴ و ۵)

[۴۴] علم الحدیث: ص ۱۶۸

[۴۵] علم الحدیث: ص ۱۶۸

[۴۶] محمد اقبال: اربعین: نووی: ص ۳۳/ محسن الامین: اعیان الشیعہ: ج۱: ص ۵۳۹/ خازن: تفسیر خازن: ج۲: ص ۵۸۶ / علامہ صدرالافاضل: تاریخ تدوین حدیث: ص ۲۷ و ص ۳۰-۳۹ (بحوالہ بصائر الدرجات، تاریخ اہل حدیث، تاسیس الشیعہ لفنون الاسلام: تدوین حدیث: علی نقی)۔ تعارف حدیث ص ۸۷ (بحوالہ جامع العلم وغیرہ بشکریہ مصنف کتاب)۔ الجامع الصحیح للبخاری: ج۱: کتاب العلم: باب نمبر ۵۶: باب کتابۃ العلم: ۱۴۰: ج۴: کتاب الفرائض: باب نمبر ۲۱: باب اثم من تبرأ من موالیہ: ۱۲۸۹ و کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: باب نمبر ۵: مایکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین: ۱۳۲۵ و غیرھا من الابواب متفرقۃ / رجال نجاشی: ص ۲۵۵/ محمد بن عذافر بن عیسی الصیرفی المدائنی کے تذکرہ میں صحیفہ علی ؑ کا ذکر ہے۔ ضروری عبارت یہ ہے:
الصحیح المسلم: ج۱: کتاب الحج: باب فضل المدینۃ: ۴۴۲: و کتاب العتق: باب تحریم تولی العتق غیر موالیہ ۴۵۹: ج۲: کتاب الاضاحی: باب تحریم الذبائح لغیر اللہ: ۱۶۱۔
←

ان مؤرخین و محدثین نے اس "امالی" کے بارے میں جو تفصیلات مہیا کی ہیں، حضرت امام جعفر صادق ـ سے مروی یہ دو روایات ان کا بہترین اور جامع ترین خلاصہ ہیں :

۱ـ "...قلت :"

"جعلت فداک و ما الجامعة؟"

قال :

← "... کتاباً مدروجاً عظیماً... ھذا خط علی واملاء رسول اللہ اذھب انت و مسلمہ وابو مقدام حیث ماشئتم یمیناً وشمالاً فواللہ لا یجدون العلم اوثق عند قوم کان ینزل علیھم جبرئیل... "

سنن: ابی داؤد: حدیث نمبر ۲۰۳۴: ج۲: کتاب المناسک (الحج): باب فی تحریم المدینة: ۱۲۹۱/۱ الصحیح الترمذی: ج۶: ابواب (کتاب) الدیات: باب ماجاء لایقتل مسلم بکافر: ۱۸۱، ۱۱۸۰۔ قال ابو عیسیٰ حدیث علی حدیث حسن صحیح، ابواب (کتاب) الولاء والھبة: باب ماجاء فیمن تولی غیر موالیہ اوادعی الی غیر ابیہ۔ ۱۲۸۶ ص ۲۸۷ پر ہے۔ قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن و صحیح "نیز یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کئی طرق سے مروی ہے۔

(مسلم کے تمام حوالوں اور صحیفہ ـ سے متعلق بعض دوسرے حوالوں کیلئے ہم استاد مکرم پروفیسر شیخ محمد اقبال صاحب کے انتہائی شکرگزار ہیں کہ انھوں نے ان حوالوں کی نشاندہی فرمائی اور انتہائی شفقت کے ساتھ خود تلاش فرما کر عنایت فرمائے۔) الصحیفة الصادقة ص ۴۰ـ ۴۳ (ص ۴۰ = بحوالہ بخاری ابواب الجہاد والسیر (جزیہ) باب ذمة المسلمین۔ ص ۴۱ = بخاری باب اثم من عاھد ثم غدر ۱۷۵۸ (مصنف عبدالرزاق ج۲ باب النھبة و من آوی محدثا، مخطوط حیدر آباد دکن) ص ۴۳ = تقیید العلم للخطیب ص۸۹،۸۸)

الکافی: ج۱: باب ماعند الائمة من سلاح رسول اللہ ﷺ و متاعہ: ۸۱۸۳، ۷ باب فیہ ذکر الصحیفة والجامعة و مصحف فاطمہ: ۱۸۶ـ۱۱۸۵، ۱۸۸ـ۲، ۱۸۸،۷، ۱۸۷،۵ وغیرھم

برقی: المحاسن: کتاب عقاب الاعمال: ح ۹۳: باب عقاب الزانی: ۱۰۷/۵ مشکوة المصابیح: ح ۲۷۲۸: ج ۲: کتاب نمبر ۱۰: کتاب المناسک (الحج): باب ۱۵: باب حرم المدینة: ۱۶۵۔

معارف الاخبار: ص ۴۸ـ ۵۵: بصائر الدرجات: ص ۴۸/ الکافی: الاصول: کتاب الحجة ص ۴۹/ بصائر الدرجات: ص ۵۰/ بخاری کتاب الفرائض: کتاب المناسک/ فتح الباری لابن حجر میں اس صحیفہ پر ابن حجر کی گفتگو/ دار قطنی: ص ۵۱/ بخاری: کتاب فرض الخمس: ص ۵۲/ بصائر الدرجات: ص ۵۳/ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب و اصول کافی۔ (ان حوالوں کے علاوہ بھی دیگر کتب صحاح، حدیث کی شیعہ سنی معتمد کتب و مجامیع اور دوسری کتب تاریخ میں بھی اس "امالی "کا ذکر موجود ہے)۔

صحیفة طولها سبعون ذراعاً بذراع رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم و املآئه من فَلَق فیه و خَطُّ علَی علیه السلام بیمینه فیها کل حلال و حرام و کل شیَ یحتاج الناس الیه حتّٰی الارش فی الخدش" و ضرب بیده علیه السلام اَلی و قال علیه السلام:

تأذن لی یا اَبا محمد!

قال اَبی بصیر قلت:

جعلت فداک انما انا لک، فاصنع ما شئت

قال ابی بصیر

فغمرنی بیده فقال علیه السلام

حتّٰی اَرش هذا ...۷۷"

---

۷۷) مفہوم: ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ (جامعہ) کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جامعہ وہ صحیفہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کی لمبائی کے حساب سے ساٹھ (٦٠) ہاتھ لمبا ہے۔ ۱۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مندرجات رسول خدا ﷺ نے اپنے دہن مبارک سے ادا فرمائے اور انہیں حضرت علی علیہ السلام، ولی رسول اور رسول اللہ ﷺ کے کاتب خاص نے اپنے داہنے دست مبارک سے تحریر فرمایا۔ ۲۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حلال و حرام اشیاء کا مکمل ذکر ہے اور اس صحیفہ (امالی رسول ﷺ) میں ہر اس چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی شئے اور بات کا ذکر ہے جس کی ضرورت بنی آدم کو قیامت تک کسی لمحہ کیلئے بھی محسوس ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ ہلکی سی خراش کی دیت تک کا ذکر ہے۔ ابی بصیر کہتے ہیں کہ پھر امام علیہ السلام نے اپنا دست مبارک میرے اوپر رکھا اور مجھ سے فرمایا کہ ابو محمد مجھے اجازت دو۔ میں نے عرض کی کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں میں تو ہوں ہی آپ کا جو چاہے کیجئے تو امام علیہ السلام نے دو انگلیوں سے ہلکی سی چٹکی لے کر فرمایا کہ اس صحیفہ میں اس کی دیت کا ذکر بھی ہے.... (یہ حدیث کافی طویل ہے ہم نے صرف متعلقہ اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے)۔ "یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ پرانے زمانے میں کتابیں لکھنے کا ایک اہم طریقہ یہ تھا کہ کھالوں کو سلسلہ سے جوڑ کر ایک لمبا ٹکڑا بنا لیا جاتا تھا اور لکھنے کے بعد اسے کسی لکڑی کے اوپر لپیٹ کر رول بنا لیا جاتا تھا تاکہ جگہ کم استعمال ہو اور حفاظت میں بھی آسانی ہو اور کتابوں کی ضخامت صفحات کے بجائے

۲۔ ...قال:

"سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول:
ان عندنا ما لا نحتاج معه الی الناس، و ان الناس لیحتاجون الینا، و ان عندنا کتاباً املاء رسول الله و خطّ علی، صحیفة فیها کل حلال و حرام و انکم لتاتونا بالامر فتعرف اذا اَخذتم به و نعرف اذا ترکتموه۔"[۴۸]

خصوصیات:

ان احادیث کتب تاریخ اور دوسرے روایات واحادیث میں اس امالی کے متعلق جو تفصیلات مذکور ہیں، ان سے ہمیں اس امالی کے جو خصوصیات معلوم ہوتے ہیں، چند سطروں میں ان کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

(ا) یہ امالی، رسول خدا ﷺ کی واحد تصنیف ہے جس کا ذکر ہم تک پہنچا ہے۔ اس امالی کے تصنیفِ رسالت مآب ﷺ ہونے کی بنا پر بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ

ہاتھ یا گزوں کے حساب سے لکھی جاتی تھی آج بھی دنیا کی اہم لائبریریوں خصوصاً پبلک ریکارڈ آفس لندن، برٹش لائبریری لندن، مرکزی لائبریری بنکاک تھائی لینڈ وغیرہ میں پرانے زمانے کی کتابوں کے ایسے بے شمار نمونے موجود ہیں۔" (سید حسین مرتضیٰ)

الکافی ج ا کتاب الحجۃ، باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر و مصحف فاطمۃ علیہا السلام ۱۱۸۶ (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "امالی رسول اللہ ﷺ" میں بالتفصیل جزئیات تک کا بیان موجود ہے۔)

[۴۹]) مفہوم: بکر بن کرب صیرفی فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ ہمارے پاس وہ چیز ہے جس نے ہمیں صرف لوگوں کی (طرف کسی احتیاج کیلئے رجوع کرنے سے بچے ہوئے ہی نہیں) ہر قسم کی احتیاج سے مستغنی ہی نہیں بلکہ اس نے لوگوں کو ہمارا محتاج بنا رکھا ہے اور یہ چیز وہ کتاب ہے جسے رسول خدا ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو املاء (Dictate) کروایا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا۔ اس میں ہر حلال و حرام کا ذکر ہے اور اس کی وجہ سے ہمیں ہر امر کی ابتداء و انتہا کا علم ہے۔

الکافی: ج ا: کتاب الحجۃ: باب فیہ ذکر الصحیفۃ: ...۱۱۸۸/۶

جناب رسالت مآب ﷺ خطیب، معلم، قاری قرآن اور شارح مشیت الٰہیہ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے اور اسلام کے سب سے پہلے مصنف حضرت رسالت مآب ﷺ ہی ہیں اور اسلام کی سب سے پہلی تصنیف (واضح رہے کہ قرآن حکیم تصنیف نہیں ہے) کے کاتب ہونے کا شرف بھی حضرت علی علیہ السلام ہی کو حاصل ہے جس طرح آپ ۔وحی کے کاتب خاص تھے۔

(۲) یہ امالی رسول خدا ﷺ نے بطور خاص حضرت علی علیہ السلام کو املاء (Dictate) کروائی تھی۔اس طرح کا دعویٰ اور تذکرہ کسی اور کتاب کے لیے نہیں ملتا۔

(۳) ان دونوں خصوصیات کی بناپر یہ امالی مسلمانوں کیلئے قرآن حکیم کے بعد سب سے زیادہ مستند اور سب سے زیادہ قابل اتباع ہے۔

(۴) یہ امالی حدیث کی اولین اور سب سے اہم کتاب ہے۔

(۵) اس کتاب میں احکام دیت و احادیث متفرقہ بھی لکھے ہوئے ہیں کیونکہ امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد بن عذافر کے سامنے فرمایا تھا:

> یا ابا محمد اذهب انت و مسلمه و ابوالمقدام حیث شئتم یمیناً و شمالاً ، فو الله : لا یجدون العلم اوثق منه عند قوم کان ینزل علیهم جبرئیل علیه السلام.[۷۹]

ترجمہ:

> اے حکم (سائل مسئلہ) تم اور مسلمہ ، و ابوالمقدام جتنی چاہے کنائیاں کاٹو، مگر یقین رکھو کہ اس کتاب سے زیادہ

[۷۹] نجاشی: رجال: ص ۲۵۵

قابل وثوق علم ان لوگوں کے پاس نہ ملے گا جن کے یہاں جبرائیل علیہ السلام آتے تھے۔

(۶) یہ احادیث واحکام خود پیغمبر ﷺ کے لکھائے ہوئے تھے اور اس کا دعویٰ یا تذکرہ کسی غیر کیلئے نہیں ملتا۔

(۷) کسی کی کتاب و مسند محفوظ و منضبط نہیں رہی سوائے اس کتاب کے کہ ائمہ علیہم السلام کے پاس موجود تھی اور امام عصر علیہ السلام کے پاس آج بھی محفوظ ہے۔

(۸) اس کتاب کے علاوہ، ابتدا سے تیسری صدی تک کسی کتاب کی تلخیص نہیں ہوئی۔

(۹) اس لحاظ سے یہ امالی انتہائی مفصل اور ضخیم ہوگی یا استاد مکرم مولانا ملک مہدی حسن علوی کی رائے میں:

> یہ امالی حضرت علی علیہ السلام کے مختصر اشاراتی نوٹس پر مشتمل ہوگی۔ جس طرح ایک طالب علم کلاس میں استاد کے خطبات کے وہ اہم نکات و اشارات لکھ لیتا ہے، جس میں سے نکتہ و اشارہ اس کے سامنے استاد کے پورے خطبہ کو کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اس طرح حضرت علی علیہ السلام کو جب آنحضرت ﷺ نے بطور خاص احکام تعلیم فرمائے ہوں گے تو آنحضرت ﷺ ہی نے اہم نکات و اشارات امام۔ کو حکماً تحریر کروا دیئے ہوں گے[۸۰]۔

[۸۰] اس رائے کا اظہار موصوف نے پیر ۱۲ رجب ۱۳۹۰ھ، ۱۴ ستمبر ۱۹۷۰ء کی عصر کو ہمارے گھر واقع ۱۵۶ مغلپورہ لاہور میں ایک ملاقات کے دوران اس "امالی" کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے کیا۔ (سید حسین مرتضیٰ)

گویا یہ امالی تمام تر احکام دین کا ایک جامع ترین خلاصہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس امالی کو عوام سے پوشیدہ رکھا کیونکہ طالب علم اپنے لکھے ہوئے اشارات کو خود ہی سمجھ سکتا ہے اگر کوئی دوسرا اس کے نوٹس لے جائے تو وہ اس کے لیے سود مند ہونے کے بجائے بسا اوقات نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

(۱۰) دنیا میں حدیث کے موضوع پر اس سے زیادہ مستند کوئی کتاب نہیں ہے۔

(۱۱) الکافی کے بعض روایات" [۸۱] سے اس کی یہ اہم خصوصیت بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ امالی حیات نبوی ﷺ میں خود آنحضرت ﷺ کی تحویل میں تھی اور بعد وصال نبوی ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی وساطت سے دیگر سلاح نبوی ﷺ کے ساتھ حضرت علی۔ کو سر بمہر ملی تھی۔ یہ کتاب ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے پاس موجود تھی۔ آج بھی امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پاس موجود ہے۔

اگرچہ اس امالی کے حوالہ سے بہت سے روایات شیعہ سنی کتب حدیث میں مروی ہیں لیکن ان روایات کی صحت وغیرہ تحقیق طلب ہے۔ ان تمام روایات کو جمع کرکے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ روایات امالی میں اسی طرح موجود تھیں کیونکہ اغلب یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام نے اس امالی کے حوالہ سے جو روایات بیان کیئے ہیں وہ اس کے مندرجات کا خلاصہ یا بعض مقامات پر کسی اشارہ کی شرح ہو سکتے ہیں۔ بعینہٖ امالی ہی کے الفاظ بیان نہیں کیے گئے ہوں گے۔ اس خیال پر یقین کرنا یا اس امکان کی اغلبیت کا خیال ظاہر کرنا مشکل ہے کہ یہ روایات امالی میں اسی طرح موجود تھیں۔ کیوں کہ یہ ائمہ علیہم السلام کی ان خاص ذاتی اور موروثی نشانیوں اور تبرکات میں سے ہے جن سے صرف انبیاء

[۸۱] الکلینی: الکافی: ج۱: باب ما عند الائمۃ من سلاح رسول اللہ ﷺ و متاعہ: ۸۱۸۳، ۷

وائمہؑ ہی استفادہ کرسکتے ہیں اور جو صرف نبی ﷺ یا امامؑ ہی کی تحویل میں رہ سکتے ہیں[۸۴]۔

عہد نبوی میں صحابہ کے مجامیع احادیث

اس کے بعد دوسرا درجہ آتا ہے انفرادی اور شوقیہ طور پر کتاب حدیث لکھنا۔ اس سلسلے میں ہم حضرت انس بن مالک کا تذکرہ کرچکے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اصحاب نبوی ﷺ اپنے ذوق و شوق کے مطابق احادیث نبوی ﷺ کے مجموعے تیار کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا یہ نورانی فرمان:

قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ

علم (یعنی احادیث وسنت) کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

اصحاب کے لیے مشعل ہدایت تھا۔ ذمہ دار اصحاب نے کتابت وتدوین حدیث میں دلچسپی لی۔ یوں حدیث وسنت کا تحریری ذخیرہ نئی نسلوں تک منتقل ہونا شروع ہوگیا۔

جن اصحاب نے حدیثوں کو قلمبند کرکے محفوظ کیا ہم ان میں سے کچھ کا تذکرہ یہاں کررہے ہیں۔

---

[۸۴]) والد علام مد ظلہ العالی کے مقالہ کا اختتام۔

امالی نبوی ﷺ پر معاصرین نے بھی کام کیا ہے جس میں سے دو یہ ہیں:

M.S. Bahmanpur: Imam Ali(Kitabe Ali), Journal of Shiit Islamic Studies,Vol1/1, Summer۲۰۰۶,London Page ۳-۲۳

العاملی، الشیخ المحمود قانصو: کتاب علی علیہ السلام

(۱۔۳) سلمان محمدی کے تالیفات:

حضرت روزبہ بن خوشنود، ابو عبداللہ، سلمان محمدی۔ یہ سلمان فارسی بھی کہلاتے ہیں۔ یہ حضرت ابوذر کی طرح ان مومنین اور اصحاب کرام میں شمار ہوتے ہیں جن کو آج تک تمام مسلمان بالاتفاق عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ بھی حضرت ابوذر غفاری ہی کے ہم مرتبہ بلکہ مرتبہ میں ان سے بلند، ان کے دوست اور محبت اہل بیت علیہم السلام میں ان کے ساتھ برابر کے شریک تھے [۸۳]۔

۱. مسند:

تذکرہ نگاروں نے اس عہد سے متعلق ان کی مسند کا تذکرہ کیا۔

مسند سلمان فارسی کی نوعیت اور ضخامت کے متعلق ہمیں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ فقط اس کے وجود کا ذکر ملتا ہے۔

۲۔ کتاب حدیث جاثلیق الرومی:

حضرت سلمان محمدی کے تالیفات میں ایک کتاب "حدیث جاثلیق الرومی" کے نام سے ملتی ہے۔

اس کتاب کو "دیلمی" نے "ارشاد القلوب" ج ۲ میں ص ۲۹۹ سے ۳۱۵ نیز دیلمی کے حوالہ سے علامہ مجلسی نے "بحار الانوار" ج ۳۰ میں ص ۵۳۔ ۸۳ پر مکمل نقل کیا ہے۔

---

[۸۳] الکلینی: الکافی: الروضہ: ص ۱۶۲: رجال: الطوسی: ص ۲۰

۳۔ قرآن حکیم کا فارسی ترجمہ:

سلمان محمدی کے تالیفات میں عام طور سے قرآنی آیات کے فارسی ترجمہ کا تذکرہ ملتا ہے[۸۴]۔

۴۔ حضرت ابورافع کے تالیفات (م: ۳۵ھ)[۸۵]

ابورافع بھی سلمان اور ابوذر کے ساتھی، ہم مرتبہ، آنحضرت ﷺ کے محبوب تھے۔ جانثار صحابی۔ حضرت امیر المومنین کے دوست دار۔ معاملات میں بڑی حد تک معتمد تھے۔ صاحب کتب تھے۔ ہم ان کا تذکرہ بعد میں کریں گے۔

(۵) حضرت عبداللہ جندب بن جنادہ، ابوذر غفاری کے تالیفات:

ان کا نام جندب بن جنادہ ہے،[۸۶] انہوں نے حضرت عثمان کے ایک طعن کے جواب میں ان سے فرمایا تھا:

---

[۸۴] تدوین حدیث: ص ۳۳/سرخسی مبسوط: ج ۱: ص ۳۷

[۸۵] علم الحدیث: ص ۳۸

[۸۶] ابن اثیر: اسد الغابہ: ج۱: ص ۳۲۵۔ ۳۲۷: رقم: ۸۰۰: ج۶: ص ۹۲۔ ۹۳، رقم: ۵۸۶۸/ ابن اشعث کوفی: جعفریات: ص ۳۳۸: حدیث: ۱۴۱۷/ابن جوزی: صفۃ الصفوۃ: ج ۱: ص ۲۳۸/ابن حجر: الاصابہ: ص ۱۳۶۶: رقم ۱۰۱۲۸/ ابن حجر: تہذیب التہذیب: ج ۱۲: ص ۹۰ / ہیثمی: مجمع الزوائد: ج ۹: ص ۳۲۷/ابن داود حلی: کتاب الرجال: ص ۳۴۹۶۷/ابن سعد: الطبقات: ج ۴: ص ۲۱۹۔ ۲۳۶/ابن شہر آشوب: معالم العلما: ص ۲/ابن عبد البر: الاستیعاب: رقم ۲۹۸۵/ابن منظور: مختصر تاریخ دمشق: ج ۲۸: ص ۲۷۶۔ ۳۱۶: رقم ۲۰۸ /ابن معین: تاریخ: ص ۲۰۳/ابو نعیم: حلیۃ الاولیا: ج ۱، ص ۱۶۵۔ ۱۷۰، ۲۶۱، ص ۵۳۳۵۲ (ذیل تذکرہ ثقف بن عمر)/احمد بن حنبل: مسند: ج ۵: ص ۱۳۳۔ ۱۳۹/امینی: الغدیر: ج ۸: ص ۲۸۳۔ ۲۹۳/بحر العلوم: رجال: ج ۲: ص ۱۳۳۔ ۱۶۱/بخاری: تاریخ الکبیر: ج ۲: ص ۲۲۱/ بلاذری: انساب الاشراف: ج ۴: ص ۵۴۱ / بخاری: الجامع الصحیح: ج ۵: ص ۱۲۳۔ ۱۲۴: باب ۹۵: حدیث ۳۷۶۳/ترمذی: السنن: ج ۵: ص ۶۶۹۔ ۶۷۰: باب ۲۴: حدیث ۳۸۰۰۔ ۳۸۰۲/ تفرشی: نقد الرجال: ج ۱: ص ۳۷۳: حدیث ۳۱۶۰۱ / حائری: منتہی المقال: ج ۲: ص ۲۹۳۔ ۲۹۶/حائری: جامع الرواۃ: ج ۱: ص ۱۶۸۔ ۱۶۹/حاکم نیشاپوری: مستدرک: ص ۸۷۸: حدیث

رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبد اللہ رکھا ہے۔ مجھے یہ نام اپنے اصل نام سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ یہ رسول اکرم ﷺ کو پسند تھا[۸۷]۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ایک نام "یزید" بھی رکھا تھا[۸۸]۔

اس کے علاوہ ان کے ناموں میں "بدر"، "برر" وغیرہ بھی ملتے ہیں۔

ان کے والد کے بھی کئی نام ملتے ہیں۔ جن میں "سکن"، "عبد اللہ"، "جنادہ" اور "عشرقہ" ہیں۔

۴۴۳۰_۴۴۳۱: ص۱۰۷۵_۱۰۸۰: حدیث ۵۵۳۰_۵۵۲۱/ حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج۴: ص ۲۲۵_۲۴۳/ حلبی: السیرۃ الحلبی: ج ۲: ص۱۹۱/ حمیری: قرب الاسناد: ص ۶۲: حدیث ۱۷۴: ص ۸۰: حدیث ۲۴۳/دارمی: السنن: ج۱: ص۵۵۷: باب ۸۰: حدیث ۷ ۲۵۲ _۲۵۲۸ و ص۲۲۳ _۲۲۴: باب۲۵: حدیث ۱۲۳۰_۱۲۳۱: ص۲۶۷_۲۶۸: باب ۷۱و۷۲_۷۹۱_۲/ ذہبی: تاریخ الاسلام: المغازی: ص۶۲۳_۶۳۳/ ذہبی: تاریخ الاسلام: عہد الخلفاء الراشدین: ص ۴۰۵_۴۱۳/ سید علی خان: الدرجات الرفیعہ: ص۲۳۰/ صدوق: الخصال: ۲۵۳_۵۲۳، ۲۵۴_۵۲۶/ صدوق: معانی الاخبار: ص۱۷۸_۱۷۹: حدیث ۱و۲/ صدوق: من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۱: ص ۶۳/ طبرانی: المعجم الکبیر: ج۲: ص ۱۵۵ / ←

← طبری: تاریخ: ج۴: ص ۲۸۳/ علامہ حلی: خلاصۃ الرجال: ص۳۶: رقم ۱/ علامہ ہندی: کنزالعمال: ج۱۱: ص ۳۱۲۰۲_۳_۱۱: حدیث ۳۳۲۱۹_۳۳۲۲۳: ص ۱۳۲۹_۲_۶۹: حدیث ۳۶۸۸۶_۲۹۰۱ ۳ _/ فرات کوفی: تفسیر: ص ۵۱۶/ قاضی شوشتری: مجالس المومنین: ج۲: ص ۲۲۱/ قمی: تفسیر: ج ۱: ص۲۳۱_۳۲۴/ کشی: اختیار معرفۃ الرجال: ص۸۷_۹۳: حدیث ۴۸_۵۵: ص۶۷: حدیث ۱۳: ص ۶۹_ ۷۳: حدیث ۱۸: ۱۶_۲۱و۲۴: ص۷۶_۷۷: حدیث ۳۳: ص۳۸ ۱: حدیث ۱۱۷_۱۱۸/ کلینی: الکافی: الفروع: ج ۳_۵: کتاب الجنائز: ص۱۲۷_۶۶: باب النوادر: حدیث ۹۳۹: الروضہ: ج ۸: ص۲۱_۷۱_۷۳/ ماماقانی: تنقیح المقال: ج۱۶: ص۱۳۸_۲۵۶/ مبارکپوری: تحفۃ الاحوذی: ج ۲: ص ۲۱۶۲_۵۱۲۶: حدیث ۱۰۸۳_۲۰۸۳/ مسلم: الجامع الصحیح: ۱۶ ص ۲۷_۳۴/ مفید: الاختصاص: ص۳_۳۱/ مفید: الامالی: ص ۱۴، ۲۱۵۷، ۱۹۰، ۱۶۹، ۱۷۹، ۱۶۹، ۱۶۵، ۱۵۲، ۱۳۹، ۱۲۵، ۱۲۲، ۱۲۱، ۷۲، ۷۱، ۶۳، ۱۹/ نودی: شرح مسلم: ج ۱۶: ص۲۷_۳۴/ ہندی: کنزالعمال: کنزالعمال میں حضرت ابوذر سے متعلق ۸۸ روایتیں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں ج ۲ ص ۸۲۲ او ۲۰۴۷ و ۲۲۹/ یعقوبی: تاریخ: ج ۲: ص۱۷۱_۱۷۳۔

[۸۷] حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۲، ص ۲۲۸

[۸۸] حاکم: مستدرک: ص۱۰۷۵، حدیث ۵۵۰۵_۵۵۰۶

عام طور سے بڑے خاندانوں میں ایک شخص کے متعدد نام ہوتے ہیں۔ ماں باپ ایک نام سے پکارتے ہیں۔ ننھیال والے الگ نام سے۔ ددھیال والے ایک نام سے۔ دوست احباب الگ نام سے۔ ارادتمند ایک نام سے۔

کبھی یہ نام شخصیت، صورت اور مقام و منصب یا سن و سال کے سبب بھی متعدد ہو جاتے ہیں۔

اس لیے رجال میں اگر کسی کے متعدد نام ملتے ہیں تو وہ اس کے خاندان کی بزرگی و شرافت نیز خود اس کی عزت و کرامت و منزلت پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت ابوذر کی والدہ کا نام رملہ بنت رفیعہ تھا۔

ان کا نسب جندب بن جنادہ بن حزام بن غفار ہے ان کی ددھیال اور ننھیال بنی غفار بن ملیل ہے۔

حضرت ابوذر چوتھے یا پانچویں شخص تھے جو اسلام لائے۔ ان کے ساتھ ان کی والدہ اور ان کے بھائی انیس بھی ایمان لائے۔

حضرت ابوذر ایمان لائے۔ رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ وطن جائیں۔ اہل وطن کے ساتھ رہیں۔ ان میں اسلام کی تبلیغ کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوذر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوگئے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی۔

وہ بلند قامت تھے سانولا رنگ۔ گھنی داڑی۔ شروع میں جسیم اور تن و مند تھے۔ بعد میں دبلے ہوگئے تھے۔

حضرت ابوذر اور اسلام:

ابن سعد نے لکھا ہے:[۸۹]

حضرت ابوذر بعثت نبوی ﷺ بلکہ نبی اکرم ﷺ کے حضور شرفیابی سے بہت پہلے مسلمان تھے۔ وہ "لا الہ الا اللہ" کہتے تھے۔ بتوں کو ہر گز نہیں پوجتے تھے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے:[۹۰]

حضرت ابوذر بعثت نبوی سے تین سال پہلے ہی سے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے تھے۔

ابن نعیم اور ابن اثیر نے لکھا ہے:[۹۱]

وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کو اسلام کے معین طریقہ (یعنی سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) سے سلام کیا۔

ان جیسی روایتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رسول اکرم ﷺ کے حضور شرفیابی سے پہلے ہی بڑے عالم و عارف و موحد تھے۔ وہ اوتاد میں تھے۔ ولی اللہ تھے۔ یا کسی نبی کے وصی تھے۔

ابن اثیر کے بقول: (۲)

انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے دست مبارک پر اس شرط کے ساتھ بیعت کی:

---

[۸۹] ابن سعد: طبقات: ج ۴: ص ۲۲۲

[۹۰] ابن اثیر: اسد الغابہ: ج ا: ص ۳۲۶/ ابن نعیم: حلیۃ الاولیا: ج ا: ص ۱۵۷/ مسلم: الجامع الصحیح: ج ۱۶: ص ۲۷ و ۳۳

[۹۱] ابن اثیر: اسد الغابہ: ج ا: ص ۳۲۵ـ۳۲۶/ ابن نعیم: حلیۃ الاولیا: ج ا: ص ۱۵۶ و ۱۵۹/ مامقانی: تنقیح المقال: ج ۱۶: ص ۱۵۱/ مامقانی: تنقیح: ج ۱۶: ص ۲۵۲ـ۲۵۴/ مسلم: الجامع الصحیح: ج ۱۶: ص ۳۰/ (۲) ابن اثیر: اسد الغابہ: ج ا: ص ۲۳۶

"ان لا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم ، وعلی ان یقول الحق وان مرا"

وہ اللہ تعالی اور اس کی اطاعت کے سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ہر حال میں حق بات کہیں گے۔ خواہ بظاہر کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:[۹۲]

ابوذر، "بطن مَرّ"[۹۳] کے علاقہ میں بکریاں پالتے اور چراتے تھے۔ ایک دن ابوذر بکریاں چرا رہے تھے۔ بکریوں کے دائیں طرف سے ایک بھیڑیا حملہ آور ہوا۔ ابوذر نے اسے اپنی چھڑی سے ہنکایا۔ وہ ادہر سے پلٹا۔ دائیں طرف سے بکریوں پر حملہ آور ہو گیا۔ ابو ذر نے اسے دوبارہ چھڑی سے ہنکایا۔ اس سے کہا: میں نے آج تک تجھ سے خبیث اور برا بھیڑیا نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے ابوذر کی بات سنی۔ ٹھہر گیا۔ اللہ کے حکم سے گویا ہوا، کہا: اللہ کی قسم مجھ سے زیادہ برے لوگ مکہ کے رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کے درمیان نبی بھیجا ہے۔ وہ اس نبی کو جھٹلاتے ہیں۔ اس پر گالم گلوچ کرتے ہیں۔

یہ بات ابوذر کے دل میں جا لگی۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: میرا زاد راہ، سامان سفر اور چھڑی تیار کردو۔ پھر پیدل مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مکہ پہنچے۔ بری طرح

---

[۹۲] کلینی: الکافی: الروضہ: ج۸: ص۲۹۷-۲۹۸/ صدوق: امالی: طبع بیروت ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰: ص:۳۸۷-۳۸۹: مجلس ۷۳

[۹۳] "بطن مَرّ" فتح میم و تشدید الراء میم پر زبر، "ر" پر تشدید ہے۔
مکہ کے اطراف میں ایک مقام ہے۔ اس جگہ پر نخل نام کی دو وادیاں آکر جمع ہو جاتی ہیں۔ یہ دونوں وادیاں "وادی النخلتین" کہلاتی ہیں۔ ایک مقام پر یہ دونوں وادیاں آکر ملتی اور ایک ہو جاتی ہیں۔ اسی مقام کو بطن مر کہتے ہیں: یاقوت حموی: معجم البلدان: ج۲: ص۳۵۵۔

تھکے تھے۔ بدن چور چور تھا۔ سخت پیاسے تھے۔ سخت بھوک پیاس کے عالم میں زمزم پہنچے۔ ڈول ڈالا۔ ڈول باہر نکالا۔ اس میں پانی کی جگہ دودھ تھا۔ دل میں کہا: اللہ کی قسم! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑیئے کی دی ہوئی خبر اور جس بات کی تلاش میں، میں آیا ہوں سچ ہے۔ دودھ نوش کیا۔ مسجد الحرام کے قریب گئے۔ وہاں قریش کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ ابوذر کہتے ہیں: میں ان لوگوں کے پاس بیٹھ گیا۔

یہ لوگ نبی اکرم ﷺ پر (نعوذ باللہ) سب و شتم کر رہے تھے۔ بدگوئی کا یہ سلسلہ بڑی دیر جاری رہا۔شام ہوئی حضرت ابو طالب تشریف لے آئے۔ ان لوگوں نے حضرت ابو طالب کو آتے دیکھا۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: لو! ان کے چچا آگئے۔ چپ ہو جاؤ۔ سب خاموش ہو گئے۔ حضرت ابو طالب وہاں آئے۔ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ دیر تک ان لوگوں سے باتیں کرتے رہے۔ رات ہو گئی۔ حضرت ابو طالب اٹھے۔ گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے آہٹ محسوس کی۔ میری طرف پلٹے پوچھا: کیا کام ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا یہ نبی آپ کے پاس ہے؟ فرمایا: تمہیں ان سے کیا کام ہے؟ عرض کی:

میں ان پر ایمان لاؤں گا۔ ان کی تصدیق کروں گا۔ اپنی جان ان پر نثار کروں گا۔ وہ جو بھی حکم دیں گے اس پر دل و جان سے عمل کروں گا۔

انہوں نے پوچھا:

سچ مچ! تم ایسا ہی کرو گے!؟

میں نے عرض کی:

بالکل! کیوں نہیں!!

انہوں نے کہا:

جاؤ! کل اسی وقت یہاں آنا۔ میں تمہیں ان کی خدمت میں لے جاں گا۔

میں نے رات حرم میں بسر کی۔ دوسرے دن ان ہی لوگوں کے ساتھ رہا۔ وہ دن بھر آنحضرت ﷺ کی بدگوئی میں مشغول رہے۔ شام کے قریب حضرت ابو طالب تشریف لائے۔ ان لوگوں نے حضرت ابو طالب کو دیکھا۔ فوراً ایک دوسرے سے کہا: چپ ہو جا۔ ان کے چچا آرہے ہیں۔ سب خاموش ہوگئے۔ حضرت ابو طالب آئے۔ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ ان لوگوں سے مختلف باتیں کرتے رہے۔ حضرت ابو طالب نے گفتگو ختم کی۔ اٹھے۔ گھر کی طرف چلے۔ میں ان کے پیچھے ہولیا۔ ان کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ انہوں نے کہا: کیا کام ہے؟ عرض کی: اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی آپ کے پاس ہے؟ پوچھا: تمہیں ان سے کیا کام ہے؟ عرض کی:

میں ان پر ایمان لاؤں گا۔ ان کی تصدیق کروں گا۔ اپنی جان ان پر
نثار کروں گا۔ وہ جو بھی حکم دیں گے اس پر دل وجان سے عمل کروں گا۔

انہوں نے پوچھا:

سچ مچ! تم ایسا ہی کروگے!؟

میں نے عرض کی:

بالکل! کیوں نہیں!!

فرمایا: چلو میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو لیا۔ حضرت ابو طالب مجھے ایک گھر میں لے گئے۔ یہاں حضرت حمزہ تشریف فرما تھے۔ سلام علیک کے بعد میں بیٹھ گیا۔ حضرت حمزہ نے خوش آمدید کے بعد پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ عرض کی: اللہ کے بھیجے ہوئے یہ نبی آپ کے پاس ہیں؟ پوچھا تمہیں ان سے کیا کام ہے!؟ عرض کیا:

میں ان پر ایمان لاؤں گا۔ ان کی تصدیق کروں گا۔ اپنی جان ان پر
نثار کروں گا۔ وہ جو بھی حکم دیں گے اس پر دل وجان سے عمل کروں گا۔

انہوں نے فرمایا:

گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں:

تشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول اللہ۔

میں نے فورا گواہی دی۔ حضرت حمزہ مجھے ایک اور گھر لے گئے۔ وہاں حضرت جعفر تشریف فرما تھے۔ سلام علیک کے بعد میں بیٹھ گیا۔ حضرت جعفر نے خوش آمدید کے بعد مجھ سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ عرض کی: اللہ کے بھیجے ہوئے نبی آپ کے پاس ہیں؟ پوچھا: تمہیں ان سے کیا کام ہے؟ میں نے عرض کیا:

میں ان پر ایمان لاؤں گا۔ ان کی تصدیق کروں گا۔ اپنی جان ان پر نثار کروں گا۔ وہ جو بھی حکم دیں گے اس پر دل وجان سے عمل کروں گا۔

انہوں نے فرمایا:

گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور یقینا محمد اللہ کے رسول ہیں۔

میں نے فورا گواہی دی۔ وہ مجھے ایک اور گھر میں لے گئے۔ وہاں حضرت علی علیہ السلام تھے۔ سلام علیک کے بعد میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے خوش آمدید کے بعد فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ عرض کی: اللہ کے یہ نبی آپ کے پاس ہیں؟ فرمایا: تمہیں ان سے کیا کام ہے؟ عرض کیا:

میں ان پر ایمان لاں گا۔ ان کی تصدیق کروں گا۔ اپنی جان ان پر نثار کروں گا۔ وہ جو بھی حکم دیں گے اس پر دل و جان سے عمل کروں گا۔

انہوں نے فرمایا:

گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یقینا محمد اللہ کے رسول ہیں۔

میں نے بلا فاصلہ کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله۔

حضرت علی علیہ السلام مجھے ایک اور گھر میں لے گئے۔ وہاں خود رسول اکرم ﷺ موجود تھے۔ (میں پہچانا نہیں) سلام علیک کے بعد بیٹھ گیا آنحضرت ﷺ نے خوش آمدید کے بعد پوچھا:

کیسے آنا ہوا؟

عرض کیا:

اللہ کے نبی آپ کے پاس ہیں؟

فرمایا:

تمہیں ان سے کیا کام ہے؟

عرض کیا:

میں ان پر ایمان لاؤں گا۔ ان کی تصدیق کروں گا۔ اپنی جان ان پر نثار کروں گا۔ وہ جو بھی حکم دیں گے اس پر دل و جان سے عمل کروں گا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں۔

میں نے بلافاصلہ کہا:

اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے ابوذر اپنے وطن جاؤ...... اپنے اہل و عیال اور عزیزوں کے درمیان رہو۔ اس وقت تک وہاں رہو جب تک اللہ تعالی کے رسول خود اپنے آپ کو ظاہر نہ کریں۔

ایک اور روایت میں ملتا ہے جب حضرت ابوذر مکہ آئے تو ان کی والدہ اور بھائی انیس ان کے ساتھ تھے۔ یہ دونوں بھی حضرت ابوذر کے ساتھ ایمان لائے۔ رسول اکرم

ﷺ نے انہیں وطن واپس بھیجا۔ فرمایا: وہاں تبلیغ کرو۔ حضرت ابوذر کی تبلیغ سے وہاں کے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ [۹۴]

پیغمبر اکرم ﷺ کی حضرت ابوذر سے محبت:

حضرت ابوذر، رسول اکرم ﷺ کے محبوب اصحاب میں سے تھے۔ ان کے فضائل و مناقب، زہد و ورع، علم و معرفت، مجاہدت و ریاضت نیز سیاسی مصلح اور قائد امت کے لحاظ سے ان کی بھرپور سرگرمیوں کے ذکر کے لیے دفتر درکار ہیں۔

وہ ارکان اربعہ میں سے تھے۔ ارکان اربعہ وہ اصحاب نبوی ہیں جن کے لیے احمد بن حنبل اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے:

عن ابن بریرہ عن ابیہ قال: [۹۵]

قال رسول الله صلی الله علیه [وآله] وسلم:

امرت بحب اربع

واخبرنی الله تعالی ، انه یحبهم۔

قلت:

---

[۹۴]) ابن سعد: الطبقات: ج ۴: ص ۲۱۹۔ ۲۲۴

[۹۵]) ابن اثیر: اسد الغابہ: ج ۱: ص ۳۴۶ / ابن سعد: الطبقات: ج ۴: ص ۲۲۲ / ابو نعیم: حلیۃ الاولیا: ج: ص: / حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۷: ص ۳۳۶۔ ۳۲۷ / حمیری: قرب الاسناد: ج ۱: ص ۲۶ / ذہبی: سیر اعلام النبلا: ج ۳: ص ۳۸۷۔

یہ روایت مختلف کتابوں میں خود اسی سند کے ساتھ، یا کسی اور سلسلہ سند کے ساتھ ابن بریدہ سے، حضرت علی سے نیز امام جعفر صادق سے متن کے مختصر اختلاف لیکن اسی مفہوم کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض مصادر یہ ہیں:

صدوق: خصال: ص ۲۵۳۔ ۲۵۴، حدیث ۱۲۶۔ ۱۲۷ / کشی: اختیار معرفۃ الرجال: ص ۷۱۔ ۷۲: حدیث ۲۱ / ماقانی: تنقیح المقال: ج ۱۶: ص ۲۶۸ / مفید: الاختصاص: ص ۹۔

من هم؟ يا رسول الله ﷺ!

قال:

علي، و ابوذر، و سلمان، مقداد ابن الاسود

ترجمہ:

ابن بریدہ نے اپنے والد بریدہ اسلمی سے روایت کی۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

مجھے چار افراد سے محبت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ: اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتا ہے۔

عرض کیا: یارسول اللہ [ﷺ]! یہ کون ہیں؟

فرمایا:

علی، ابوذر، سلمان اور مقداد بن اسود۔

عشق نبوی ﷺ:

حضرت ابوذر بھی رسول اکرم ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے اس لیے جب آنحضرت ﷺ سے کوئی بات نقل کرتے تو فرماتے تھے:

سمعت حبيبي رسول الله ﷺ يقول:[96]

ان خليلي ابا القاسم ﷺ دعاني:[97]

اوصاني خليلي ﷺ:[98]

[96] کشی: اختیار معرفۃ الرجال: ص ۹۴ ح ۵۴ / ذہبی: سیر اعلام النبلا: ج ۳: ص ۳۹۱

[97] ذہبی: سیر اعلام النبلا: ج ۳: ص ۳۹۰

آنحضرت ﷺ سے حضرت ابوذر کی محبت کا عالم یہ تھا کہ: رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک میں تھے۔ قیام کا تیسرا دن تھا۔ سورج نکلا ہی تھا۔ لوگوں نے دیکھا کوئی شخص آرہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

یہ ابوذر ہوں گے!

اصحاب نے عرض کیا: جی ہاں! یہ ابوذر ہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جلدی کرو! انہیں پانی پلاؤ! یہ سخت پیاسے ہیں!

اصحاب نے حضرت ابوذر کو پانی پلایا۔ ابوذر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس برتن تھے۔ ان برتنوں میں پانی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے اباذر! کمال ہے! تمہارے پاس پانی ہے! پھر بھی پیاسے ہو!

عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں!

ایسا ہی ہے!

ہوا یوں۔ میں ایک چٹیل پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ وہاں خوب بارش ہورہی تھی۔

میں نے اس بارش کے پانی کو چکھا۔ یہ بہت میٹھا اور ٹھنڈا تھا۔

---

[۹۸] ابن سعد: طبقات: ج۴: ص۲۲۹/ذہبی: سیر اعلام النبلا: ج۳: ص۳۸۹/ حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج۷: ص۲۳۱

میں نے اپنے میں ٹھان لی۔ میں یہ پانی اس وقت تک نہ پیوں گا جب تک میرے حبیب رسول اللہ ﷺ اسے نوش جان نہ فرمالیں گے۔

تب رسول اللہ ﷺ نے (پیار بھرے لہجے میں) فرمایا:

اے اباذر!

اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ رحمت کی بارانی فرماتا رہے۔

تم:

اکیلے جیو گے، اکیلے مرو گے، روز محشر، اکیلے اٹھائے جاؤ گے، اور اکیلے ہی جنت میں داخل ہو گے۔

تمہارے ذریعہ ایک گروہ سعادت حاصل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے غسل، تجہیز و تکفین اور تدفین کے کام انجام دیں گے۔"[99]

علم و عبادت:

ذہبی نے اعلام النبلاء میں لکھا ہے:

وكان راسا في الزهد، والصدق والعلم، والعمل،قوالا بالحق، لا تاخذه في الله لوم لائم على حد فيه[100]

وہ زہد، سچائی، علم اور عمل میں سب سے آگے اور سب کے سردار تھے۔

[99]) قمی: تفسیر ج۱: ص ۷۴/ حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۲: ص ۲۳۱

[100]) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ج ۳: ص ۳۷۹

حق بات کہنے میں مبالغہ کی حد پر تھے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کی نیت اتنی خالص تھی کہ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اس معاملہ میں وہ بہت شدید تھے۔

وہ ابو بکر، عمر اور عثمان کے ادوار خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔[۱۰۱]

ابو نعیم اصفہانی نے لکھا ہے:[۱۰۲]

اول من تکلم فی علم البقا والفنا

علم بقا اور علم فنا پر سب سے پہلے انہوں نے گفتگو کی

حضرت علی علیہ السلام سے ابو ذر کے بارے میں پوچھا گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا:

وہ علم کا ایسا بحر ذخار تھے کہ علم ان کی ظرفیت سے کم تھا۔ اپنے دین کے بارے میں بہت زیادہ حساس، علم کے بہت زیادہ پیاسے اور طلب گار۔ بہت زیادہ علمی سوال کرتے تھے۔ اپنے علم کو دوسروں پر منکشف نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کو ابوذر کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا گیا:

ابوذر کا سینہ علم سے لبریز تھا۔ انہوں نے اس پر ڈھکنا ڈھاک لیا تھا۔ ان کی رحلت تک ان کی زبان سے اس علم کا ایک حرف بھی باہر نہیں آیا۔

حضرت ابوذر کے علم کی وسعت کا اندازہ کرنے کے لیے ایک روایت پر غور کرنا ضروری ہے۔ یہ روایت حضرت ابوذر سے مروی ہے۔ کہتے ہیں حضرت ابوذر فرمایا کرتے تھے:

---

[۱۰۱] ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ج ۳: ص ۳۷۸

[۱۰۲] ابی نعیم: حلیۃ الاولیاء: ج ۱: ص ۱۵۶

ہم نے ہمیشہ رسول اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا۔ پرندہ آسمان کی بلندیوں میں اپنے پروں کو حرکت بھی نہیں دے پاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اس سے بھی پہلے ہمارے لئے علم کے ابواب کھول کر تعلیم دیتے تھے۔[۱۰۳]

اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر علم کے کتنے رسیا تھے۔ ان کی نظر کتنی گہری تھی۔ اسی روایت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جن علوم کی تعلیم دی۔ اصحاب ان علوم کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے۔ اسی لیے یہ علوم ہم تک پوری طرح منتقل نہیں ہوسکے۔ بعض باتیں بہت مختصر اور مبہم انداز میں ہم تک پہنچیں۔ اب ہمیں ان ہی کے ذریعے علم کی نئی بلندیوں تک پہنچنا ہے۔

ابی عثمان نہدی کہتے ہیں:[۱۰۴]

میں نے دیکھا ابوذر اپنے بستر پر سورج کی طرف منہ کیئے ہوئے ہیں۔ میں سمجھا سو رہے ہیں۔ قریب گیا آواز دی اے اباذر! کیا آپ سو رہے ہیں؟ فرمایا نہیں! عبادت میں مصروف ہوں! (تفکر وتدبر حضرت ابوذر کی بہترین عبادت تھی)

محمد بن واسع کہتے ہیں:[۱۰۵]

بصرہ کا ایک شخص حضرت ابوذر کی اہلیہ، ام ذر کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت ابوذر کا انتقال ہو چکا تھا، اس نے ام ذر سے حضرت ابوذر کی عبادت کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا:

---

[۱۰۳] وقال ابوذر: لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ:
ما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکر منہ علما۔
حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۲: ص ۲۲۸/ ابن عبد البر: الاستیعاب: باب الکنی

[۱۰۴] ابن سعد: الطبقات: ج ۴: ص ۲۳۶

[۱۰۵] ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء: ص ۱۵۶/ حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۷ ص ۲۳۰

حضرت ابوذر کی بہترین عبادت یہ تھی کہ وہ پہروں تنہائیوں میں غور و فکر میں مصروف رہتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ:[106]

حضرت ابوذر کی زیادہ تر عبادت تفکر اور اس کے نتیجہ میں سبق حاصل کرنا تھی۔

جبل عامل میں تبلیغ

علامہ حسن الامین نے اعیان الشیعہ میں لکھا ہے کہ مشہور بات ہے کہ جبل عامل کے لوگ حضرت ابوذر کے ذریعے شیعہ ہوئے۔ وہ شام میں تھے۔ معاویہ نے انہیں دمشق کے اطراف میں شہر بدر کر دیا۔ اس دوران وہ پہاڑوں میں سفر کرتے رہے۔ ان ہی دنوں انہوں نے ان پہاڑی سلسلہ کی آبادیوں میں کثرت سے اہل بیت علیہم السلام کے فضائل بیان کیے۔ اس وجہ سے یہاں کے رہنے والے شیعہ ہو گئے۔ معاویہ کو یہ خبر ملی۔ اس نے انہیں وہاں سے واپس دمشق بلا لیا۔ یہ بات جبل عامل کے رہنے والوں کے درمیان مشہور ہے۔

علامہ حسن الامین کا کہنا ہے یہ خبر ہمارے پاس کسی سند سے نہیں پہنچی ہے۔ بظاہر نسلاً بعد نسلٍ جبل عامل میں مشہور ہے۔ لیکن اس بات کی بہترین شاہد اور گواہ دو قدیم مسجدیں ہیں۔ دونوں کا نام مسجد ابوذر ہے۔ ان میں ایک "میس" میں ہے دوسری "صرفند" میں۔[107]

---

[106] صدوق: خصال: ص ۴۲: حدیث ۳۳

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: کان اکثر عباد ابی ذر.. رحمہ اللہ علیہ.. خصلتین، التفکر والاعتبار

[107] حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۴: ص ۲۳۸

یہ بات قابل ذکر ہے کہ استاد بزرگوار حضرت آیۃ اللہ العظمی حاج محمد ہادی معرفت قدس سرہ الشریف کے آباء و اجداد جبل عامل کے اسی شہر "میس" کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد نے میس سے اصفہان اور اصفہان سے کربلا ہجرت کی تھی۔

رحلت:

رحلت نبوی ﷺ کے بعد واقع ہونے والے انحرافات کے مقابلہ میں حضرت ابوذر نے علی الاعلان اصلاح امت اور اصلاح حکومت کے لیے شجاعانہ اور بے باکانہ طریقہ پر عالم اسلام میں بڑے پیمانے پر احتجاجی تحریک کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کے نتیجہ میں انہیں حضرت عثمان نے ربذہ کے مقام پر جلاوطن کر دیا۔ حضرت ابوذر نے وہیں ۳۲ ہجری میں رحلت فرمائی۔

حج کا زمانہ تھا۔ حجاج کے کاروان مکہ کی طرف جا رہے تھے ان ہی قافلوں میں سے ایک قافلہ کا گذر ربذہ سے ہوا۔ اس قافلہ میں مالک اشتر موجود تھے۔

حضرت ابوذر کی بیٹی قافلہ کے راستہ پر کھڑی تھیں حضرت ابوذر نے اپنی رحلت سے کچھ دیر پہلے ان سے کہا تھا کہ راستہ پر جا کر دیکھو کوئی قافلہ تو نہیں آرہا ہے؟ انہوں نے جا کر دیکھا کچھ نظر نہیں آیا۔ دوبارہ گئیں تو انہیں قافلہ کے آثار نظر آئے۔ انہوں نے حضرت ابوذر کو بتایا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوذر نے ان سے کہا کہ بکری ذبح کرکے پکا مجھے قبلہ رخ لٹا دو اب میں مرنے والا ہوں۔ جب میں مر جاؤں تو میرا منہ چادر سے ڈھانپ دینا۔ جب قافلہ قریب پہنچے تو اس قافلہ والوں کو میری موت کی خبر دینا۔ وہ نیک لوگ ہوں گے جب وہ میری تجہیز و تکفین و تدفین سے فارغ ہو جائیں تو ان سے کہنا:

ابوذر نے تم کو قسم دی ہے کہ کھائے بغیر سوار نہ ہونا۔

مختصر یہ کہ ابوذر نے رحلت فرماتے ہوئے یہ کلمات جاری کیے:

بیٹی نے باپ کی وصیت پر عمل کیا۔ قافلہ اترا۔ مالک اشتر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر حضرت ابوذر کو غسل دیا۔ کفن دیا نماز جنازہ ادا کی وہیں دفن کر دیا۔

یہ ابوذر کی سخاوت و کرامت تھی کہ انہوں نے اس عالم غربت میں بھی مرنے سے پہلے اپنے غسل و کفن کا انتظام کرنے والوں کے لیے دعوت اور کھانے کا انتظام کیا۔

یہ ایک انعام الہیٰ تھا کہ ایک صحابی رسول نے انتہائی فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی تمام عمر اپنی دولت، امت کے محروم اور نادار لوگوں پہ خرچ کی ہمیشہ خود معمولی لباس استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی رحلت کے موقعہ پر بھی اس پر اپنی نعمتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ حضرت مالک اشتر کا کہنا ہے کہ انہوں نے جن حلوں میں حضرت ابوذر کو کفن دیا ان کی قیمت چالیس ہزار درہم تھی"[۱۰۸]۔ وہ دو حلے وہ تھے جنہیں ان کی والدہ مکرمہ نے ان کے لیے اپنے ہاتھوں سے بُنا تھا۔ دراصل یہ حلے والدہ نے انہیں حج میں احرام باندھنے کے لیے تیار کرکے دیئے تھے"[۱۰۹]۔

حضرت ابوذر کی بیٹی کا کہنا ہے کہ میں ایک رات ان کی قبر کے پاس سو رہی تھی۔ میں نے اپنے والد کے تہجد کی آواز سنی وہ تہجد کے درمیان قرآن پڑھ رہے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے زندہ ہوں۔ میں نے پوچھا:

آپ کے رب نے آپ سے کیا سلوک کیا!؟

انہوں نے فرمایا:

بیٹی! میں اپنے کریم رب کے حضور حاضر ہوا۔ وہ مجھ سے خوش ہوئے۔ میں ان سے خوش ہوں میرے رب نے مجھ

---

[۱۰۸]) قمی: تفسیر: ج ا: ص ۳۲۳۔ ۳۲۴ (سورہ توبہ آیت ۷۴ کے ذیل میں) / حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۷: ص ۲۴۲

[۱۰۹]) حاکم: مستدرک: ص ۱۰۷۵: حدیث ۵۵۰۳

پر کرم فرمایا۔ اور مجھے تحائف دیئے۔ تم بھی عمل کرو۔ دھوکا نہ کھاؤ!"[۱۰]

اولاد:

حضرت ابوذر کی ایک بیٹی اور دو بیٹوں کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ بنت ابوذر

تاریخ و روایت میں ملتا ہے کہ ربذہ میں حضرت ابوذر کی بیٹی ان کے ساتھ

۲۔ عبدالملک ابن ابوذر

یہ حضرت علی ؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ امیر المومنین ؑ سے روایت فرماتے تھے۔ روایت میں عمر بن سعید کے شیخ اور استاد ہیں[۱۱]۔

۳۔ ذر ابن ابی ذر

ذر، اپنے والد کے ساتھ ربذہ میں تھے۔ ان کا انتقال والد کی زندگی میں ہوا۔ حضرت ابوذر نے انہیں غسل و کفن دیا۔ نماز جنازہ پڑھی، دفن کیا، قبر پر ہاتھ رکھ کر ان کے لیے دعا فرمائی[۱۲]۔

ترکہ:[۱۳]

---

[۱۰] قمی: تفسیر: ج ۱: ص ۳۲۴

[۱۱] کشی: اختیار معرفۃ الرجال: ص ۹۰: حدیث ۵۰/ حسن الامین: اعیان الشیعہ: ج ۲: ص ۴۳۶۲/ صدوق: من لا یحضر: ج ۱: کتاب الصلوۃ: ص ۳۰۶۳: باب التعزی والجزع:... حدیث ۵۵۸

[۱۲] کلینی: الکافی: ج ۳۔۵: کتاب الجنائز: ص ۷۔۱۲۶۔۱۲۶: باب النوادر: حدیث ۹۳۹

[۱۳] ابن سعد: الطبقات: ج ۴: ص ۳۲۰/ ذہبی: سیر اعلام النبلا: ج ۳: ص ۳۸۵

ابن سیرین کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی ذر کی بھانجی (بہن کی بیٹی) سے پوچھا ابوذر نے ترکہ میں کیا چھوڑا؟

انہوں نے بتایا:

ترک، اتانین و عفوا واعنزا و رکائب قال: العفو حمار الذکر۔

دو خچر، ایک گدھا، ایک بچھڑا اور کچھ مویشی۔

۵۔ وصیۃ النبی ﷺ لابی ذر:

نبی اکرم ﷺ یوں تو حضرت ابوذر سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ راز و نیاز کرتے تھے۔ علوم و فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ مستقبل کی باتیں بتاتے تھے۔ وصیتیں فرماتے تھے۔ حضرت ابوذر بھی رسول اکرم ﷺ کے عطا کردہ علوم و فنون کو جان و دل سے محفوظ فرماتے تھے۔

لیکن ایک مرتبہ ابواسود دلی حضرت ابوذر سے ملنے ربذہ گئے۔ ابوذر نے ان سے بیان کیا۔ ایک دفعہ صبح صبح میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے مسجد گیا۔ مسجد میں اس وقت صرف نبی اکرم ﷺ جلوہ افروز تھے۔ برابر حضرت علی علیہ السلام دوزانو موجود تھے۔ مسجد میں ہم تینوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ میں نے مسجد میں اس تنہائی کو غنیمت جانا۔ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے وصیت فرمایئے: آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے اباذر! میں تمہیں وصیت کروں گا۔ ایسی وصیت جو تم محفوظ کر لینا۔ یہ وصیت بھلائیوں کے تمام راستوں پر محیط ہے۔ اگر تم اسے محفوظ کر لو گے اور اس پر عمل کرتے رہو گے تو تمہیں بہت اجر و ثوات ملے گا۔

اس کے بعد حضرت ابوذر نے یہ پوری وصیت ابواسود دو ئلی کی نذر کی اس طویل و عریض وصیت کے ہر جملہ کا آغاز:

"یا اباذر (اے ابوذر "!) سے ہوتا ہے۔

یہ وصیت شیخ طوسی نے الامالی، طبرسی نے مکارم الاخلاق اور علامہ حسن الامین نے اعیان الشیعہ میں نقل کی ہے "[۱۴]۔

۶۔ وصیت رسول اللہ ﷺ لابی ذر:

حضرت ابوذر فرماتے ہیں۔ ایک دن میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے مسجد آیا۔

اس وقت آنحضرت ﷺ وہاں تنہا تشریف فرما تھے۔

آنحضرت ﷺ نے مجھے نمازِ تحیت مسجد کا حکم دیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو وصیت فرمائی۔

یہ وصیت گذشتہ وصیت کے علاوہ ہے۔ اس کے مطالب بھی مختلف ہیں "[۱۵]۔

۷۔ کتاب یا صحیفہ:

صحیفہ ابوذر کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے بعد ظاہر ہونے والے واقعات قلمبند تھے۔

اس کی ضخامت کیا تھی؟ یہ واقعات کس قسم کے تھے؟ کچھ نہیں کہا جا سکتا"[۱۶]۔

---

[۱۴] حسن الامین : اعیان الشیعہ ج ۷: ص ۲۳۲ / صدوق : خصال : ص ۵۲۳۔۶۲۵: (حدیث ۱۳) / طبرسی : مکارم الاخلاق / طوسی : الامالی : ص ۵۲۵۔۵۳۹ مکمل وصیت حدیث ۱۱۲۶ مجلس یوم جمعہ ۳ محرم ۴۵۷ ہجری۔

[۱۵] طوسی : الامالی : ص ۵۳۹۔۵۴۲ : حدیث ۲۱۱۶۳ مجلس یوم جمعہ ۴ محرم ۴۵۷ھ

[۱۶] صدر الافاضل : تدوین حدیث : ص ۳۳

۸۔ مسند:

مسند ابو ذر کے متعلق کسی قسم کی تفصیل نہیں ملتی۔ فقط مسند ہی کا ذکر ملتا ہے [۱۷]۔

حضرت ابوذر کے ان دونوں مصنفات کی تفصیل کے سلسلے میں ہمارے تمام ماخذ خاموش ہیں۔ اس لیے ہم ان کی ضخامت اور نوعیت وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ابوذر کے مرویات کی کثرت [۱۸] سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں بہت مختصر نہ ہوں گی۔

(۸) جابر بن عبداللہ انصاری:

جابر بن عبداللہ انصاری کبار صحابہ میں تھے۔ انہوں نے اکیس میں سے انیس غزوں میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ نیز حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے کسب فیض کیا۔ ان کے شاگردوں اور ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری شیعہ، سنی دونوں فرقوں کے نزدیک معتبر اور قابلِ وثوق ہیں۔ عام مسلمانوں میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے بعد وہ سب سے پہلے زائر روضہ امام حسین علیہ السلام و شہداء کربلاء علیہم السلام ہیں۔ جس وقت وہ مدینہ سے کربلا پہنچے اس وقت اہل بیت علیہم السلام کا قافلہ بھی شام سے کربلاء پہنچا۔

انہوں نے ۷۳ یا ۷۴ ہجری میں رحلت فرمائی۔ اصحاب نبوی میں وہ سب سے آخر میں رحلت فرمانے والے صحابی ہیں۔ کتابوں میں ان کے مجامیع احادیث کا تذکرہ ملتا

---

[۱۷]) صدر الافاضل: تدوین حدیث: ص ۳۳

[۱۸]) حائری: جامع الرواۃ: ج۱: ص۱۶۸/ کشی: اختیار معرفۃ الرجال: ص ۸۷۔۹۴ و ص ۷۶۔۷۷/ انجم الحسن کراروی: ابوذر الغفاری: ص۱۸۱/ ہندی: کنز العمال: ج۲: ص ۱۸۲۲/ص ۲۰۳۷ و ۲۲۲۹

ہے۔ ہم انشاء اللہ بعد میں ان کے مجامیع احادیث کا تذکرہ کریں گے۔ یہاں لوح فاطمہ کے اس نسخہ کا تذکرہ ضروری ہے جو انہوں نے نقل (استنساخ) کیا تھا:

۸۔ لوح فاطمہ علیہاالسلام کا نسخہ جابر بن عبداللہ

پہلے بیان کرچکے ہیں۔ جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ انہوں نے جب لوح فاطمۃ الزہراء علیہاالسلام کی زیارت کی۔ تو جناب فاطمہ علیہاالسلام کی اجازت سے انہوں نے اس کی ایک مکمل نقل تیار کرکے اپنے پاس محفوظ کرلی۔ یہ نقل انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دکھائی تھی۔

(۹) انس بن مالک مولیٰ رسول اللہ ﷺ[۱۱۹]

انس بن مالک بن النصر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار ابو حمزہ الانصاری الخزرجی۔

ولادت:

حضرت انس کی ولادت ۷ یا ۱۰ سال قبل از ہجرت نبوی کے لگ بھگ ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں یہ ملتا ہے کہ خود حضرت انس نے فرمایا کہ ہجرت کے وقت وہ

[۱۱۹] ابن سعد الغابہ: ج ۱: ص ۱۲۵۸/ ابن عبدالبر: الاستیعاب: قسم اول: ۸۳، ۲/۷۷ تہذیب التہذیب: ج ۹ ۳۷: ۱/ ابن حجر: الاصابہ: ص: ۸۳ و ۸۴

دس سال کے تھے۔[120] روایات میں ملتا ہے کہ رحلت کے وقت وہ ایک سو سات سال کے تھے۔[121]

خدمت نبوی ﷺ میں

جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے خود حضرت انس کے بقول وہ اس وقت دس سال کے تھے۔ ان کی والدہ ام سلیم انہیں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں۔

عرض کی:

یہ انس، آپ کا غلام ہے۔ آپ کی خدمت کرے گا۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو قبول فرمالیا۔ ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔

آنحضرت ﷺ ان سے بہت مزاح فرمایا کرتے تھے۔ ان کی والدہ کی فرمائش پر رسول اکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی:

اللهم اكثر ماله و ولده وادخله الجنة

یا

اللهم اكثر ماله وولده وبارک له فيه

انہوں نے غزوہ بدر سمیت ۸ غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت کا شرف حاصل کیا۔

ان کی اولاد میں موسیٰ بن انس کا ذکر ملتا ہے۔

---

[120]) حاکم: مستدرک: ص۱۲۳۶ حدیث ۶۵۰۹

[121]) حاکم: مستدرک: ص۱۲۳۶ حدیث ۶۵۰۵

وفات

اصحاب رجال نے ان کی رحلت کا سنہ ۹۰ یا ۹۳ [۱۲۲] ہجری لکھا ہے۔ حاکم نے مستدرک میں رحلت کے وقت ان کی عمر ایک سو سات سال لکھی ہے۔ [۱۲۳]

اولاد

ابن حجر نے الاصابہ میں ۸۳ پر ایک روایت میں خود حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کی والدہ کی فرمائش پر ان کے لیے جو دعا فرمائی تھی ان کے نتیجہ میں :

فلقد دفنت من صلبي سوى ولد ولسى مأتة و
خمسة و عشرين و أن ارضى لتثمر فى السنة
مرتين۔

میں نے اپنے پوتوں کے علاوہ خود اپنی اولاد میں سے ایک سو پچیس فرزندوں کو دفن کیا۔ میرے باغات سال میں دو مرتبہ پھل دیتے تھے [۱۲۴]۔

موسیٰ بن انس

رواۃ حدیث میں ان کے فرزند موسیٰ بن انس کا نام ملتا ہے۔

---

[۱۲۲] ابن حجر: الاصابہ: ص ۸۳

[۱۲۳] حاکم: مستدرک: ص ۱۲۳۶: حدیث ۶۵۰۵

[۱۲۴] ابن حجر: الاصابہ: ص ۸۳: " قال علی بن المدینی... سألت موسیٰ بن انس... "

کتب انس بن مالک:

سعید بن ہلال کہتے ہیں:

کنا اذا اکثرنا علی انس بن مالک اخرج الینا محالاً عندہ فقال:

هذا سمعتها من النبی ﷺ فکتبتها و عرضتها علیه[۱۲۵]۔

جب ہم انس سے بہت زیادہ پوچھنے لگتے تو وہ ہمیں ایک بستہ نکال کر دکھاتے تھے۔ فرماتے تھے: یہ وہ تحریریں یا کتابیں ہیں جن میں میں نے رسول اکرم ﷺ سے سن کر حدیث کو لکھا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کو سنا کر ان کی تصدیق بھی حاصل کی ہے۔

یہ بہت اہم بات ہے۔ حضرت انس نے احادیث نبوی ﷺ کو فقط لکھا ہی نہیں۔ لکھنے کے بعد انہیں آنحضرت ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ ﷺ نے اپنی تحریری روایات کے صحیح لکھے جانے کی تصدیق بھی حاصل کی۔ کہا:

میں نے اُسی طرح لکھا ہے جس طرح سنا تھا۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خود آنحضرت ﷺ اس بات پر توجہ فرماتے تھے کہ جو بات آپ ﷺ سے نقل کی جائے اس کو صحیح نقل کیا جائے اور آپ ﷺ سے اس کی صحت کی تصدیق بھی لی جائے۔

---

[۱۲۵] حاکم: مستدرک: ص ۱۲۳۶: باب: ۲۶۵۵: کتابۃ الحدیث فی عہد النبی ﷺ: حدیث: ۵۶۱۱

ضمیمہ

۱) دستور مدینہ:

پہلی اسلامی ریاست کا آئین

۲) نجاشی کے نام آنحضور ﷺ کا اصل مکتوب

۳) ہرقل کے نام اصل خط

مکتوبات نبوی ﷺ کے دو اصل

۴) مقوقس کے نام اصل خط

۵) المنذر کے نام آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک

۷) کسریٰ کے نام آنحضور ﷺ کا اصل خط

مقدمہ

ہم نے عصر حاضر میں دنیا کے مختلف خزانوں میں نبی اکرم ﷺ کے گرامی ناموں کا تذکرہ کیا ہے، ان کے بارے میں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ نسخے جو آج ہمارے پاس ہیں آیا یہ وہی ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے ارسال کئے تھے؟ یا یہ ان کی وہ نقول ہیں جو اس عہد میں یا اس عہد کے بعد مختلف لوگوں نے تبرک، یادداشت یا تاریخی ذخیرہ کے عنوان سے تیار کی تھیں!؟

اس موضوع پر دنیا کے مختلف محققین نے اپنی اپنی نظر اور معلومات کے مطابق گفتگو کی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے اس موضوع پر کی جانی والی تحقیق کو اپنی نظر سے پرکھا ہے۔ پھر اپنی رائے بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہم اس موضوع پر ان کے مختلف مقالات کا مجموعہ اپنے قارئین کی توجہ کے لئے ضمیمہ کے طور پر اپنی کتاب میں شامل کر رہے ہیں۔

ان مقالات کے مطالعہ سے خاص طور سے ہمارے قارئین کو اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ یورپ، امریکا اور مغربی مفکرین کے بارے میں جو یہ بات بڑے شد ومد سے مشہور کی جاتی ہے کہ وہ کسی بات کو اچھی طرح پرکھے بغیر نہیں کہتے اور جو بات کہتے ہیں اس میں کوئی تعصب شامل نہیں ہوتا۔ یہ بات سرے سے غلط ہے۔ خاص طور سے اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے بارے میں ان کے معلومات بہت کم اور غلط ہیں۔ نیز ان کی باتوں میں تعصب بہت نمایاں ہے۔ اس ضمیمہ کے آغاز میں ہم "دستور مدینہ" سے متعلق ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کا ایک مقالہ "پہلی اسلامی ریاست کا ایک آئین" کے نام سے بھی شامل کر رہے ہیں۔

ا۔ دستور مدینہ

پہلی اسلامی ریاست کا آئین[۱۲۶]

اس آئینی دستاویز کے مندرجات کا تجزیہ کرنے سے قبل اس عمل میں خدا کی مدد کی کارفرمائی کی نشاندہی بھی کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو بغیر کسی تردد کے مدینہ کا حاکم اعلیٰ تسلیم کرلیا گیا اور یہ اس لئے ممکن ہوگیا کہ وہاں پہلے سے کوئی بادشاہ سریر آرائے تخت نہ تھا اور ایک سیاسی خلا موجود تھا۔ اگر وہاں کوئی بادشاہ ہوتا تو وہ خوشی سے رسول ﷺ کے حق میں دستبردار نہ ہوتا (کانسٹینٹائن کے ۳۲۳ء میں عیسائیت قبول کرنے کے بعد اس کے اس وقت کے پوپ سے تعلقات کا معاملہ ملاحظہ ہو)۔ ایسا موقع زرتشت (آتش پرستی کا بانی) کو ملا نہ کنفیوشس کو نہ ہی کرشن کو نہ موسیٰ، اور نہ ہی عیسیٰ کو، گوتم بدھ نے خود ہی تخت و تاج چھوڑ دیا۔

خدائی مدد کے بغیر رسول ﷺ کے لئے ممکن نہ تھا کہ اپنے پیروؤں کے لئے "اسوہ حسنہ کی عمدہ مثال" بن جاتے۔ ایک شخص کی مثال جو جس چیز کی تعلیم دیتا ہے اس پر عمل کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو روحانی کے ساتھ ساتھ زندگی کے اخلاقی اور مادی پہلوؤں کے حوالے سے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ بنی نوع انسان کے لئے کتنی عظیم رحمت ہے۔ کیا کسی بادشاہ کی ایسی مثال ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرح حکمت اور انصاف سے حکومت کرسکے؟

---

[۱۲۶]) "دستور مدینہ" سے متعلق مقالہ۔

اگرچہ رسول خدا ﷺ نے مدینہ کی مسلم آبادی کو متحد کرنے کی کوشش پہلے بھی کی تھی جب آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل بیعت عقبہ کے موقع پر ہر قبیلے کا ایک سربراہ (نقیب) اور ایک "نقیب النقبا" مقرر فرمایا تھا مگر ابھی تک یہ نظام مستحکم بنیاد پہ استوار نہیں ہو سکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کے حقوق اور فرائض کا تعین ابھی کیا جانا باقی تھا۔ ابھی مدینہ کے غیر مسلم عربوں اور اہل یہود سے بھی تعلقات کو باضابطہ شکل دی جانی تھی تاکہ آبادی کو باقاعدہ ایک نظام کے تحت لایا جائے اور عدالتی، تعلیمی، مالیاتی، فوجی، مذہبی اور دوسرے اداروں کی داغ بیل ڈالی جاسکے۔ اسلام کے مستقبل کے لائحہ عمل کو بھی رخ دیا جانا تھا جو رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا حقیقی مطلوب و مقصود تھا۔ پہلے روز سے رسول ﷺ کی تعلیمات کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صداقت کے عمل پر تھی۔ مکہ سے ہی اس کا آغاز ہو چکا تھا اور مسلمانوں کے لئے دن میں پانچ نمازیں اور اپنے مال سے صدقات دینا لازمی تھا لیکن وہ کافی نہ تھا بلکہ اس کے لئے زیادہ مستحکم نظام کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی روحانی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سیکولر (سیاسی) فرائض بھی اپنے ذمہ لینے کے پس پردہ بہت سی وجوہات کارفرما تھیں۔ سب سے پہلے یہ کہ تجربے سے آپ ﷺ پر منکشف ہوا کہ معاشرے میں نظم و ضبط اور امن و امان کے قیام کے لئے دنیوی فرائض بھی ضروری ہیں۔ آپ ﷺ کے سوا کوئی اور شخص موجود نہ تھا جو اسلامی قوانین اور اصولوں کے مطابق قوم کے دنیاوی لیڈر کے فرائض بجالائے کیونکہ اسلام ابھی اپنی تشکیل کے مرحلے میں تھا اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہ تھا جو اسلام کی حقیقت کو پہچانتا ہو۔ اس کے علاوہ تاریخ گواہ ہے کہ سربراہان ریاست اور فوجی کمانڈروں کو دوسرے لوگوں کی طرح معاملات چلانے کے لئے نمونوں اور مثالوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اسلام سے قبل سماجی اور مذہبی اصلاحات کے حوالے سے (کسی انقلاب کی) کم از کم کوئی مثال موجود نہ تھی اگر حکمرانوں کو من مانی کی اجازت دے دی جائے تو انسانیت ظلم و

جبر کا شکار ہو جائے گی جو طوائف الملوکی اور فتنہ سے بدتر چیز ہے۔ مزید بر آن یہ کہ سابق پیغمبروں مثلاً موسیٰ ۔اور داؤد ۔کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے روحانی کے ساتھ ساتھ دنیوی ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔

در پیش صورتحال میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ اپنے غیر مسلم ہم وطنوں سے بھی مشورہ کیا۔سب لوگ حضرت انس کے مکان پر جمع ہوئے (بخاری ۹۶/۱۶ نمبر ۱۸) اور مدینہ کو ایک شہری ریاست بنانے کا فیصلہ کیا۔ ایک آئینی دستاویز تیار کی گئی جو خوش قسمتی سے آج تک مکمل حالت میں محفوظ ہے (عربی متن کے لئے ملاحظہ ہو ابن ہشام، ابوعبید اللہ اور ابن ابی خیثمہ جن کا حوالہ میری کتاب الوثائق السیاسۃ میں بھی دیا گیا ہے۔ جب کہ اس کا انگریزی ترجمہ میری کتاب First Written Constitution in The World میں اور فرانسیسی ترجمہ اور تشریح میری کتاب Documents & Corpus میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

دنیا کی پہلی مسلمان شہری ریاست کا آئین ہونے کے ساتھ ساتھ یہ عالمی تاریخ میں کسی بھی ملک کا پہلا تحریری آئین بھی ہے۔ بائبل کی کتاب سیموئل I، VIII، ۱۸-۱۱۱ اور X، ۲۵ (۱۱ ویں صدی قبل مسیح) میں مطلق العنان بادشاہوں کے دائرہ اختیار کی جو فہرست دی گئی ہے وہ انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ اسی طرح (یونانی ماہر آئین) سولون (۵۵۸-۶۴۰ قبل از مسیح) نے ایتھنز کی شہری ریاست کی حکمران کونسل کے رکن کی حیثیت سے جو تجاویز دی ہیں وہ پہلے سے موجود آئین میں تبدیلیوں سے متعلق ہیں۔ یہ تجاویز بعد از آن منظور کر کے نافذ کر دی گئیں۔ یہ معلوم نہیں کہ آیا یہ تحریری تھیں تاہم وہ آئین کے تمام شعبوں کا احاطہ نہیں کرتیں۔ کنفیوشس (۴۱۹-۵۵۱ قبل مسیح) اور ان کے ہندوستانی ہم عصر کوتلیا کی تحریریں ایسے آئین پر مبنی نہیں تھیں جو باقاعدہ بادشاہوں یا مملکتوں نے نافذ کیے ہوں۔ ان کی نوعیت شہزادوں (کی تربیت) کے لیے درسی کتب جیسی تھی یا حکمرانوں کے لئے تجاویز کی طرح تھیں جو چاہیں تو انہیں قبول کر لیں چاہیں تو مسترد کر دیں۔ حتیٰ کہ

"ایتھنز کا آئین" بھی جسے ارسطو سے منسوب کیا جاتا ہے ایک مورخ کی نگارشات سے زیادہ کوئی چیز نہیں جو اس وقت تیار کی گئیں جب ایتھنز کا شہری ریاست کی حیثیت سے کوئی وجود نہ تھا اور ارسطو کی حیثیت بھی ایک وزیر کی تھی حکمران کی نہیں۔

ہماری زیر بحث دستاویز کا کسی یورپی زبان میں پہلا ترجمہ ویل ہاسن نے کیا جس نے اسے ۴۷ حصوں (دفعات) میں تقسیم کیا اور بعد میں آنے والے مترجموں نے بد قسمتی سے اسی کی پیروی کی لیکن میری رائے میں در حقیقت اس کے ۵۲ حصے ہیں۔ دستاویز کے دو واضح حصے ہیں۔ آرٹیکل ایک سے ۲۳ تک (۲۵ دفعات) کا تعلق مسلمانوں کے معاملات سے ہے جب کہ آرٹیکل ۲۴ سے ۵۲ تک (۲۷ دفعات) کا تعلق یہود سے ہے۔ ہمارے راوی ابو عبید کے مطابق اس آئین کا نفاذ پہلی صدی ہجری سے ہوا (رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد بہت جلد اسے نافذ کر دیا)۔ ہمارے راویوں نے مندرجہ ذیل بالا دونوں حصوں کے نفاذ کی کوئی الگ الگ تاریخ نہیں دی اور اس نکتہ پر مورخ کی خاموشی ہمیں یہ باور کرانے کے لئے کافی ہے کہ ان دونوں حصوں کا نفاذ ایک ہی وقت میں ہوا تھا۔ تاہم یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہود (کیوں) ایک اجنبی کے لیے جو غیر یہودی بھی تھا اور ان سے کم طاقت کا مالک بھی تھا اپنی خود مختاری اور آزادی رضاکارانہ طور پر ترک کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس حوالے سے دلائل کا تذکرہ ہم بعد میں کریں گے تاہم اس کا ثبوت ایک نہیں بلکہ دو دستاویزات سے ملتا ہے جو دو مختلف اوقات میں تیار کی گئیں مگر تاریخ میں ایک ہی حیثیت سے محفوظ ہے جبکہ ان کا تذکرہ یکے بعد دیگرے کیا گیا ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ آئین کو "کتاب" کہا گیا ہے اس شکل میں نہ صرف یہ کہ موثر حکم نامہ ہے جو ایک بالادست کی طرف سے اپنے عوام کے معاملات کو نظم و ضبط کے دائرے میں لانے کے لئے جاری کیا گیا بلکہ ایک تاریخی دستاویز بھی ہے۔ رسول ﷺ کے ذہن سے پہلی وحی کے الفاظ محو نہیں ہوئے تھے جن میں انسانی زندگی میں قلم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ بعد میں آٹھ مقامات پر آئین (چارٹر) کو صحیفہ (کاغذوں، دستاویز،

تحریری ضابطہ) بھی کہا گیا ہے۔ قرآن اس لفظ کو سابقہ آسمانی یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کے لئے استعمال کرتا ہے(قرآن ۱۹/۸۷)شاید یہ لفظ اس آئینی دستاویز کی ان لوگوں کی نظروں میں اہمیت اجاگر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا جن پر ان قوانین کا اطلاق ہونا تھا۔

پہلی شق میں سیاسی اور مذہبی بنیاد پر ایک جماعت کے قیام کی بات کی گئ جو مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ پر مشتمل مسلم آبادی اور اس غیر مسلم آبادی پر مشتمل پانا تھی جو رسول ﷺ کی مرکزیت کے نظام کو قبول کرنے کے لئے تیار تھی اور جنگ کی صورت میں مسلم آبادی کے شانہ بشانہ جنگ پر بھی آمادہ تھی۔اس جماعت (مسلم اور غیر مسلم) کا ذکر جسم واحدہ کی صورت میں کیا گیا ہے جو باقی دنیا سے منفرد تھی اور جس کے ہر ممبر کے حقوق مساوی تھے۔ خصوصًا جنگ کے ایام میں (شق ۱۵,۱۸,۱۹)۔ایک خصوصی شق میں (۱۶) یہود کے لئے دروازہ کھلا رکھا کہ وہ باہمی مدد اور ہر ایک کے لئے انصاف پر مبنی اس سیاسی نظام میں شامل ہو جائیں۔اس آئین میں نظام انصاف کے حوالے سے ایک حقیقی انقلاب کی آمد کے آثار موجود تھے کیونکہ ان میں سب کے سب کو یکساں سلوک کی ضمانت تھی۔ہر شہری اس میں اپنا حصہ ڈالنے کا پابند تھا چاہے اس کا استعمال اس کے قبیلے کے خلاف ہو یا اس کے خاندان یا رشتہ داروں کے خلاف (شق ۳)۔ کوئی شخص کسی مجرم کو پناہ نہیں دے گا۔(شق ۲۲) جھگڑے یا تنازعہ کی صورت میں قانون اور انصاف کا ذریعہ خدا ہوگا اور اس کا رسول ﷺ منصف اعلیٰ کے فرائض انجام دے گا(شق ۲۳)آئین میں کچھ مروج روایات جیساکہ "پہلے سے رائج ہے" کے بیان سے ظاہر ہے، کچھ ان میں بہتری لا کر جنگی قیدیوں کی آزادی کے تاوان کی ادائیگی کے لئے سماجی تحفظ کا ایک نظام بھی قائم کیا گیا تاکہ قتل یا زخمی ہونے کی صورت میں انتقام کا پرانا قانون تبدیل کیا جاسکے کیوں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ قرض وغیرہ اور دوسری بھاری مالی ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے دوسرے مسلمانوں کی مدد کریں (شق ۱۲)۔ ہر قبیلہ یہ نظام چلانے میں خود مختار تھا(شق ۱۱-

۴) لیکن ایک نئے نظریے کے ساتھ کہ قبیلہ کوئی پتھر کا بنا ہوا ڈھانچہ نہ ہو جس کے باہمی رشتے محض پیدائش کے تعلق اور معاہدوں سے ہوں بلکہ یہ ایک رضاکارانہ فلاحی اور فعال تنظیم میں ڈھل جائے۔ اس کا مشاہدہ اس مثال سے ہو سکتا ہے کہ مہاجرین مکہ جو نہ صرف بے شمار قبائل سے آئے تھے بلکہ ان میں سے بعض قبائل غیر عرب مثلاً حبشہ سے بھی تھے مگر انہوں نے (مدینہ آمد کے بعد) اپنے آپ کو ایک قبیلہ میں ڈھال لیا۔ یہ بات درست ہے کہ عربوں کے ہاں غیر ملکیوں کو اپنے اندر سمونے کی روائت پہلے سے موجود تھی جو عام طور پر تعداد میں کم ہوتے تھے اور انہیں قبیلے کے اصل ارکان سے قدرے کم حقوق کا ملنا روایت کا حصہ تھا تاہم ایک بالکل نئے قبیلے کی تشکیل ایک بالکل نئی چیز تھی۔ شاید یہ وہی جڑ تھی جسے پھوٹ کر "ملت اسلامیہ" کے تناور درخت میں تبدیل ہونا پڑا اور دوسری قوموں کے برعکس جن کی پہچان کی بنیاد نسل، رنگ، زبان اور جائے ولادت تھی، اسلام نے اس کے برعکس قومیت کی بنیاد کے لئے ایک منظم تصور حیات، باہمی روابط اور طرز زندگی کے انفرادی (اور بلا جبر و اکراہ) چناؤ کا انقلاب آفرین نظریہ پیش کیا۔ جہاں تک دفاع اور سلامتی کا تعلق ہے اس آئین میں امن (کی ذمہ داری) کو ایک ناقابل تقسیم چیز کہا گیا ہے (۱۷)۔ اور ہر ایک کے لئے بغیر کسی تخصیص کے فوجی خدمات کو لازمی قرار دیا ہے۔ اس میں غیر مسلم شہریوں (بلکہ اب مسلم مملکت کے شہریوں) قریش (قریش مکہ) یا ان کی جائیدادوں کو کسی طرح بھی تحفظ دینے کی ممانعت کر دی گئی تھی (۲۰)۔ (جو اس وقت تک واحد دشمن تھے) اور اپنی قوم کے لئے لازمی قرار دیا کہ وہ اسلام کی راہ میں پہنچنے والے انفرادی نقصانات کی تلافی کے لئے اجتماعی طور پر آگے بڑھیں (۱۹)۔ آخری اور سب سے ضروری بات یہ بھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اعلیٰ ترین جج تسلیم کیا جائے چاہے آئین میں مذکورہ افراد کے مابین جھگڑے کی نوعیت کوئی بھی ہو (۲۳)۔

آئین کے اس حصے میں ریاستی حدود کی حد بندی کی عدم موجودگی کھٹکتی ہے تاہم یہود والے حصے میں اس کی اصلاح کر دی گئی ہے (۳۹)۔ مگر اسلامی (عرب) حصے میں اس

معاملے پر خاموشی باعث حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ دراصل قبائل کی آبادیاں ملی جلی تھیں ۔ یہودی کالونیوں کے بیچوں بیچ عرب بھی آباد تھے اور اسی طرح عرب آبادیوں میں یہودی بھی قیام پذیر تھے ایک بار جب یہودیوں کو مرکزی سیاسی انتظام کے تحت لے آیا گیا تو حد بندی ممکن اور قابل عمل ہو گئی۔ حد بندی کے حوالے سے آئین میں زیادہ تفصیل نہیں ہے اس میں صرف "جوف مدینہ" کا ذکر آیا ہے جس سے مراد میدانی علاقے اور وادی کا وہ حصہ ہے جہاں قبائل آباد تھے۔ تاہم بعض دوسرے حوالوں سے زیادہ واضح تفصیلات ملتی ہیں۔ مثلاً ابن حنبل (ابن حنبل ۱۴۱,IV نمبر ۱۰، مسلم ۴۵۷/۱۵) رافع بن خدیج کے حوالے سے جن کا تعلق جشم بن حارثہ کے قبیلہ سے تھا بیان کرتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو ایک مقدس علاقہ (حرم) میں تبدیل کر دیا اور یہ بات کھال کے ایک ٹکڑے پر تحریر ہے جو ہمارے پاس موجود ہے"۔ بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے کعب ابن مالک کو بھیجا کہ وہ ریاست کی حدود پر ستون تعمیر کروائیں۔ جبکہ المطاری کی "تاریخ مدینہ" میں کعب ابن مالک سے منسوب یہ الفاظ موجود ہیں "رسول اللہ ﷺ نے مجھے مدینہ کے علاقے کے گرد پہاڑیوں پر نشانات کے طور پر ستون تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے میں نے ذات الجیس، مشیرب، ماخید کی چوٹیوں، حفیبا، ذوالعشیرہ اور تیم کے مقامات پر یہ ستون تعمیر کر دئے۔ اس تفسیر میں ان مقامات کی مکمل نشاندہی بھی کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوگیا کہ مدینہ کے چار کلیدی مقامات پر یہ ستون تعمیر کئے گئے۔ یہ مقامات ان علاقوں کے چھوٹے پہاڑوں اور پہاڑیوں پر ہیں مثلاً۔ تیم کا مقام مشرق میں ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سیرت نگار اس حد بندی کو دو جملوں میں سمیٹتے ہیں۔ "ثور اور عیر کے پہاڑوں کے درمیان" علی الترتیب (انتہائی شمال اور انتہائی جنوب میں) اور "لاوا کے دو میدانوں کے درمیان" (یہ مقامات آباد علاقے کے مشرق اور مغرب میں پائے گئے)۔

جہاں تک یہودی قبائل کا تعلق ہے، اس معاملے پر راویوں کی خاموشی کے باوجود ہمیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ یہودیوں نے عرب قبائل کی طرح فوراً ہی رسول ﷺ کے منصوبے پر لبیک کہہ دیا تھا۔ (گو) رسول اللہ ﷺ کا تعلق ان کی نسل سے تھا نہ ہی وہ ناپسندیدہ طاقت بنا تھا مگر جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے، آئین کے بعض دفعات کے تحت یہودیوں کی سیاسی اور معاشی خود مختاری کا ایک قابل ذکر حصہ سلب ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہودی قبائل کا آئین کے متن میں کہیں بھی آزادانہ حیثیت (بحیثیت قوم) سے کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا جب کہ اس کے برعکس اسلام قبول کرنے والے دس قبائل کا ذکر التزام کے ساتھ موجود ہے مگر یہودیوں کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے کہ فلاں فلاں عرب قبیلے کے حلیف (۳۵-۲۴-۴۶) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کو مدینہ کی وفاقی شہری ریاست میں مساوی حقوق حاصل نہ تھے۔ بلکہ ان کی حیثیت عرب مسلمان سرپرستوں کے زیر دست کی تھی اندازہ ہے کہ یہ صورتحال ان حالات کا منطقی نتیجہ تھی جب مسلمانوں نے بدر کی فیصلہ کن جنگ میں کامیابی حاصل کرکے مدینہ میں اپنی پوزیشن مستحکم کی۔ اس کے علاوہ میثاق مدینہ کے عربوں سے متعلق حصہ کی دفعہ ۱۶ کے تحت یہودیوں کے لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ معاہدے میں شامل ہو جائیں اگر وہ شروع ہی سے شامل ہو گئے ہوتے تو پھر اس دفعہ کے شامل کرنے کا کوئی جواز نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ اس تاثر کو تقویت دینے والے اور عوامل بھی ہیں۔ ابن منظور کی رائے میں (لسان العرب) مسلمانوں کا یہودیوں کے ساتھ ہونے والا معاہدہ اور مدنی مسلمانوں (انصار) اور مہاجرین کے باہم معاہدے دو الگ الگ نوعیت کے معاہدے تھے۔ در اصل ایک ہی پیرے میں وہ "مدنی مسلمانوں اور مہاجرین کے مابین معاہدہ اور یہودیوں کے معاہدہ" کو دو مختلف چیزیں قرار دیتے ہیں۔ ابو داؤد کی زیادہ واضح الفاظ میں یہ رائے ہے کہ: "یہ معاہدہ (یہودیوں کے ساتھ) جنگ بدر کے بعد ہوا (۲ ہجری میں) جب کہ مشہور یہودی ہزل گو شاعر کعب بن

اشرف سے بھی نجات مل چکی تھی"۔ جس کے تعلقات مسلمانوں سے چنداں خوشگوار نہ تھے۔ (ابو داؤد۔ ۲۳/۱۹)

جو چیز ہمیں حیرت میں مبتلا کرتی ہے، یہ ہے کہ ہمیں یہودیوں سے ہونے والے معاہدہ کے آغاز کا کوئی سراہاتھ نہیں آتا اس کا اچانک آغاز اس طرح ہو جاتا ہے کہ " اور اہل یہود جب مسلمانوں سے مل کر (کسی دشمن کے خلاف) لڑیں گے تو اس جنگ کے اخراجات میں بھی مسلمانوں کے ساتھ حصہ ڈالیں گے"۔ (دفعہ ۲۴ جو یہودیوں کے ساتھ معاہدے کی پہلی شق ہے)۔ اس صورتحال کی مزید وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ یہودیوں کے ساتھ معاہدے کی کوئی علیحدہ حیثیت نہ تھی بلکہ اصل آئین کی محض توسیع تھی اور اس طرح مسلم شہری ریاست کے نئے یونٹوں (شہریوں) کے حقوق و فرائض سے متعلق شقیں شامل کرنے کے تقاضے کی تکمیل تھی۔ ورنہ ہم یہ باور کرنے پر مجبور ہوتے کہ راویوں نے نئے معاہدے کی ابتدائی شقوں کو (دانستہ) دبا دیا ہے اور (یہ کہ) چونکہ نئے معاہدے کا مقصد اہل یہود کو مسلمانوں کی سیاسی اور آئینی زندگی میں شریک کرنا تھا اس لئے ہمارے ذرائع نے دو دستاویزات کو اکٹھا کر کے ہمیں پیش کر دیا ہے۔

چونکہ آئین یہودیوں کے متعلق حصہ دفاعی جنگ کی صورت میں ان کی (یہودیوں کی) ذمہ داریوں کے ذکر سے شروع ہوتا ہے اس لئے یہ باور کرنے کی وجوہ موجود ہیں کہ یہودیوں کی ہمدردیاں حملہ آور کے ساتھ ہوں گی۔ اس حوالے سے ابو داؤد کی مندرجہ بالا روایت بھی اس تاثر کی تصدیق کرتی ہے۔ قریش مکہ کو بدر میں جس عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ اس کے بعد سے انتقام کی آگ میں جل رہے تھے اور اس کے لئے تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ یہودی شاعر کعب بن اشرف قریش مکہ کو شکست پر پُرسہ دینے مکہ گیا اور انہیں یقین دلایا کہ مسلمانوں سے جنگ کی صورت میں یہودیوں کی حمایت قریش مکہ کے ساتھ ہوگی۔ کعب بن اشرف مدینہ واپس آیا تو اس کی سازش کی اطلاع مسلمانوں کو ہو چکی تھی چنانچہ اس کی پاداش میں وہ چند مسلمانوں کے

ہاتھوں مارا گیا (ابن ہشام ۵۴۸)۔ اپنے سردار کی موت نے یہودیوں کو خوفزدہ کر دیا اور وہ اپنے مسلمان ہمسایوں سے معاہدہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اس طرح معاہدہ کی شق ۴۲, ۴۷ میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ دوبارہ استعمال کئے جانے پر بھی انہیں کوئی اعتراض نہ ہوا۔ صورت حال کی نزاکت نے انہیں اس کو برداشت کرنے پر مجبور کر دیا تھا گو کہ اس کے سوا کوئی اور چیز ان پر ٹھونسی نہ گئی تھی (شق ۲۵)۔ اسی طرح انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تنازعات کی صورت میں ثالث تسلیم کرنے پر بھی آمادگی ظاہر کر دی (شق ۴۲) ایک اور نکتہ جس پر معاہدہ تو خاموش ہے تاہم اس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے کہ مختلف مذاہب کے پیروکار (یہودیوں اور مسیحی) اپنے اپنے معاملات اپنے مذہبی عقائد کے مطابق نمٹائیں (۵۰-۴۲/۵) ایسے بہت سے واقعات ہوئے جن میں مدینہ کے یہودی اپنے سرداروں کے فیصلوں سے مطمئن نہ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے ان کے فیصلے قرآن نہیں بلکہ توریت کے مطابق کیے۔

معاہدے کے تحت یہودی اس بات کے پابند تھے کہ قریش مکہ یا ان کے حلیفوں کو کسی قسم کی امداد یا پناہ نہ دی جائے۔ اس شق کا مقصد نہ صرف قریش مکہ کو یہودیوں کی حمایت سے محروم کرنا تھا بلکہ یہ بھی تھا کہ بیرونی دشمن کے خلاف مسلمانوں اور یہودیوں کا ایک اتحاد بنایا جائے۔ اس طرح کسی حملہ آور سے امن معاہدہ کرنے کے لیے دونوں اتحادیوں کی رضامندی ضروری تھی اور مرکزی حکومت کوئی بھی فیصلہ کرتی اسے ریاست کے وفاقی یونٹوں کو شامل کرنا ضروری تھا (شق ۳۷, ۴۴, ۴۵)۔ بیرونی حملہ کی صورت میں مسلمانوں اور یہود کو اپنے اپنے جنگی اخراجات کو برداشت کرنا تھا (شق ۲۴, ۳۷, ۳۸) تاہم اپنے مذہب کے لئے کسی جارحانہ کارروائی کی صورت میں کوئی فریق بھی دوسرے کی مدد کا پابند نہیں تھا (شق ۴۵)۔

مسلمانوں کی مہمات میں یہودیوں کی شرکت رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے مشروط تھی (شق ۳۶) غیر ملکیوں کو پناہ دینے کی دیرینہ روایت، قیدیوں کو چھڑوانے کے

لئے زرتاوان کی ادائیگی اور خون بہادینے کی شقیں یہودیوں کے لئے برقرار رکھی گئیں (شق ۲۵، ۳۱، ۳۶، ۳۶ب، ۴۰) تاہم یہودیوں کو سختی سے ممانعت کی گئی کہ وہ قریش مکہ کو پناہ نہیں دیں گے کیونکہ وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں (۴۳) اس بات سے سختی سے ممانعت کی گئی کہ کوئی شخص انصاف کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے خواہ ان کا رشتہ دار ہی ملوث کیوں نہ ہو۔ (شق ۳۶ب وغیرہ) تمام یہودی قبائل، یہودیت قبول کرنے والے عرب، ان کے زیر کفالت افراد اور ان کے متعلقین سب کے حقوق اور ذمہ داریاں برابر ہوں گی (شق ۲۵ وغیرہ) ایک اور معنی خیز حقیقت اس معاہدے کی شق ۲۵ ہے جو اپنی اہمیت کے حوالے سے قابل ذکر ہے اس میں کہا گیا ہے۔

"اور بنو عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک کمیونٹی (امہ) شمار ہوں گے (تاہم اس کے ساتھ ساتھ) یہودی اپنے مذہب اور مسلمان اپنے مذہب پر عمل پیرا رہیں۔ قبیلے کے متعلقین اور قبیلے کے بنیادی ارکان تمام پر معاہدے کا اطلاق ہوتا ہوگا"

ابن ہشام کی مندرجہ بالا روایت کے علاوہ ابو عبید کے حوالے سے جو متن دیا گیا ہے اس کے مطابق اہل یہود کو مسلمانوں کی قوم کا حصہ قرار دیا گیا "امہ مع المومنین" ایک جگہ اور "امہ من المومنین" دوسری جگہ مذکور ہے۔ اس طرح اور من کا فرق موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ یہ کہنا چاہتے تھے کہ یہود جو توحید پرست ہیں انہیں بت پرست قریش کا ساتھ نہیں دینا چاہیے؟ یا آپ ﷺ مدینہ کی ریاست میں فیڈریشن کے قیام کے ذریعہ اس سے بھی آگے جانا چاہتے تھے جو سیاست اور مذہب کے امتزاج کی بنیاد پر قائم ہونے والی پہلی ریاست تھی۔ اس سوال کا کوئی حقیقی جواب ملنا مشکل ہے۔ اپنے پہلے مفروضے کو ذہن میں رکھ کر قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ ہو "کیا آپ نے انہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے جو بت کا اور باطل معبود کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راست پر ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ

نے لعنت فرمائی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کردے تو اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا" (۴/۵۱-۵۲)

مفسرین کا کہنا ہے اس سے نضیری یہودی مراد ہیں جو قریش مکہ کی حمائت حاصل کرنے کے لئے یہ تک کہنے لگے کہ اہل مکہ کی بت پرستی اسلامی توحید سے بہتر ہے۔ دوسرے امکان یا مفروضہ کا جہاں تک تعلق ہے اس حوالے سے بھی قرآن پاک کی آیات موجود ہیں "کہہ دیجئے (اے پیغمبر) کہ اے اہل کتاب ! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں۔ پس اگر وہ منہ پھیرلیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں (۶۵/۳)

رسول اللہ ﷺ نے شہنشاہ ہرقل اور دوسرے مسیحی حاکموں اور بادشاہوں کو جو خطوط لکھے ان میں بھی یہی اپیل کرتے ہوئے اسلام کی دعوت دی گئی۔ قرآن پاک کی ایک اور آیت ملاحظہ ہو "بے شک، مسلمان ہوں یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صحابی ہوں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اس کے اجر ان کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غم (۶۲/۲-۶۹/۵)۔

یہ اسلام کے مطابق مذہب کا نچوڑ ہے اور سچا عقیدہ۔ بعض دوسری آیات میں (مثلاً ۲: ۱۳۵) اہل کتاب کو دین ابراہیم کو زندہ کرنے اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔

آیئے اب ان یہودی گروپوں کی تخصیص کریں جن کا ذکر زیر بحث معاہدے یا میثاق میں آیا ہے۔ مورخوں کے مطابق اس وقت مدینہ میں یہودیوں کے تین بڑے قبائل تھے، بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ تاہم معاہدے کے دستاویز میں یہ نام مذکور نہیں ہیں اس میں صرف فلاں "عرب قبیلے کے یہود" کا ذکر ہے۔ راویوں کا کہنا ہے کہ مدینہ میں بنو قیلہ کے سوا کوئی عرب نہ تھے جو اوس اور خزرج قبائل میں منقسم تھے۔ اوس

اور خزرج دو بھائیوں کی اولاد تھے جن کی ماں کا نام قیلہ تھا آئینی دستاویز میں ان کا ذکر اس طرح نہیں بلکہ ان کی ذیلی تقسیم کے حوالے سے آیا ہے تاہم اوس اور خزرج کی حیثیت سے ان کی شناخت مشکل نہیں۔ مشہور مورخ ابن اسحاق (ابن ہشام نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے سفر ۲۷، ۳، صفحات ۵۵۳- ۵۴۶) اس کی کچھ تفصیلات دیتے ہیں۔ بنی قینقاع کی اکثریت خزرج کی حلیف تھی اور بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف تھے۔ چونکہ آئینی دستاویز میں اوس اور خزرج نہیں بلکہ ان کی ذیلی تقسیم (نجار، ساعدہ وغیرہ) اور ان کے یہودی حلیفوں کا ذکر آیا ہے اس لئے باور کیا جاسکتا ہے کہ تین یہودی قبیلے بھی (اپنے ہمسایہ عربوں کی طرح تقسیم در تقسیم ہو چکے تھے۔ آئینی دستاویز میں مذکور شق ۳۱تا۱۱)۔

ذیل میں اس آئین (میثاق مدینہ) کا مختصراً تجزیہ دیا جارہا ہے جو رسول اللہ [illegible] نے مدینہ کی وادی میں نافذ فرمایا اور اسے ایک ریاست کی شکل دی جسے آنے والے وقتوں میں وسیع اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ بننا تھا۔ یہ آئین شروع سے ہی تحریری دستاویز کی شکل میں تھا۔ اس میں اس وقت کی حکومت کے تمام شعبوں اور ایک ابھرتی ہوئی سیاسی قوت کی مخصوص ضروریات اور تقاضوں کا تذکرہ موجود ہے۔ جن میں دفاع، قانون سازی، نظام انصاف وغیرہ شامل ہیں۔ گو بعد از اس میں وقتاً فوقتاً حتیٰ کہ رسول اللہ [illegible] کے دور میں تبدیلیاں ہوتی رہیں جو سیاسی حالات کا بدیہی تقاضا تھا۔ مگر مورخوں نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہاں اس حوالے سے ایک دلچسپ حقیقت کا اظہار بے جانہ ہوگا۔ اس آئینی دستاویز کی مسلمانوں سے متعلق حصہ میں (شق ۲۰ب) قریش مکہ کو جان و مال کا تحفظ دینے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے جبکہ بخاری جیسے وقیع راوی رقم طراز ہیں کہ جنگ بدر تک (۲ھ) کم از کم دو واقعات ایسے ہیں جن میں مسلمانوں کی ممتاز شخصیات نے مکہ والوں کے مال کو تحفظ دیا (بخاری، ۶۴: ۲، ۳۰: ۲) کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممانعت (شق) آئین کی بنیادی دستاویز کا حصہ نہ تھی اور یہ کہ اسے جنگ بدر کے بعد شامل کیا گیا یا (کیا) اس کا مطلب ہے کہ یہ پورا آئین ہی جنگ بدر کے بعد تیار اور نافذ ہوا؟؟

یہ صورتحال جیسی بھی تھی (حقیقت یہ ہے کہ) اسلام کے اس آئین کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اور روحانی اور دنیاوی عناصر کے امتزاج نے اسے جو جہت اور رنگ عطا کیا وہی اس کی خصوصیت اور پہچان بن گیا۔ روحانیت اور حقیقت اخلاقیات سے عاری سیاست مادیت کی طرف لی جاتی ہے۔ جو وحشی حیوانوں سے بھی بدتر زندگی ہے اور مادی اور دنیاوی آلائشوں سے پاک روحانیت ہمیں فرشتوں سے بھی بالا مقام عطا کر سکتی ہے لیکن اس معیار پر چند افراد ہی پورے اتر سکیں گے اور لوگوں کی عظیم اکثریت روحانی کمال کے اس دائرے سے باہر ہی رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ کو عام آدمی کی فلاح و بہبود سب سے عزیز تھی آپ ﷺ نے انسانی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں میں توازن پیدا کرنے کی تعلیم دی اور اس راستے پر چلنے کی تلقین کہ جس میں روحانی اور دنیاوی دونوں پہلو ساتھ ساتھ چلیں گے۔ مذہب نے ہر شخص کے لئے کم از کم ضروری فرائض کا تعین کر دیا تاہم جو لوگ روحانی زندگی کو زیادہ وقت دینا چاہتے ہوں ان کے لئے دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام حکمران قوم کے فرد بن گئے جس میں ہر شعبے کے سربراہ خود رسول اللہ ﷺ تھے۔ سابقہ زندگیوں کو تبدیل کیا جانا تھا۔ بادشاہی کی لذتیں اٹھانے کے لئے نہیں بلکہ اس کے برعکس ایک زیادہ تقویٰ سے بھرپور زندگی کے لئے۔

ہر مسلمان مرد اور عورت پر چاہے جوان ہو یا بوڑھا ہجرت سے پانچ وقت روزانہ کی نمازیں فرض ہو گئیں۔ نمازوں کی طوالت بھی دوگنا کر دی گئی۔ پہلے روزے فرض نہ تھے تاہم پھر سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہو گئے۔ یہ تمام اقدامات مدنی زندگی کے آغاز میں ہی کر لئے گئے۔ کچھ معاملات بعد میں آئے دنیاوی زندگی کی مسرتوں سے حظ اٹھانے کے مواقع بھی دیئے گئے اور ایک روز میں پانچ نمازیں فرض کر کے روحانی زندگی کے تقاضوں کا ایک اہم توازن قائم کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ اگرچہ باجماعت نماز کی زیادہ تلقین کی گئی تاہم لوگوں کے گھر میں، کھیتوں میں یا جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے

نماز ادا کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ مذہب ہر شخص کی زندگی کا حصہ بن گیا اور عام آدمی کو مذہبی پیشواؤں کی مداخلت اور سفارش کے بغیر خدا تک براہ راست رسائی حاصل ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا مدنی دور اس قدر بھرپور اور مختلف النوع واقعات سے عبارت ہے کہ مورخ کا قلم ان کا کما حقہ احاطہ کرنے سے قاصر رہتا ہے اور اس طرح آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں پر اظہار خیال ہمیشہ تشنہ رہتا ہے۔ اس لئے شاید یہ مناسب ہوگا کہ ان تمام واقعات کا موضوع کے اعتبار سے ہی مطالعہ کیا جائے تاکہ معاملات کی پر پیچ گرہیں کھلتی چلی جائیں اور وہ صحیح معنویت کے ساتھ ہمارے سامنے آسکیں۔ اس میں ممکن ہے کہ کچھ واقعات کی تکرار کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے لیکن یہ آپ ﷺ کی حیات بابرکات کے ہر قسم کے تحفظات سے آزاد مطالعہ کے لئے ضروری ہے اور یہی اس کتاب کا مطلوب و مقصود بھی ہے"[12]۔

[12] حمید اللہ: پیغمبر اسلام ﷺ: ص ۲۰۱۔ ۲۱۳

۲۔ نجاشی کے نام آنحضور ﷺ کا اصل مکتوب[۲۸]

اپنے ایک مضمون "حضور پاک ﷺ کا ایک اور خط" میں جو لندن کے ایک معروف جریدے جے آرا ے ایس میں جنوری ۱۹۴۰ء ص ۵۴تا۶۰ پر شائع ہوا۔ مسٹر ڈی ایم ڈنلپ نے حضور پاک ﷺ کے ایک خط کی ہو بہو نقل (جو اصل کے عین مطابق تھی) شائع کی جو نجاشی کے نام تحریر کیا گیا تھا۔ اس مضمون میں مصنف نے خط کے معتبر اور قابل اعتماد ہونے یا نہ ہونے کے سوال پر بحث بھی کی تھی۔ جہاں تک اس کے اس بارے میں تنقید کا تعلق ہے۔ تو اس میں کوئی اصلیت نہیں پائی جاتی بلکہ وہ گرائی اور کائیتانی کے دلائل کو ہی از سر نو پیش کرتا ہے جن کا تعلق ان اصل خطوط سے ہے جو مقوقس کو تحریر کیے گئے تھے اور ہم ان کا احوال از آن بعد دیں گے اور محض ان کی دور حاضرہ کی دستاویز کی تطبیق کی خاطر کیونکہ یہ دستاویز ان سے قبل کے تاریخ دانوں کے دور میں دریافت نہیں ہوئی تھی۔ جہاں تک موجودہ دستاویز کا تعلق ہے ہم یہاں ڈنلپ کے مضمون کے چند ایک اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

اس دستاویز کی نجی ملکیت کا جہاں تک تعلق ہے سو یہ دستاویز اس نے ایک حبشہ کے پادری سے حاصل کی تھی جو چند سال پیشتر دمشق میں رہا کرتا تھا۔ (ص ۵۹) یہ دستاویز میں نے اکتوبر ۱۹۳۸ء میں حاصل کی اور اسے برطانیہ لے گیا۔ اس کا معائنہ برطانوی عجائب گھر میں میسرز ایچ آئی بیل اور اے ایس فلٹن نے جرمنی میں پروفیسر کیلے اور مسٹر ہیفننگ نے کیا از آں بعد اسے پروفسر مار گولائتھ، مسٹر رابسن (ھوگلاسگو) اور دیگر عربی ماہرین نے بھی دیکھا اور اس کے بعد یہ دستاویز واپس دمشق لایا اور اسے نجی مالک کے حوالے کر دیا (ص ۵۶)۔

---

[۲۸] گرامی نامہ نبوی ﷺ نمبرا "نجاشی کے نام خط" سے متعلق

ہمارے لئے یہ پہلا راستہ تھا کہ ہم اس دستاویز کا دیگر دستاویزات سے موازنہ کریں (یعنی اس خط سے جو مقوقس کے نام لکھا گیا تھا اور پہلے ہی دریافت ہو چکا تھا) ان دونوں میں عمومی یکسانیت پائی جاتی تھی۔ خاص طور پر حضور پاک ﷺ کی مہر مبارک دونوں میں ایک جیسی تھی تاہم خط مختلف معلوم ہوتے تھے جس سے یوں لگتا ہے کہ دو مختلف نامہ نگاروں نے یہ خطوط تحریر کئے تھے (ص۵۶) "یہ ایک جھلی نما کھال ہے جو ۹ انچ چوڑی اور ساڑھے تیرہ انچ لمبی ہے یعنی (۳۳×۲۳ سنٹی میٹر) حروف کی ساخت گول ہے اور چونکہ بڑے ہیں انہیں پڑھنا آسان ہے تحریر میں بھورے رنگ کی سیاہی استعمال کی گئی ہے۔ خط کا متن سترہ ۱۷ لائنوں پر مشتمل ہے اور آخرِ خط میں ایک گول مہر ہے۔ ایک انچ کی اس مہر پر محمد رسول اللہ (ﷺ) کے الفاظ (ہر لائن میں ایک لفظ کی ترتیب کے ساتھ) ہیں جنہیں نیچے سے اوپر کے رخ پر پڑھا جاتا ہے۔ (ص: ۵۴) برطانوی عجائب گھر کے حکام کو اس بات میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ یہ دستاویز اس سے بھی پرانی ہے جتنی کہ کہی جاتی ہے۔ (ص۵۸) جبکہ کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ان کے مطابق اس خط کا تعلق اس دور سے پہلے کے دور سے ہے جو کہ بتلایا جاتا ہے ممکن ہے کہ یہ اس دور سے پہلے کی جعلسازی ہو (ص: ۵۹) ذاتی طور پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ یہ ایک حالیہ دستاویز ہے باوجود اس کے جھلی نما کھال جس پر یہ تحریر کیا گیا ہے اس سے خط کی قدامت صاف عیاں ہے۔ (ص: ۵۹-۶۰) اس لئے ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ موجودہ دستاویز ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ کسی وقت کی تیار کی گئی اور یقیناً ۱۸۵۲ء کے بعد جب مقوقس کے نام خط کی دریافت بار تھلمے نے کی۔" (ص: ۶۰)

مزید آگے بڑھنے سے پیشتر اور مذکورہ صدر دستاویز کی ثقاہت و حقانیت اور اصالت کے خلاف ڈنلپ کے دلائل کی روشنی میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ مذکورہ صدر اصل مکتوب سے پہلے ہی دریافت ہو چکا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں ایک عربی اخبار "البلاغ" قاھرہ نے حبشہ کے ایک اخبار "برھان اسلام" کے حوالے سے لکھا) کہ حبشہ پر اٹلی کے حملے

(۱۹۳۵-۳۶) کے دوران وہاں کے نجاشی نے یہ خط اپنے خزانے سے نکالا اور اپنی رعایا کو دکھایا ایسا اکثر قومی آفات اور سانحات کے موقع پر کیا جاتا تھا: دوسری جنگ عظیم کے دوران (۱۹۴۲) حیدر آباد (دکن) کے نظام اور وہاں مقیم برطانوی سفیر کے مابین اس معاملے پر خاصا عرصہ خط وکتابت ہوتی رہی۔ برطانوی سفیر نے اس خط کے جواب میں کہا تھا کہ مذکورہ دستاویز انگلستان فروخت کے لئے پہنچی تھی۔ یہ اٹلی اور حبشہ کے مابین جنگ کے آغاز سے قبل کا دور تھا لیکن برطانوی لائبریریوں نے اس کی خرید میں دلچسپی کا اظہار نہ کیا علاوہ ازایں لندن میں حبشہ کے سفارت خانے کے میئر نے ایک خط کے جواب میں اپنی چٹھی نمبر ۷۰/۱۲/۵۱ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۵۱ء کے ذریعے مجھے مطلع کیا کہ ان کے ملک (حبشہ) کے پاس اس نوعیت کی کوئی دستاویزات نہیں ہیں (اقتباس) "مزید برآں کہ یہ امکان نہیں ہے کہ ان تحریر شدہ مراسلات میں سے کوئی بھی اب ہمارے ہاں موجود ہو" دستخط پیٹروس آہلو (فرسٹ سیکریٹری) اس طرح مزید معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ اس رپورٹ کے متعلق میری معلومات بحوالہ "ابلاغ" پر ڈنلپ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں " سو یہ بات قابل فہم ہے کہ یہ دستاویز قبل از ایں امپیریئل لائبریری (حبشہ) میں دستیاب تھی اور حالیہ جنگ کے دوران کسی طریقے سے یہ ایک پادری کے قبضے میں چلی گئی جو پہلے بھی شام آیا تھا"(ص: ۵۹)

ڈنلپ اپنی طرف سے مذکورہ صدر دستاویز کے متعلق سات اعتراضات اٹھاتا ہے جن میں چند ایک تو اس لائق بھی نہیں کہ ان کا جواب دیا جائے۔ اب آپ اعتراضات دیکھئے!

۱۔ حضور پاک ﷺ اپنے تئیں صرف عرب ہی کے لئے بھیجے گئے پیغمبر سمجھتے تھے بدین وجہ آپ نے غیر ملکیوں کو خطوط ارسال نہیں فرمائے۔

۲۔ اس دستاویز کی عبارت ابن ہشام کی ذہنی اختراع ہے۔

۳۔ چونکہ مقوقس اور المنذر کو ارسال کئے جانے والے خطوط مشتبہ قرار دیئے جا چکے ہیں لہٰذا یہ مکتوب بھی جعلی، من گھڑت اور مشتبہ ہے۔
۴۔ فی زمانہ ایسے ایسے دروغ گو مدعیان موجود ہیں جو جعلی اثریات کو اپنے نام سے منسوب کر کے ان کی دریافت کا سہرا اپنے سر پہ سجاتے ہیں۔
۵۔ برطانوی عجائب گھر کے ماہرین اثریات مذکورہ دستاویز کو اتنا قدیم تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ اس کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے۔
۶۔ ہمارے پاس محفوظ قرآن کریم کے قدیم نسخہ ہای خطی سے اس دستاویز کا خط خاصا مختلف ہے۔ (مراد لکھائی یا خطاطی)
۷۔ مختلف ذرائع سے محفوظ کردہ اس خط کے اقتباسات اصل خط کے متن سے کسی حد تک مختلف ہیں۔

ضمناً یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ برطانوی عجائب گھر کے ماہرین اس دستاویز کو قدرے قدیم قرار دے چکے ہیں اگرچہ یہ اتنی قدیم نہیں جتنا قدیم ہونے کا اسکے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے۔ جبکہ ڈنلپ کے مطابق اس کی دریافت ۱۸۵۲ یا مابعد کی ہے۔ اگر ڈنلپ جیسا ماہر اثریات برطانوی ماہرین اثریات (برطانوی عجائب گھر کے) خیالات سے اختلاف کر سکتا ہے تو ایسا دوسرے ماہرین بھی کر سکتے ہیں چونکہ اصل دستاویز ہمارے پاس موجود نہیں ہے لہٰذا ہم معاملے کو یہیں چھوڑ کر دیگر اعتراضات پر غور کرتے ہیں جو زیادہ اہم ہیں۔

ڈنلپ نے مذکورہ صدر دستاویز کا موازنہ صرف خط کے اعتبار سے قرآن کی ان نقول کے خط سے کیا ہے جو حضور پاک ﷺ کے وصال مبارک کے دو صدیوں یا اس کے بعد تحریر کی گئیں تاہم اس میں اچھنبے کی کوئی بات نہیں کہ خطاطی اب خاصی ترقی کر چکی ہے۔ تاہم دو نکات قابل غور ہیں پہلا یہ کہ قرآن کی خطاطی میں آرائشی و زیبائشی خط استعمال کیا گیا ہے۔ اور ایک غیر مسلم بادشاہ کو لکھے جانے والے خط میں تقدیس و تبریک کا

ایسا کوئی التزام ملحوظِ خاطر نہیں رکھا گیا اور اسے حضور پاک ﷺ نے ضروری خیال نہ فرمایا۔

دوسرا یہ کہ اس دستاویز میں عربی زبان کی دستی تحریر کا قدیم ترین عمومی پہلو جھلکتا صاف نظر آتا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ جتنا کہ ہمارے ماہرین کو شبہ ہے مثلاً "فاقبلو" (اصل خط کی ۱۶ ویں لائن) بغیر "الف" کے جس کا لفظ کے آخر میں آنا جمع کو ظاہر کرتا ہے کی قرآن میں بیسویں مثالیں موجود ہیں: ایک اور بڑا فیصلہ کن لفظ "اتباع" ہے۔ (اصل خط کی ۱۷ وین لائن) جس میں "تا" بجائے ایک کے دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے اس سلسلہ میں قرآن کی سورت نمبر ۵۱ کی آیت نمبر ۴۷ دیکھی جا سکتی ہے۔ جس میں اس نوعیت کے ہجے موجود ہیں: جہاں "بایید" کے لفظ میں دو مرتبہ "یا" استعمال ہوا ہے۔ مزید بر آن یہ کہ قرآن مجید کے قدیم نسخوں میں الفاظ ایک لائن کے آخر میں اسطرح کاٹے جاتے ہیں کہ اس کا دوسرا حصہ اگلی لائن میں مکمل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً نجا۔ شی، شر۔ یک علاوہ ازیں ایسے الفاظ جنہیں توڑا نہیں جاتا مثلاً الیک، بلغتو اور درمیان میں استعمال ہونے والے لفظ "ھا" (جو "T" اور "V" کی طرح لکھا جاتا ہے) کاملاً واحد ہی استعمال ہوتا ہے اگلے ۶ خطوط جو حضور پاک ﷺ سے منسوب کیے جاتے ہیں ان کا انداز تحریر اس مروجہ اسلوب نگارش سے مختلف ہے جو مابعد کی صدیوں میں پایا جاتا تھا۔

جہاں تک مذکورہ دستاویز کے متعلق آخری دلیل کا تعلق ہے تو ہم پہلے ہی اس کا ذکر کر چکے ہیں کہ یہ دو مختلف خطوط کا ملغوبہ نظر آتا ہے مزید بر آن یہ کہ نجاشی کے نام اس خط کے مختلف متن جو بہت سے قدیم مصنفین کے ہاں محفوظ رہے ہیں ان کے آپس کے موازنے سے یہ عیاں ہوا ہے۔ کہ ان میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو ہم معنی اور مترادف الفاظ کے استعمال پر مشتمل ہے۔ اس طرح گویا تمام اصل خطوط ایک دوسرے سے ملتے جلتے نظر آتے ہیں یہ یکسانیت ان خطوط کی قدر مشترک ہے۔

اس دستاویز کی "خطاطی" یا "خط" کی لکھائی میں ایک وقت امتیازی نقاط کی عدم موجودگی ہے یعنی عربی حروف تہجی با، تا، ثا، جیم، حا اور خا وغیرہ پر نقاط استعمال نہیں کیے گئے۔ جس کے باعث الفاظ خاصی حد تک مترادف نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے مفہوم میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ لیکن پہلی صدی ہجری کے وسط میں ان کا استعمال شروع ہو گیا تھا جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے جو خلیفہ معاویہ اول کے دور میں طائف کے قریب تعمیر شدہ ایک ڈیم پر کندہ ہوئی ہے۔ نقاط کا ستعمال ان سرکاری خطوط میں بھی نظر آتا ہے جو حضرت عمر کے دور یعنی ۲۲ سن ہجری میں تحریر کیے گئے تھے۔ جو از ان بعد مصر میں دریافت ہوئے۔ اس طرح مذکورہ دستاویز نقاط کے استعمال کے رواج سے قبل کی تحریر کردہ قرار دی جا سکتی ہے۔

اس طرح ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اس دستاویز کی ثقاہت و حقانیت اور اصابت شک و شبہ کے سائے سے بھی بالاتر نہیں ہو پائے گی بالکل اسی طرح اس دستاویز کے متعلق اٹھائے جانے والے جملہ اعتراضات بھی جو اسے مشتبہ قرار دیتے ہیں قابل یقین و تسلیم نہیں[۱۲۹]۔

---

[۱۲۹]) حمید اللہ: پیغمبر اسلام: باب ۲۸، ۳۱۴، ۳۱۸

۳۔ہرقل کے نام اصل خط[۱۳۰]

ہمارے سامنے وہ حالات تھے جن میں سے حضور پاک ﷺ نے چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں ھرقل کے نام ایک خط تحریر کروایا تھا۔

مستشرقین میں Kultur det Gegenwant, die) Goldziher Orientalischen Religionen, ۱۹۰۶, P. ۹۴) وہ واحد شخص ہے جس کے مطابق اسلامی تفصیلات میں نا قابل یقین کوئی چیز نہیں۔

Buhi کے نزدیک مذکورہ تفصیلات فرضی اور من گھڑت داستانیں ہیں کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اسلامی رپورٹس کے مطابق حضور پاک ﷺ کے پیغام رساں (ایلچی) حیران کن انداز میں ان ممالک کی زبانیں جانتے تھے جہاں انہیں بھیجا جاتا تھا۔ یہ انداز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل کا سرقہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ڈنمارک کا ایک سوانح نگار ابن سعد کی ایک ادھوری عبارت کا حوالہ دیتا ہے۔(ابن سعد ii/۱، ص۱۹۔ ابن ہشام ، ص۹۷۱، طبری،۱،۱۵۶۰ابن عبدالحکم ص ۵۴) "حقیقت یہ ہے کہ ایک دن حضور پاک ﷺ نے غیر ممالک کے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے پاس سفیر روانہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے حفظ ماتقدم کے طور پر انہیں حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی داستان سنائی جس میں ان کے اس ذمہ داری کو اٹھانے میں ہچکچاہٹ اور تامل کا ذکر کیا گیا تھا اور وہ حیران کن انداز بیان کیا گیا تھا جس کے ذریعے انہوں نے غیر ملکی زبانیں سیکھی تھیں۔ ازاں بعد آپ ﷺ نے اپنے ایلچیوں کا انتخاب فرمایا۔ ہر ملک کے لئے احتیاطًا اس شخص کو چنا جو اس علاقے کی زبان سمجھتا اور اس ملک سے واقفیت رکھتا تھا۔ دحیہ کلبی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ حضور پاک ﷺ کا نامہ مبارک بصرہ کے گورنر (فلسطین جنوبی دمشق) کے ہاتھ

---

[۱۳۰] گرامی نامہ نبوی ﷺ نمبر ۲۲ "ہرقل روم کے نام خط" سے متعلق مقالہ

میں تھمائیں گے اور اتفاق ایسا ہوا کہ شہنشاہ ان دنوں بیت المقدس کے دورے پر گیا ہوا تھا جہاں اس نے ذاتی طور پر اس سفیر کا استقبال کیا۔

اس سلسلہ میں Caetani کے اعتراضات قدرے عالمانہ معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے:

ذرائع کے مطابق اس وفد کی روانگی کا وقت (عرصہ) چھٹی ہجری کے "آخر" کا زمانہ تھا اور یہی ذریعہ مزید کہتا ہے کہ اسی سال کے "وسط" میں اس وفد کو واپسی سفر کے دوران کچھ عرب قبائل نے لوٹ لیا۔ یہ تضاد بیانی ہے یعنی واقعہ کو غلط وقت سے منسوب کیا جارہا ہے۔ تاہم ہر تاریخ دان اس حقیقت سے متفق ہے کہ سفیر کی روانگی سن چھ ہجری اور ذوالحجہ کے مہینے میں ہوئی تھی۔ جب حضور پاک ﷺ صلح حدیبیہ سے واپس تشریف لارہے تھے۔ کچھ تاریخ دان اسے محرم سات ہجری کا واقعہ قرار دیتے ہیں لیکن واقدی کے مطابق دحیہ کلبی کے سامان کی لوٹ کی واردات اور از اں بعد اس کی واپسی کا واقعہ سن چھ ہجری کے آخری چھ ماہ کے دوران کا ہے۔ (ابن سعد ۱۱/ا ص ۶۳۔ بلاذری: انساب ج اول ص ۷۹۰) جہاں وہ ذکر کرتا ہے کہ ذرائع کے مطابق حسما کی مہم ۷ ہجری کا واقعہ ہے چھٹی ہجری میں زید نے چھ مہموں کی قیادت کی تھی۔ جو سب کے سب عرب کے شمالی علاقوں کو روانہ کی گئی تھیں۔ شاید الجھن اور مغالطے کا سبب یہی بات ہے۔ اسے یہ مغالطہ کیوں ہوا یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ غالباً مکہ کے عرب کیلنڈر سے واقف نہ تھا جو سن ہجری (حضور پاک ﷺ کی مدینہ ہجرت) سے شروع ہوا تھا جس کے باعث چھٹی ہجری میں دو ماہ کا فرق پڑ گیا تھا۔ مزید برآں ایک دقت یہ بھی ہے کہ واقدی کبھی تو واقعات کو سن ہجری کے حوالے سے بیان کرتا ہے اور کبھی حضور پاک ﷺ کی ہجرت مبارکہ کے حوالے سے بتاتا ہے۔ اس طرح گویا تین سے چار ماہ کا فرق پڑ جاتا ہے اور یوں وہ ہجرت اور ہجری کے فرق میں تمیز نہیں کر سکا۔ جس کے باعث واقعات کو غلط تاریخوں سے منسوب کر دیا گیا۔ واقدی کی اس سہو کی زہنی دحلان اور دیگر تاریخ نگاروں نے بھی نشاندہی کی ہے۔ یہ بیان

دیگر کئی ذرائع سے معلوم ہوا ہے تاہم محض واقعات کو غلط تاریخ سے منسوب کرنے کے سبب ہم پوری کہانی ہی کو مسترد کرنے کا معقول جواز تسلیم نہیں کرتے۔ جہاں تک "سفر واپسی" کے کلمات کا تعلق ہے تو ابن اسحٰق اسے "جذام" کچھ افراد سے منسوب کرتا ہے اور اس کے درست ہونے یا نہ ہونے کے متعلق خاموش ہے۔ ممکن ہے کہ داستان گو کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مذکورہ سفیر منزل کی جانب سفر پر تھا یا واپسی کے سفر پر، ممکن ہے کہ "یورد قیصر" کے الفاظ (شہنشاہ کی جانب روانگی) من عند قیصر "(قیصر کی طرف سے واپسی) سہواً پڑھے گئے ہوں۔ کیونکہ عربی خط (خطاطی) میں ان دو الفاظ کے درمیان بمشکل ہی کوئی فرق ہے۔ تاہم ہمارے لئے آخری مفروضہ قدرے قابل ترجیح ہے کیونکہ مطبوعہ اقتباس کچھ زیادہ قابل فہم نہیں ہے۔ ذرا متن اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں "من عند قیصر صاحب الروم حین بعث رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم" (شہنشاہ کے ملک سے واپس آرہا تھا، جو روم کا آقا (سردار) ہے جبکہ اسے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے وہاں بھیجا تھا) لیکن سیاق و سباق کے حوالے سے "شہنشاہ کے ،ملک کو جارہا تھا" زیادہ مناسب ہے، "من عند" کا کلمہ (شہنشاہ کے ہاں سے واپسی) بھی مذکورہ متن میں درج ہے جو غالباً وثیقہ نویس کی غلطی ہو۔ اب ذرا اس دلچسپ تفصیل کو ملاحظہ فرمائیں:

ابن اسحاق کے مطابق "وہ سامان جو لوٹا گیا وہ دحیہ کلبی کا تجارتی سامان تھا جب کہ واقدی نے اسے "شہنشاہ کے تحائف" قرار دیا۔ واقعہ خواہ کچھ ہی ہو، کم از کم اس بات سے سب تاریخ دان اتفاق کرتے ہیں کہ علاقہ بھر کے وہ قبائل جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ان کی مدد کو دوڑے اور لٹا ہوا سامان واپس دلوایا اور بڑے غصہ میں بھرے مدینہ پہنچے۔ چنانچہ حضور پاک ﷺ نے ایک تادیبی مہم زید ابن حارثہ کی قیادت میں روانہ فرمائی۔ (مسعودی "التنبیہ" ص ۲۱۸، ازرقی ص ۲۹-۱۲۵ ابن ہشام ص ۷۶-۹۷۵) واقدی کا بیان ہے کہ دحیہ کلبی اس مہم کے ہمراہ گئے (ممکن ہے اپنے تجارتی سامان کی شناخت کے

لئے) نیز "حسنما" وہ جگہ جہاں دحیہ کلبی کا سامان لوٹا گیا تھا۔ یہ جگہ مدینہ سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے لیکن اس علاقے کے لوگوں نے زید بن حارثہ کی انتقامی کارروائیوں کی شکایت حضور پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے جو وفد روانہ کیا وہ محض تین راتوں ہی میں مدینہ پہنچ گیا تھا چنانچہ حضور پاک ﷺ نے اپنے داماد حضرت علیؓ کو معاملات سلجھانے کے لئے روانہ فرمایا ازآں بعد حضور پاک ﷺ سن سات ہجری کے پہلے مہینے (محرم) کے اختتام پر خیبر روانہ ہوگئے۔ ابن اسحاق کے مطابق آپ ﷺ جمادی الاول (پانچویں مہینے) میں خیبر تشریف لے گئے تھے۔ بہر حال ان دو صورتوں میں زید بن حارث اور حضرت علی کے پاس حضور پاک ﷺ کی خیبر روانگی سے قبل مدینہ پہنچنے کا کافی وقت تھا اور اس طرح ان دونوں حضرات نے خیبر کی مہم میں حصہ لیا۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ حضرت دحیہ کلبی خیبر سے شام روانہ ہوگئے تا کہ اپنی سفارتی ذمہ داریاں پوری کر سکیں۔

حضرت دحیہ بیت المقدس میں شہنشاہ سے ملے۔ جہاں وہ متبرک صلیب کی فاتحانہ واپسی کے موقع پر پہنچا ہوا تھا۔ یہ واقعہ ۶۲۹ء کا ہے (یعنی ساتویں سن ہجری کے اختتام کا نہ کہ ساتویں کے آغاز کا جیسا کہ اکثر مسلم تاریخ دان بیان کرتے ہیں)" تاہم یہ اعتراض بے وزن ہے کیونکہ عربی بیانات اور تفصیلات اس ملاقات کی تاریخ بیان نہیں کرتے بلکہ وفد کی روانگی کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بھی ابھی پڑھا ہے کہ خیبر کی مہم جس میں حضرت دحیہ کلبی نے ذاتی طور پر شرکت کی تھی ساتویں ہجری کے پہلے مہینے کے اختتام پر ہوئی تھی۔ (واقدی کے مطابق جمادی الاول سات ہجری میں) ازآں بعد حضرت دیحہ کلبی کو بصرہ روانہ ہونا تھا تا کہ وہ حضور پاک ﷺ کا نامہ مبارک گورنر کو پیش کر سکیں۔ جس نے یہ مکتوب مبارک "ایلیا" کے مقام پر شہنشاہ کے حوالے کرنا تھا جو مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لئے بیت المقدس کے راستے پر تھا۔ (بخاری ۱:۲))Theophane ۸۱۷- ۷۵۰) کے مطابق (اس کے متعلق گرینڈ انسائیکلوپیڈیا کہتی ہے کہ وہ معقول غیر

جانبداری، ناقدانہ پرکھ اور اعلیٰ فکری صلاحیتوں سے عاری تھا) شہنشاہ بیت المقدس چلا گیا اور یہ زمانہ موسم بہار ۶۲۸ء کا تھا (ساتویں ہجری کا اختتام) جب کہ شہنشاہ Irene کے پرائیویٹ سیکریٹری) Nicephorus۸۲۹-۷۵۸) کے مطابق شہنشاہ ستمبر ۶۲۸ء میں (یعنی ساتویں ہجری، جمادی الاول) بیت المقدس گیا تھا۔ مذہبی تاریخ دانوں کے مطابق شہنشاہ نے "وجد صلیب" کی ضیافت میں شرکت کی اور یہ ۱۴ ستمبر ۶۲۸ء کا واقعہ ہے یا بہار ۶۲۹ء کا تاہم اس سے اسلامی سفیر کا کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ ان دنوں کاروانوں کے ساتھ جانے والے مسافر راتوں رات واپس نہیں آسکتے تھے اور غالب امکان یہ ہے کہ گورنر بصرہ نے یقیناً مذکورہ ایلچی کو اپنے ہاں قیام اور انتظار کی دعوت دی ہوگی کیونکہ اس کے خیال میں شہنشاہ بیت المقدس پہنچنے ہی والے تھے۔

یہ کہانی ابن ہشام کی اختراع ہے کیونکہ موصوف اپنی کہانی میں ابن اسحاق کا نام ذکر نہیں کرتا، جو سفیر کی روانگی سے متعلق ہے لیکن ابن ہشام کی عبارت (سیاق وسباق سمیت) کے بغور مطالعہ سے یہ صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ اس نے گو کہ پیراگراف کے آغاز میں ابن اسحاق کا نام نہیں لکھا لیکن آگے چل کر اسی شذرہ میں وہ اس نام کا دو، تین مرتبہ ذکر کرتا ہے جسے وہ اپنی ذاتی تحقیق کا نتیجہ قرار دیتا ہے جو ان سفراء کے متعلق تھیں جو مشترکہ حکمرانی کے علاقے 'یمامہ' کی جانب بھیجے گئے تھے۔ اس سے یہ صاف عیاں ہے کہ ابن اسحاق نے دیگر وفود اور سفراء کا ذکر کیا ہے (جن کا ایک اختصار یہ اور ترتیب نو ابن ہشام نے تیار کی تھی) دیگر ذرائع مثلاً طبری، بیہقی، قلقشندی وغیرہ بھی مذکورہ مکتوب کا حوالہ ابن اسحاق کی ہی سند پر دیتے ہیں۔

یہ کہانی سوائے ابن عباس اور کوئی بھی بیان نہیں کرتا۔ Caetani کے اعتراضات، اپنے نتائج کے غیر اہم ہونے کے باوجود، محض نامکمل مطالعہ کے باعث اٹھائے گئے تھے جو اس اطالوی شہزادے کے معاونین کا قصور ہے۔ بالکل یہی کہانی حضور پاک ﷺ کے ذاتی خادم جناب انس بن مالک نے بھی بیان فرمائی ہے جس سے خالد ابن سعد

جو حضور پاک ﷺ کے ذاتی سیکریٹری تھے اور دحیہ کلبی (اس واقعہ کے ہیرو اور سفیر) کے علاوہ جذامیوں (وہ لوگ جو جذام کے علاقے میں رہائش پذیر تھے جہاں مذکورہ سفیر کا سامان لوٹا گیا تھا) وغیرہ نے بھی یہ کہانی بیان کی ہے۔

ممکنہ اعتراضات کے جوابات کے بعد ہم ان مثبت دلائل کی طرف آتے ہیں جو عربی تاریخ نویس اس کہانی کے حق میں دیتے ہیں۔

عرب تاریخ دانوں کے برعکس بازنطینی ہم عصر تاریخ دان تقریباً ایک صدی تک اس دور سے ناآشنا رہے جو حضور ﷺ کی زندگی کا عہد کہلاتا ہے۔ اگر مابعد کے یونانی تاریخ دان حضور ﷺ کے نامہ مبارک کا کوئی حوالہ نہیں دیتے تو اس میں ہمارے لئے حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ سیاسی واقعات کے نتائج کے باعث ایسے متعصب تاریخ دان عرب کے اس نئے مذہب سے نفرت کرتے تھے۔ یونانی عیسائی ان مکتوبات کو اہم نہیں سمجھتے تھے اس کے برعکس بازنطینیوں کے ہاتھوں مسلم افواج کی موتہ کے مقام پر شکست کو Theophane بڑے مسرت آمیز انداز میں بیان کرتا ہے۔ تاہم ان تاریخ دانوں کی خاموشی طویل نہیں ہے۔ Zonaras نامعلوم ذرائع سے بیان کرتا ہے حضور ﷺ اور ہرقل کے مابین تعلقات تھے وہ بیان کرتا ہے "جب شہنشاہ ملک ایران سے فاتحانہ لوٹا تو اس نے عرب کے شہزادے محمد ﷺ سے ملاقات کی نیز یثرب سے واپس تشریف لاتے ہوئے آپ ﷺ نے بادشاہ سے ملاقات کی اور اس سے کچھ علاقہ لیا تاکہ وہاں نیا شہر آباد کیا جاسکے۔" Zonaras نے حقائق سے چشم پوشی کی جو اس کی اسلام سے نفرت کی دلیل ہے۔ لیکن اس اغماض سے اس کا مقصد کیا تھا یہ معلوم نہ ہوسکا۔ تاہم اس کی کہانی میں کچھ حقائق بھی موجود ہیں۔

عرب کے تمام قدیم مصنفین بشمول منصف مزاج امام بخاری کے ہرقل کو خط کے ارسال کیے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔

خود کہانی کے اندر بھی کوئی چیز ناممکن بیان نہیں کی گئی ہرقل کو حضور پاک ﷺ اچھی طرح جانتے تھے جو بڑی شد و مد سے ان جنگوں کا مشاہدہ کرتے تھے جو ایرانیوں کے خلاف لڑی جاتی تھیں۔ جیسا کہ قرآن کی ۳۰ویں سورہ بھی تصدیق کرتی ہے اس عہد کی تاریخ بھی مذکورہ خط کی عبارت اور متن کی تصدیق کرتی ہے۔ حضور پاک ﷺ حضرت عیسیٰ -کا اپنے حواریوں کو تبلیغ کے لئے بھیجے جانے والی کہانی اچھی طرح جانتے تھے تو بھلا وہ کیوں نہ اپنے سے ما قبل کے پیغمبر کے کردار کی پیروی کرتے۔

حضور پاک ﷺ کے اصل مکتوب کی موجودگی کے بارے میں عینی شاہدین نے بھی اطلاعات فراہم کی ہیں۔ سہیلی (متوفی ۱۱۸۵ئ) ذاتی طور پر اس خط کو Alphonso VII کے دربار میں دیکھ چکا تھا۔ ایک صدی بعد عینی ("عمدہ" ۱,۱۱۶) نے اس کے متعلق گفتگو کی ہے۔ جس کی بنیاد ایک سفیر کی شہادت پر ہے جو مصر مملوک نے سپین بھیجا تھا۔ ۱۲۱۱ء میں شاہ ناصر ابن یعقوب اور اس کے خادمین نے یہ قیمتی دستاویز دیکھی تھی جو Castille کا بادشاہ انہیں دکھانے کی غرض سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ ابن فضل اللہ العماری (متوفی ۱۳۴۷ئ) سیکرٹری حکومت مصر نے ہمیں بتایا ہے کہ سپین کے سفیر نے انہیں یقین دلایا تھا کہ مذکورہ خط ان کے بادشاہ کے پاس موجود ہے جو اپنے آپ کو ہرقل کی آل اولاد میں شمار کرتا ہے۔

یہ بات اب شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس نوعیت کی ایک دستاویز عیسائیوں کے عہد حکومت میں سپین میں موجود تھی یہ ثقہ تھی یا جعلی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ مراکشی تاریخ دان (عبدالحہ الکتانی اور دیگر) یقین سے کہتے ہیں کہ یہ دستاویز ہنوز پیرس میں موجود ہے۔ اس دستاویز نے استنبول سے سپین تک کا سفر ہرقل خاندان کے زوال کے وقت طے کیا اور سپین سے فرانس یہ دستاویز اس وقت پہنچی جب سپین پر نپولین نے قبضہ کیا۔ آج کل سپین اور فرانس کے اعلیٰ حکام اس بات پر مصر میں ہیں کہ ان کی حکومتوں کے علم میں نہیں

کہ آیا ایسی کوئی دستاویز ان کے ہاں تاریخی دستاویز کے محافظ خانوں میں موجود ہے یا نہیں!؟

جس وقت اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ اب تک حضور پاک ﷺ کے خطوط کی اصلیت، ثقاہت و حقانیت کے بارے میں مزید معلومات اور کئی بیانات سامنے آئے ہیں اور برطانوی عجائب گھر لندن کے ماہرین کی آراء کے مطابق اس خط کی وہ جھلی نما کھال جس پر یہ تحریر کیا گیا تھا حضور پاک ﷺ کے دور اقدس ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں تیونس کا ایک اخبار "العمال" مورخہ ۵ مئی ۱۹۷۴ء بمطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۴ کی اشاعت میں ایک کالمی مضمون شائع کرتا ہے جس میں حضور پاک ﷺ کے نامہ مبارک کی ہو بہو نقل (عکس) واضح دکھایا گیا ہے میں نے بڑی اچھی طرح اس خطاطی (خط) کی بناوٹ پر غور کیا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ الفاظ کے درمیانی حرف "حا" کو "T" کی مانند لکھا گیا تھا مثلاً لائن نمبر ۲ میں "الھدیٰ" اور لائن نمبر ۷ میں "اشھدوا"۔ اس سلسلہ میں جنوب مشرق عرب کی ایک ریاست ابو ظہبی نے یہ قیمتی دستاویز حاصل کر لی ہے اور اس کی مالکہ کو معاوضہ ادا کر دیا ہے۔ یہ خاتون اب اردن سے نقل مکانی کر کے سوئٹزر لینڈ جا چکی ہیں۔

ڈاکٹر عزالدین ابراہیم حکومت ابو ظہبی کے حکمران کے ثقافتی مشیر ہیں۔ موصوف نے اس دستاویز کا مختلف سنٹرز میں ہونے والی تقاریب میں ذکر کیا ہے ابو ظہبی کے حکمران کے دربار میں اس سلسلہ میں انہوں نے ایک تقریر کی تھی۔ جس سے وہاں کے ایک اخبار "الاتحاد" نے اپنی ۸ مئی ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں شامل کیا۔ ذیل میں ہم اس تقریر کے آخری شذرہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

"جدید تحقیق کا تجزیہ"

(الف) "خوردبینی تحقیق اور معائنہ کے بعد یہ ثابت ہوا کہ دباغت (جانور کی کھال کو کوٹ کوٹ کر پتلا کر کے قابل استعمال بنانا) قدیم انداز کی ہے اور کوئی زیادہ ترقی یافتہ عمل کا نتیجہ نہیں (یہ اس کھال یا جھلی نما ٹکڑے کا ذکر ہے جس پر حضور پاک ﷺ کا مکتوب مبارک تحریر کیا گیا تھا جب کہ دوسری صدی میں اس عمل میں کچھ ترقی ہوئی تھی۔ جیسا کہ ان قدیم قرآنی نسخہ ہائے اور دیگر دستاویز سے معلوم ہوتا ہے جو برطانوی عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس دستاویز میں جگہ جگہ سبز ریشمی دھاگوں کے ٹکڑے چپٹے ہوئے ہیں اس کی وجہ غالبًا یہ ہو سکتی ہے کہ سپین کا بادشاہ الفانسو اور اس مکتوب کی دور حاضرہ کی مالکہ اس نامہ مبارک کو سبز رنگ کے ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر رکھتے تھے۔"

(ب) بنفشی شعاعوں کے ذریعے اس دستاویز تجزیہ سے یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ اس تحریر میں استعمال ہونے والی روشنائی بڑی تیز، گہری اور قدیم تھی اور کھال صاف ستھری اور نئی تھی (استعمال شدہ نہیں) اور کہیں سے کٹی پھٹی بھی نہیں تھی۔

روشنائی کا کیمیاوی مطالعہ

(ج) روشنائی کا (جبکہ وہ دستاویز پر موجود ہو) کیمیاوی مطالعہ خاصا دشوار کام ہے تاہم اس روشنائی کے گاڑھے پن سے اس کی کچھ خاصیتوں کا تعین کیا جا سکا ہے۔ یہ بھورے رنگ کی "Iron tannate" روشنائی ہے جو عرصہ دراز گزر جانے کے باوجود تازہ اور روشن رہتی ہے۔ تاہم دوسری صدی ہجری میں استعمال ہونے والی روشنائی "کاربن" سے تیار کی جاتی تھی۔

(د) اس دستاویز کا Leeds یونیورسٹی کی لیبارٹی میں تجزیہ کیا گیا جس کے سربراہ ڈاکٹر Reed تھے۔ ان کی رائے کے مطابق مذکورہ دستاویز کم و بیش ایک ہزار سال پرانی ہے

انہوں نے مزید کہا" کھال پر لکھی گئی یہ عبارت صحیح ہے (یعنی قابل اعتماد) آخر میں ہم ڈاکٹر عزالدین ابراہیم کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہماری طرح اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے دیگر مکتوبات کا بھی اسی طرح جدید طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے تحقیقاتی تجزیہ کیا جانا ضروری ہے جو ہم تک پہنچے ہیں۔

مکرر آنکہ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردن کے شاہ حسین کو اس تمام معاملے کا علم تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس میں مداخلت کرتے ہوئے اردن کے سفارت خانے (پیرس) کے ذریعے کہا کہ مذکورہ قیمتی دستاویز عمان میں ۱۹۷۷ء میں ملی تھی جو کہ جامع مسجد ہاشمیہ کو اس وقت ارسال کردی جائے گی جب اس کی تعمیر مکمل ہوگی۔ (گویا یہ دستاویز ان کی تحویل میں تھی)[۱۳]۔

---

[۱۳] حمید اللہ: پیغمبر اسلام ﷺ: ص ۳۴۸۔۳۵۲

۴۔ مکتوبات نبوی کے دو اصل[۱۳۲]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ استاذ قانون جامعہ عثمانیہ نے یہ قیمتی مضمون ہماری درخواست پر "مجلّہ" کے لئے عنایت کیا ہے۔ اس کے ساتھ مکتوبات نبوی کے اصل بھی دئے ہیں جن کے عکس ہم مضمون کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ اس مضمون کی افادیت میں اضافہ ہو جائے گا۔

(ادارہ)

آنحضرت ﷺ نے مختلف بادشاہوں یا قبائل کے سرداروں کے نام جو خطوط روانہ فرمائے تھے ان کی تعداد اب سوا دو سو تک دریافت ہو گئی ہے[۱۳۳]۔ ان کا سب سے پہلا مجموعہ جو کوئی بیس ایک نامہ ہائے مبارک پر مشتمل ہے، حضرت عمرو بن حزم گورنر یمن کی تالیف تھی[۱۳۴]۔ مجھے بھی سعادت حاصل ہوئی کہ چند ماہ قبل اس موضوع پر ایک ضخیم تالیف شائع کر سکوں مگر اصل خطوط عرصے سے ناپید ہو چلے ہیں۔

کچھ خطوط اس سرکاری رکارڈ آفس میں ناپید ہوگئے ہوں گے جو "یوم الجماجم" کے موقع پر حجاج بن یوسف کے عہد میں عوام کے ہاتھوں جل کر برباد ہوگیا[۱۳۵] بڑا حصہ

---

[۱۳۲] ڈاکٹر حمید اللہ کا یہ مقالہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، ہندوستان کے "مجلّہ عثمانیہ" جلد ۹ شمارہ ۴، ۳ مورخہ جون ۱۹۳۶ء میں صفحہ ۱۰۹-۱۱۶ پر شائع ہوا ہے۔ یہ گرامی نامہ نبوی ﷺ بنام مقوقس نمبر ۱۲ و بنام منذر بن ساوی نمبر ۱۴ سے متعلق ہے

[۱۳۳] دیکھئے میری فرانسیسی تالیف "دو کیوماں سیور لا دپلوماسی مسلمان" مطبوعہ پیرس ۱۹۳۵ء، حصہ دوم صفحہ ۹ تا ۹۷ نیز بعض خطوط کے لئے دیکھئے "نشآت السلاطین مولفہ احمد فریدون مطبوعہ استانبول ۱۲۷۴ء، صفحہ ۳۰ تا ۳۵

[۱۳۴] دو کیوماں جلد اول صفحہ ۱۰ جلد دوم صفحہ ۱۳۱ یہ رسالہ "اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین" مولفہ ابن طولون میں بطور ضمیمہ محفوظ ہے جو کہ حال ہی میں دمشق میں چھپی ہے۔

[۱۳۵] کتاب الخراج ابو یوسف صفحہ ۲۲ نیز بلاذری، یحیٰی بن آدم وماوردی۔

مرسل الیہم کی بے پرواہی کے نذر ہوا ہوگا۔ لیکن پھر بھی تاریخ میں ابھی حال تک متعدد خطوط کے اصل کی موجودگی کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ ایک خط اسپین کے عیسائی بادشاہوں کے قبضہ میں تھا جس کی چشم دید کیفیت چھٹی صدی ہجری کے مؤلف سُہیلی سے لے کر کم از کم گیارھویں صدی ہجری تک کے مؤلفین کی کتابوں میں ملتی ہے (اس بارے میں مزید معلومات کے لئے دیکھئے میری کتاب دو کیوماں جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۵۔ نیز کتانی کی کتاب التراتیب الاداریہ مطبوعہ رباط ۱۳۴۶ھ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۵۶ تا ۱۶۵ نمبر) ایک اور فرمان عطائے جاگیر کے لئے تمیم داری کو سرفراز ہوا۔ امام ابو یوسف جیسے قدیم مؤلف (کتاب الخراج صفحہ نمبر ۱۳۲ میں) بیان کرتے ہیں۔ اس خط کی چشم دید کیفیت بڑی تفصیل سے ابن فضل اللہ العمری نے (کتاب مسالک الابصار جلد اوّل صفحہ ۴۷ الخ) میں بیان کی ہے (مزید حالات کے لئے دیکھئے دو کیوماں صفحہ ۶۱ تا ۶۳)

مگر آج کی صحبت میں ان دو خطوط پر کچھ معلومات جمع کئے جائیں گے جو حال میں دستیاب ہوئے ہیں اور اس کے عکس اور فوٹو لے سکنے کا خوش نصیب موقع فراہم ہو گیا ہے۔ ایک مقوقس مصر کے قبطی صدر پادری کے نام ہے جس کا فوٹو عرصہ سے ہندوستان میں معروف ہے۔ دوسرا خط بحرین کے مسلمان گورنر منذر بن ساوی کے نام ہے جس کا فوٹو ۱۸۶۳ میں جرمن رسالے (ZDMG) میں چھپا ہے۔ ان دونوں انمول نوادر پر علمی حیثیت سے یوروپ میں بہت کم بحث کی گئی ہے اور اردو میں بالکل نہیں۔ ہم ہر خط پر علیحدہ علیحدہ بحث کریں گے۔

پہلا خط

[مقوقس کے نام]

پہلے خط کے سلسلے میں یہ بیان کرنے سے پہلے کہ وہ کب اور کہاں دستیاب ہوا؟ اولاً اس کے کچھ تاریخی حالات بیان کئے جاتے ہیں کہ وہ کب اور کن حالات میں کس کے نام لکھا گیا تھا؟

جب تحریک اسلامی کی مخالفت ہونے لگی اور مسلمانوں کو ناقابل برداشت تکلیفیں گہوارہ اسلام (مکہ معظمہ) میں پہنچیں تو آنحضرت ﷺ نے مجبوراً وطن کو خیر باد کہا اور مدینہ منورہ میں آ بسے۔ مسلمانوں کی تعداد یہاں تیزی سے بڑھنے لگی اور پانچ ہی برس میں عرب کے خاصے بڑے حصّے پر ان کا اثر پھیل گیا۔ اور مکّے والوں کو بھی سوائے اس کے چارہ نہ رہا کہ مسلمانوں سے دوستی پیدا کریں۔ خاص کر اس لئے کہ ہجرت کے بعد ہی دو ہجری میں ان کو بدر میں مسلمانوں نے بڑی سخت شکست دی اور ۳ ھ میں ان کے حملے سے احد میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر وہ اس فتح سے فائدہ اُٹھائے بغیر مکہ چلے گئے اور ۵ ھ مدینے کا ناکام محاصرہ کرکے مایوس واپس ہو گئے تھے اور ان کے تجارتی راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے سے وہ بے بس ہو چلے تھے۔ خیبر میں یہودیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے باعث آنحضرت نے بھی مکّہ والوں سے صلح مناسب خیال کی چنانچہ اواخر ۶ ھ میں حدیبیہ میں جو جدہ اور مکہ کے مابین ہے، ایک عہد نامہ صلح و غیر جانب داری پر فریقین کے دستخط ہو گئے۔

اس زمانے میں خارجہ ممالک کی سیاسی حالت بڑی پراکندہ ہو گئی تھی۔ عرب کے ہمسایوں میں دو بڑی سلطنتیں تھیں۔ ایران اور روم (یا بیزنطینی حکومت) ایران میں نہ صرف عراق شامل تھا بلکہ خود اندرون عرب بحرین، عمان اور یمن پر بھی انھیں کی حکمرانی تھی بیزنطینیوں کا اثر مصر و حبشہ کے علاوہ شمالی حصّے پر تھا جو بیزنطینی صوبہ فلسطین سے

متصل تھا، ایرانیوں اور بزنطینیوں میں نسلوں سے جو جنگ چلی آرہی تھی اس کا خاتمہ یوں ہوا کہ ۶ ھ کے وسط میں نینویٰ کے مقام پر ایرانیوں کو اتنی فاش اور قطعی شکست ہوئی کہ پھر وہ سنبھل نہ سکے اگرچہ بیزنطینیوں کو فتح ہوئی مگر یہ فتح بڑی مہنگی تھی اور ان کو بھی اپنی حالت سدھارنے کے لئے بہت کچھ کرنا تھا۔

معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ کا یہ منشا تھا کہ ان ہمسایہ سلطنتوں کے حکمرانوں کو براہ راست مذہب اسلام کی جانب مدعو کریں اور ان کے انکار کی صورت میں ان کے مختلف صوبہ داروں کو تبلیغ کریں۔

چنانچہ حدیبیہ سے واپس آکر ۶ ھ ہی میں آنحضرت نے متعدد تبلیغی خط روانہ کئے جن میں سے ایک بیزنطینی حکمراں قیصر ہرقل کے نام تھا[۳۶] اور ایک ایرانی تاجدار خسرو پرویز کے نام۔ نامہ بر کو ایک اور خط بھی دیا گیا کہ راستے میں بحرین کے صوبہ دار منذر بن ساویٰ کو دیا جائے ان کے علاوہ ایک خط مصر کے صوبہ دار اور صدر پادری مقوقس کو بھی بھیجا گیا۔

آخر الذکر دو خطوں کے اصل، جیسا کہ عرض کیا گیا حال میں ہی دستیاب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مقوقس کے خط کے سلسلہ میں مشہور فرانسیسی شرقیاتی ریناند (Reinand) نے پاریس کے سہ ماہی رسالے میں ژورنال آزیاتیک بابت ۱۸۵۴ء (سلسلہ پنجم جلد چہارم) میں ایک خط شائع کرایا جو اس کے نام قاہرہ سے موسیو بے لن (MvoveBelin) نے دس مارچ ۱۸۵۲ء کو لکھا تھا یہ خط رسالہ مذکور کے کوئی پندرہ صفحوں میں آیا ہے اس کے ضروری اقتباسات کا یہاں لفظی ترجمہ پیش کیا ہے:۔

۴۸۲ [۳۷] ...ایک قلمی دستاویز جو میں نے حال ہی میں دیکھی اور جس کے متعلق مجلس شرقیات فرانس (سوسی اے تے آزیاتیک) کو بھی اس کے اجلاس منعقدہ ۱۲ دسمبر ۱۸۵۱ء

---

[۳۶] خاص اس خط پر میرا ایک مضمون رسالہ معارف اعظم گڑھ جون ۱۹۳۵ء میں چھپا ہے۔

[۳۷] یہ ہندسے جو دائروں کے اندر ہیں، رسالہ ژورنال آزیاتیک کے صفحے ہیں۔

میں اطلاع ملی ہے۔ یہ دستاویز جس کے متعلق میں یہاں کچھ کہنا چاہتا ہوں، موسیو ایتیئن بارتل می (Etienne Barthele my) نے دریافت کی ہے۔

موسیو بارتل می قاہرہ میں ایک نوجوان فرانسیسی شرقیاتی ہیں۔

وہ عربی کے جتنے بڑے ماہر ہیں اتنے ہی زیادہ منکسر المزاج بھی ہیں وہ کچھ عرصے سے مصر کی قدیم زبان کا مطالعہ کرنے لگے ہیں اور خاص کر قبطی زبان کے مخطوطات تلاش کر رہے ہیں جو مصر کے تنہائی پسند راہبوں کے قبضے میں موجود ہیں اور عہد سلف کے متعلق قیمتی آثار پر مشتمل ہیں۔

۴۸۳۔ گزشتہ سال کے ایک سفر میں موسیو بارتل می نے بہت سی رقم خرچ کر دی اور مالی مشکلات میں مبتلاء ہو گئے پھر بھی بہت کم چیزیں دستیاب ہوئیں۔ آخر ایک دن جب وہ تھکن سے چور چور ہو چکے تھے، اخمیم کے قریب ایک راہب خانے کو پہنچے۔ اس راہب خانے میں ایک عربی مخطوط دستیاب ہوا جو صورت سے معمولی نظر آتا تھا اس کی جلد سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اصل میں کسی ایسی کتاب کے لئے تیار کی گئی تھی جو خاصے بڑے حجم کی ہوگی۔ یہ جلد کناروں پر خراب ہو گئی تھی اور اس کے اندر سے کچھ قبطی حروف دکھائی دے رہے تھے۔ ہمارے سیاح نے کوشش کی کہ اس سے پہلے ورق کو الگ کریں جو متعدد لکھے ہوئے اوراق کو لپٹا ہوا معلوم ہوتا تھا، چنانچہ جب احتیاط کے ساتھ اسے علیحدہ کیا گیا تو فی الحقیقت اندر سے کوئی دس اوراق برآمد ہوئے جن پر قدیم خط میں قبطی زبان میں انجیل لکھی ہوئی تھی۔

ان اوراق کو اس غرض سے جوڑ دیا گیا تھا کہ ایک مضبوط مقوے کا پٹھا بن جائے۔

اس کتاب کی جلد جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں تین حصوں پر مشتمل تھی، پشت اور دو پہلو۔ دونوں پہلوؤں پر چمڑا جڑا ہوا تھا اور اُن پہلوؤں پر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے دس قبطی اوراق لگے ہوئے تھے۔

۴۸۴ ان اوراق کو ایک موٹے کاغذ میں لپیٹا گیا تھا اور سب کو جوڑ دیا گیا تھا۔ وسطی حصہ جو باہر سے دونوں پہلوؤں کو ملاتا تھا، سیاہ چمڑے کے ایک ٹکڑے سے بنا ہوا تھا۔

میں ان توضیحات پر معافی کا خواستگار ہوں اگرچہ شاید وہ ضرورت سے زیادہ سمجھے جائیں لیکن وہ ہماری دستاویز کی اصلی حالت کو واضح کریں گے۔

چنانچہ موسیو بارتیلمی نے دونوں پہلوؤں سے ان قبطی اوراق کو یکے بعد دیگرے جدا کیا جو کتاب کے جلد کے داخلی حصے (Parois) پر مشتمل تھے اس پر انھیں ان اوراق کے اندر بیچ میں دونوں پہلوؤں پر چمٹا ہوا کھال یا جھلی (Parchemin) کا ایک ٹکڑا نظر آیا جسے کیڑوں نے دو جگہ سے چاٹ دیا تھا۔ موسیو بارتیلمی کو اس پر کوفی خط میں کچھ عربی حروف سے نظر آئے۔ ہزار کوشش کے بعد انھوں نے لفظ محمد کو پڑھ لینے میں کامیابی حاصل کی۔ اب اس میں کوئی شبہہ نہ رہا کہ یہ دستاویز خاص دلچسپی کی حامل ہے اس لئے انھوں نے جتنی احتیاط ممکن تھی برت کر اس کھال کو پوری طرح علیحدہ کرنے کی کوشش کی۔ چاہے وہ کتنی ہی کوشش کرتے، وہ اسے بھگونے اور نم کرنے پر مجبور تھے اس کارروائی میں چند الفاظ جو پہلے ہی مٹ چکے تھے پوری طرح غائب ہو گئے......

اس کے بعد متعدد لوگوں کی مدد سے اس تحریر کو پڑھنے اور عربی تاریخوں سے اس متن کو برآمد کرنے کا ذکر ہے۔

حل شدہ عبارت موسیو بے لیں کے بموجب یہ ہے۔ کہ اس میں بعض خفیف غلطیاں بھی ہیں:

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم من محمدعبد اللّٰه ور
سوله الی المقوقس عظیم القبط سلام علی
من اتبع الهدی امابعد فانی اد
عوک بدعایة الاسلام فاسلم
تسلَم یوتیک اللّٰه اجرک مرتین

فان تولیت فعلیک الم القبط

یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة

سواء بینناوبینکم اَلَّانعبد الاالله

ولا تشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا

بعضا اربابامن دون الله فان

تولوا فقولوا اشهدوا باننامس

لمون

الله

رسول

محمد

(نوٹ):۔ موسیلوبارتل می سے بعض قبیطیوں نے بیان کیا کہ [حضرت] محمد [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم]نے مصر میں مقوقس کے نام اپنے خط کی چار نقلیں بھیجی تھیں۔ مورخ اس ادعا کی مطلق تائید نہیں کرتے پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کاروائی سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا؟ کیونکہ اگر] حضرت[محمد] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[کے سفیر اس خط کو کھو دیتے جسے وہ لے جارہے تھے تو ایسی صورت میں ان کا کام بہت آسان تھااور وہ پیام کو زبانی پہنچا سکتے تھے۔ قبیطیوں کا دعویٰ ہے کہ ان نقلوں میں سے ایک اب تک قاہرہ میں ان کے بطریق کے گرجا(کنیسہ انبارمارقوس) میں محفوظ ہے۔ میں اس واقعے کی توثیق نہ کراسکا۔ قبطی یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے پاس]حضرت[محمد] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[کا ایک اور خط بھی ہے جو مقوقس کے جواب کے جواب میں آیا......)

۴۹۶ مجھے شروع ہی سے اس کا کم امکان نظر آتا ہے کہ یہ دستاویز کسی جعلسازی کا نتیجہ ہو کیونکہ اس فریب سے کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس دستاویز میں

قبطی قوم کے لئے کسی قسم کی بھی رعایت کا کوئی حکم نہیں ہے۔اس دستاویز سے اس طرح کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا جس طرح مثلاً "غیر متحدہ" ارمنی عیسائیوں کی دستاویز سے۔

ان ارمنیوں کا دعویٰ ہے کہ ۱۴۹۷ ایشیائے کوچک میں ان کے ایک راہب خانے کے کتب خانے میں]حضرت[محمد] ﷺ[کا ایک "عہد" محفوظ ہے۔ اس دستاویز کو انھوں نے ایک یا دو سال ہوئے خدیو مصر کی حکومت کے پاس پیش کیا تاکہ ان حقوق و مراعات کا مطالبہ کریں جو جناب رسالت مآب نے اس "عہد" کے ذریعہ انھیں عطا کئے تھے......

یہ اس خط کی دریافت کے حالات ہیں جو آنحضرت ﷺ نے مقوقس کے نام بھیجا تھا۔ فوٹو کے دیکھنے سے واضح ہے کہ دریافت شدہ اصل پر مہر موجود ہے، اسی لئے اسے نقل قرار دے سکنے کا امکان باقی نہیں رہتا کیونکہ نقل میں الفاظ لکھے جاتے، مہر کا نشان نہیں بنایا جاتا۔ اصل خط کچھ دنوں بعد موسیو بارتلمی نے سلطان عبدالمجید خاں اوّل کے ہاتھ تین سو اشرفی میں فروخت کردیا۔ پھر یہ خط دیگر تبرکات نبوی کے ساتھ قصر شاہی کے خزانے میں داخل ہوگیا۔ موسیو بے لیں نے ژورنال آزیاتیک میں اپنے مضمون کے ساتھ خط کا ایک چربہ (Traced copy) شائع کرایا۔ پھر ۱۹۰۴ء میں جرجی زیدان نے اپنے ماہوار عربی رسالے "الہلال" (قاہرہ) میں اس کی استنبول سے حاصل کردہ نقل کا فوٹو شائع کیا۔ غالباً اسی کی نقلیں ہندوستان میں آئیں اور ۱۹۱۷ء میں اسلامک رویو (ووکنگ) میں بھی اس کا فوٹو چھپا مگر یہ نقل بھی اصل خط کا فوٹو نہیں بلکہ مرمت شدہ نقل(Restored copy) کا فوٹو ہے۔

موسیو بے لئس کی نقل اور جرجی زیدان کی نقل کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ اگر فوٹو کی جگہ ٹریس لیا جائے تو مختلف ہاتھوں کی نقلوں میں کتنا بڑا فرق

ہو جاتا ہے۔ بد قسمتی سے اصل خط اب تقریباً لاپتہ ہو چکا ہے اور ۱۹۳۲ء میں اپنے قیام استانبول کے زمانے میں باوجود کوشش اور تلاش کے مجھے اس کا سراغ نہ مل سکا[۱۳۸]۔

جیسا کہ ابھی عرض ہوا، اس خط کی دریافت بعض فرانسیسیوں نے کی اور اس کا ذکر ۱۸۵۴ء میں رسالہ ژورنال آزیاتیک میں کیا لیکن جرجی زیدان کے رسالہ الہلال (مصر) نے نومبر ۱۹۰۴ء کے پرچے میں (ص ۱۰۴ پر) اس واقعے سے انکار کر دیا اور لکھا:۔

و زدعلی ذالک اننالم نرلھذا الاکتشاف ذکرافی
کتب العلم
علی الاطلاق مع عظیم اھمیته لدی علماء الآثار
المشرقیه

مزید براں اس دریافت کا علمی (یورپی) کتابوں میں مطلق کوئی ذکر نہیں حالانکہ مستشرقین اس کو بڑی اہمیت دیتے۔

البتہ دوسرے مہینے آکسفورڈ کے پروفیسر مارگولیوث کے توجہ دلانے پر مجبوراً اس کو ماننا پڑا (الہلال دسمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۶۰) یہ رسالہ مجھے حیدر آباد میں مل نہ سکتا تھا میں اپنے دوست راحت اللہ خان صاحب (ریسرچ اسکالر جامعہ عثمانیہ) کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے قیام مصر کے زمانہ میں از راہ عنایت یہ مضمون مجھے نقل کر کے بھیج دیا۔

---

[۱۳۸] ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ بات تعجب انگیز ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا یہ مکتوب گرامی، استنبول کے توپ قاپی میوزیم میں تبرکات نبوی کے کمرہ میں عمومی زیارت کے لئے آویزاں ہے اور والد علام مدظلہ العالی نے اس کی زیارت کی ہے۔ توپ قاپی میوزیم سے اس کی رنگین تصویر بھی حاصل کی ہے جو ہمارے کتابخانے میں موجود ہے۔ نیز توپ قاپی میوزیم کی جاری کردہ تصاویر میں بھی اس کی تصویر موجود ہے۔ (سید محمد نقوی)

اس خط کی اصلیت پر جو اعتراض ہو سکتے یا ہوئے ہیں ان کا یہاں ذکر بے محل نہ ہوگا۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (لفظ مقوقس) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خط پر مختصر بحثیں کاراباچیک اور آمے لینونے کی ہیں۔ بدقسمتی سے ان کی کتابیں باوجود کوشش کے حیدرآباد میں دستیاب نہ ہو سکیں۔ مگر جہاں تک انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے اشارے سے واضح ہوتا ہے ان مولفوں کے شبہہ کا واحد باعث یہ ہے کہ اس خط کی تحریر اتنی قدیم نہیں معلوم ہوتی بلکہ کافی عرصہ بعد کی ہے۔

ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے کہ اس خط کا ایک چربہ ۱۸۵۴ء میں موسیو بے لئی نے ژورنال آزیاتیک (ایشیاٹک) میں شائع کیا اور دوسرا چربہ ایک مرّمت شدہ نقل تھی جو غالباً استانبول سے حاصل کرکے رسالہ الہلال (مصر) نے شایع کی اور اسی ماخذ سے ہندوستان وغیرہ بھی نقلیں آئیں ہمارے اس مضمون کے ساتھ یہ دونوں نقلیں بھی شامل ہیں۔

ان کا مقابلہ دلچسپی سے خالی نہیں اور بظاہر کوئی شخص یہ ماننے پر مشکل سے آمادہ ہوگا کہ یہ دونوں ایک ہی اصل کے چربے ہیں جب دو مختلف ہاتھوں میں ایک ہی چیز کے چربے اتنے مختلف ہو جاتے ہیں تو پھر ان نقلوں کی بنا پر کسی رائے کا قائم کرنا ستم ظریفی ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

بدقسمتی سے اصل مکتوب کا کوئی مستند عکس فوٹو کے ذریعے ہم تک نہیں پہنچا ہے اور نہ ہی موسیو بے لئی کے سوائے اس پر رائے زنی کرنے والوں میں سے کسی نے بھی اس کو دیکھا ہے۔ موسیو لئی نے بھی اس خط کی تحریر پر کوئی رائے زنی اپنے مضمون میں نہیں کی ہے غالبًا اسے اس فن کی مہارت بھی نہ تھی۔

ان حالات میں اس اعتراض کی کوئی بڑی اہمیت نہیں رہتی خاص کر اس وجہ سے بھی کہ جب عہد نبوی کی کوئی تحریری چیز موجود ہی نہیں ہے جس سے اس کا مقابلہ کیا جاسکے۔

جرمنی کے مشہور شرقیاتی پروفیسر ڈاکٹر بیکر (C.H. Becher) "فوت ۱۹۳۳ئ" نے بھی اپنی کتاب (Papyri schott Reinhardt) جلد اوّل صفحہ ۳، نوٹ ۳ میں اس مکتوب نبوی کو جعلی قرار دیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"غالباً وہ حدیث کی کسی یادداشت (یاکتاب) کا ورق(Traditions sxettel) ہوگا۔

جرمنی کے اس سابق وزیر تعلیم کی قابلیت اور علم کا پورا اعتراف کرتے اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ شاید اس نے اس خط کے شائع شدہ فوٹو کو دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی، میں نہیں سمجھتا کی حدیث کی کتابوں یا بیاضوں میں جہاں یہ خط نقل ہو سکتا ہے، نقل نویس خط کے آخر مُہر کی بھی ہو بہو نقل اتارنے کی کوشش کرے گا۔ مہر کی جگہ یا تو توضیح ہوگی کہ مہر میں فلاں الفاظ تھے یا زیادہ سے زیادہ ایک سادہ دائرہ بنا کر مہر کے الفاظ کی نقل اس میں لکھی جائے گی۔

اس کے برخلاف شائع شدہ خط کے متعلق بیانات سے اور خود ہر دو فوٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مہر کچھ اس طرح کی ہے کہ اسے صرف نقل نویس یا کاتب کے قلم سے بنی ہوئی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

کاستانی (فوت کرسمس ۱۹۳۵ئ) نے اپنی کتاب (Annali dell islam) (دیکھئے حالات ٦ ھ فقرہ ۴۹) میں اس خط کے بے اصل ہونے کی اور ہی دلیلیں پیش کی ہیں۔ خط کے فوٹو سے کوئی خاص بحث کئے بغیر اس کے اعتراضات یہ ہیں:

(ا) اسلامی تاریخی بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقوقس نے آنحضرت کی خدمت میں دو عیسائی لونڈیاں بھیجیں

، مقوقس اسکندریہ کا بطریرک یعنی بڑا پادری تھا اور یہ بات
قرین قیاس نہیں کہ ساتویں صدی عیسوی کا کوئی بطریرک
[نعوذ باللہ] عرب کے کسی بے دین کو دو عیسائی لونڈیاں
تحفہ دے۔
(۴) مقوقس کا نام بعد کے اسلامی مورخ کچھ اور بیان کرتے
ہیں اور عہد نبوی کے مقوقس کا نام حقیقت میں کچھ اور
تھا۔

مگر پہلے اعتراض کے سلسلے میں اس زمانے کا بھی خیال رکھنا چاہیے ۶۲۸ ء میں عیسائیوں میں جس کثرت سے فرقے پیدا ہو رہے تھے اور ایک دوسرے کو ملحد اور بے دین قرار دے رہے تھے وہ سب جانتے ہیں اور تاریخ عیسائیت پر ہر کسی کتاب میں اس کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ اس وقت اسکندریہ کے بطریرک کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق اس سے زیادہ کچھ بھی نہ معلوم تھا جتنا مکتوب نبوی میں اسے لکھا ہوا ملا یا جو مسلمان سفیر نے اسے بیان کیا ہوگا۔

اسلام کو ابھی اصلی زندگی یعنی مدنی دور شروع کرکے یہ مشکل چھ سال گذرے تھے اور عرب سے باہر اس سے کوئی واقف نہ تھا۔ موتہ اور تبوک کی لڑائیاں بھی ابھی پیش نہ آئی تھیں اور اسلام ابھی تک صرف اندرون عرب بدوی قبائل میں پھیل سکا تھا اس کے ساتھ مقوقس مانوفنزائٹ فرقے کا عیسائی تھا اور باور کرتا تھا کہ حضرت عیسیٰ میں دو نہیں بلکہ صرف ایک طبیعت تھی۔

ان حالات میں وحدانیت کی تعلیم دینے والے عربی نبی کو اگر مقوقس ایک نئے عیسائی فرقے ہی کا بانی خیال کرتا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ

ماریہ[۱۳۹] اور شیرین (یا سیرین) عیسائی تھیں تو اس کا منشا شاید سوائے اس کے کچھ نہ ہوگا کہ نبی عربی ﷺ کو فرقہ طبیعت واحدہ کا راسخ العقیدہ عیسائی بنا لینے میں ان لونڈیوں سے کام لے۔

زمانہ حال کے اس سب سے بڑے یوروپی مورخ اسلام (کائتانی) نے حالتِ جوش میں اپنا اعتراض قلمبند کرتے وقت غالبًا یہ نہیں سونچا ہوگا کہ عیسائی عورتوں کا غیر عیسائیوں میں سیاسی اغراض اور تبلیغ عیسائیت کے لئے بھیجا جانا نہ صرف ایک عام روزمرہ کا واقعہ ہے بلکہ نہایت قدیم بھی ہے۔

صلیبی لڑائیوں کے دوران میں تو یہ ایک مقدس اور بڑے ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا اور کہتے ہیں کہ خود پوپوں نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ یورپ کی خوبصورت عورتیں مسلمان مجاہدوں کو اپنے پر فریفتہ کرنے کی کوشش کریں اور مسلمانوں میں رہ کر عیسائیت کی ہر ممکنہ طریقے سے خدمت کریں۔

دوسرا اعتراض بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ یہ صحیح ہے کہ عہد نبوی (۷ ھ) کے مقوقس کا نام بنیامین تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ فتح مصر کے وقت قیروس (Girus) وغیرہ مختلف لوگ تھے۔

اگر ابتدائی عرب فاتحوں نے کسی غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ قیروس صرف سپہ سالار و گورنر تھا (قیصر روم نے اسے آگٹالیس یعنی صدر پادری و گورنر دونوں کے اختیارات عطا کئے تھے) اور صدر پادری حقیقت میں بنیامین ہی تھا جس نے عرب فاتحوں کو مدد بھی دی تھی، تو کوئی حیرت کی بات نہیں کیونکہ بنیامین کو خسرو پرویز نے فتح مصر کے بعد

---

[۱۳۹] اٹلی کی مستشرقہ "ورجینیا داکا" نے جو غالبًا ایک یہودن ہے اس مسئلے سے بھی سطحی بحث کی ہے مگر وہ اس نام کو بجائے "ماریہ" کے "مریم" لکھتی ہے جو غلط ہے اس کا مضمون "آنحضرت کے سفیر بادشاہوں کے پاس" اٹلی کے شرقیاتی رسالے (Rivista degli studi Gricntali) جلد (۱۰) ۱۹۲۳، صفحہ (۸۷تا۱۰۹) میں چھپا ہے۔

اسکندریہ کا صدر پادری بنایا تھا اور یہ قبطی شخص تھا۔ دس سال بعد جب قیصر روم نے مصر سے ایرانیوں کو نکال باہر کیا تو قبطی صدر پادری بھی مارے ڈر کے بھاگ گیا کیونکہ اس نے مقامی بیزنطینیوں (رومیوں) پر اختلاف عقائد کی بنا پر اپنے بطریک ہونے کے زمانہ میں بڑی سختیاں کی تھیں"[۱۴۰]۔

یہ ظاہر ہے کہ مصر کے پادریوں اور عیسائیوں کے مذہبی معاملات میں ابتدائی مسلمان فاتحوں نے کوئی علمی دلچسپی بہت کم لی۔ ان کے معلومات کا واحد ذریعہ مقامی عیسائیوں کے بیانات تھے۔ کوئی تعجب نہیں کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری نیز بعد کے مسلمان مورخ ان چیزوں اور ناموں میں غلطی یا خلط ملط کریں اور یہ بالکل ممکن ہے کہ بعد کے مورخ کسی صوبہ کے پادری کو ملک کا پادری لکھ دیں یا ایک زمانے کے پادری کو دوسرے زمانے میں بیان کر دیں۔ اس سے مسلمان مورخوں کے ان بیانات کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے، مکتوب نبوی کے ارسال کو فرضی قرار دینا کسی بہتر استدلال کا محتاج رہے گا۔

موسیو وئیٹ (Wiet) ایک یہودی النسل شرقیاتی جو پاریس کے مدرسہ السنۂ مشرقیہ میں عربی کے مدرس ہیں اور قاہرہ کے "عربی عجائب خانہ" کے مہتمم بھی۔ انھوں نے مصری حکومت کے صرفے پر خطط مقریزی کا ایک نہایت خرچیلا اڈیشن بھی شائع کرنا شروع کیا ہے اس کی جلد اوّل صفحہ ۱۱۹ پر اس مکتوب نبوی بنام مقوقس کا بھی ذکر ہے، ایک طویل فرانسیسی نوٹ میں جو کئی صفحوں میں آیا ہے، موسیو وئیٹ نے اس خط کے متعلق کئی پہلوؤں سے بحث کی ہے۔

اس شائع شدہ خط کے فوٹو کے متعلق ان کے دو اعتراض قابل ذکر ہیں:۔

---

[۱۴۰]) مذکورہ بالا تفصیلات کے مکمل حوالے میری فرانسیسی تالیف "دو کیوماں سیور لا دپلوماسی مسلمان" جلد اوّل صفحہ (۶۳ تا ۶۵) میں ملیں گے۔

میرے معلومات کا ماخذ زیادہ تر (Dict.hist.etgeog eccl اور Dict,de theol.cath.) دو فرانسیسی مستند کتابیں رہی ہیں۔

(۱) مکتوب نبوی بنام مقوقس کی عبارت، مکتوب الیہ کے نام کو چھوڑ کر لفظ بہ لفظ وہی ہے جو مکتوبات نبوی بنام نجاشی و قیصر روم کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں خط فرضی ہیں۔

(۲) اگرچہ بیان کیا جاتا ہے کہ مقوقس کا یہ خط سلطان عبدالمجید خان اول کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا اور وہ استانبول میں آثار نبویہ کے ساتھ رکھا گیا ہے، لیکن مصر میں آج بھی ایک صاحب کے ہاں کہتے ہیں کہ یہ خط موجود ہے۔

پہلے اعتراض کے متعلق کسی حیرت کی ضرورت نہیں۔ یہ تینوں خط عرب مورخوں کے مطابق ایک ہی دن لکھے گئے تھے، تینوں کا مقصد بھی ایک ہی تھا اور تینوں عیسائی حکمرانوں کے نام تھے۔ کوئی تعجب نہیں جو کاتب بھی ایک ہی رہا ہو۔ ان حالات میں یہ بالکل معمولی بات ہے کہ تینوں کی عبارت ایک ہی سی رہی ہو۔

افسوس ہے کہ موسیو وئیٹ نے دوسرے اعتراض کی زیادہ تفصیل نہیں دی ہے اور غالباً وہ صرف ایک سنی سنائی بات ہے اور اس خط کو دیکھنے کا انھیں موقع نہیں ملا جو ان کے بیان کے مطابق اب بھی مصر میں ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ اس موضوع پر ریسرچ کرنے کے بعد واپسی میں دوبارہ مصر میں ٹھہرنے کا موقع نہ ملا ورنہ میری تلاش شاید اس اعتراض کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات فراہم کرنے میں کامیاب ہو سکتی اور ہمارے پاس کی دو فوٹوؤں سے اس کا مقابلہ بھی کیا جا سکتا۔

جیسا کہ دیکھا گیا، اعتراضات زیادہ تر خارجی اور قیاسی ہیں، خود خط پر بہت کم غور کیا گیا ہے۔ خط عہد نبوی کے رواج کے مطابق کھال پر ہے کاغذ پر نہیں اور اگرچہ یہ ۱۸۵۴ء میں دستیاب ہوا لیکن اس کا جو متن تیسری صدی ہجری کی عربی تالیفوں سے نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے وہ لفظ بہ لفظ وہی ہے جو اس اصل خط میں ملتا ہے آخر میں مہر لگی ہوئی ہے اور آنحضرت ﷺ کی مہر کے متعلق جو عام روایت موجود ہے (کہ وہ تین سطری تھی

سب سے نیچے "محمد" اس سے اوپر "رسول" اور سب سے اوپر "اللہ" کا لفظ لکھا ہوتھا) یہ مہر اس کے بالکل مطابق ہے (دیکھئے فتوح بلاذری باب "ختم")۔

جرمنی کے ایک اور یہودی النسل شرقیاتی نوئلڈکے (Noldeke) نے جو اعتراضات اس خط کے صحیح ہونے کے خلاف کئے ہیں (دیکھئے Gescluichpe des Qovano۲ nd ed. p ۱۹۰n۳):

ان میں سے پہلا تو یہی ہے کہ اس زمانے میں دستاویزیں لکھنے کا خط غالبًا اتنا زیادہ نہ تھا۔ اعتراض کے الفاظ خود ایسے ہیں کہ ہمیں اس پر کچھ زیادہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یوں بھی ہم اس اعتراض کا جواب اوپر دے چکے ہیں کہ اس مکتوب نبوی کا صحیح فوٹو ہمیں نہیں ملا ہے اور یہ کہ عہد نبوی کی کوئی اور تحریر ہمارے پاس نہیں ہے کہ اس سے طرز تحریر کا مقابلہ کر سکیں۔

نوئلڈکے کا دوسرا اعتراض اسی سلسلے میں یہ ہے:۔اسی طرح اس زمانے میں لوگ دستخط کے لئے سیاہی سے مہر نہیں کرتے تھے بلکہ (Tonsiegel) یا "طین خاتم" یعنی ایک طرح کی چکنی چپٹنے والی مٹی پر مہر دباتے تھے۔

نوئلڈکے نے اپنے دعوے کی تائید میں کوئی ثبوت یا حوالہ نہیں دیا۔ بے شبہ "طین خاتم" کا ذکر عربی ادبیات میں خاصا قدیم ہے لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ یہ خط کے اوپر لپیٹے ہوئے کاغذ یعنی لفافے پر لگائی جاتی تھی جیسے آج کل لاکھ کا برت ہے۔

جامعہ عثمانیہ کے مستند استاذ ادبیات عربی مولانا سید ابراہیم صاحب کے ریمارک سے میں بھی متفق ہوں کہ "مٹی پر مہر" لفافے کے اوپر لگائی جانی چاہیے تاکہ لفافہ کوئی کھول نہ لے، اصل خط پر تحریر کے آخر میں جو مہر کی جاتی اس کا سیاہی سے ہونا ہی زیادہ قرین قیاس ہے بہر حال مجھے باوجود ذاتی تلاش اور دیگر اساتذہ سے دریافت کے اب تک اس بارے میں کوئی بیان کسی کتاب میں نہ مل سکا کہ عہد نبوی میں مہر کس طرح کی جاتی تھی، جو کچھ بیان اب تک مجھے مل سکا ہے وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ہمسایہ

حکمرانوں کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ بیرونی ممالک میں جب تک مہر نہ ہو اس پر اعتبار نہیں کیا جاتا اس پر آنحضرت ﷺ نے ایک چاندی کی مہر بنائی جس پر تین سطروں میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ تھے اور لفظ "محمد" سب سے نیچے تھا، اس کے اوپر "رسول" اور سب سے اوپر "اللہ" دیکھئے طبقات ابن سعد جلد اوّل حصہ دوم باب مکتوبات نبوی)

مجھے تو شبہ ہے کہ عہد نبوی میں لفافوں کا رواج بھی تھا کہ نہیں؟ ان سب کے علاوہ ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے وہ یہ کہ جو خط کسی حکمران وغیرہ کے نام کسی عارضی اور خاص ضرورت کے لئے بھیجا جائے اس میں اگر "مٹی کی مہر" بھی لگائی جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن جو نوشتہ کسی شخص کو مستقل ضرورت کے لئے دیا جائے اور ثبوت میں اس کو اکثر دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہو، اس پر مہر اس قسم کی ہونی چاہیے جو رفتہ رفتہ یا جلدی ہی معدوم نہ ہو جائے جیسا کہ مٹی وغیرہ کی صورت میں ممکن ہے۔

مکتوبات نبوی کے سلسلے میں مورخ صراحت سے بیان کرتے ہیں کہ ان پر مہر لگائی گئی۔ (دیکھئے میری فرانسیسی تالیف: Corpus des traites eh dcllres diplomatiques de l,islam دستاویز نمبر ۱۶۸، ۱۲۲، ۶۳، ۴۴، ۳۷ نیز ۴۵ جہاں طباعت کی غلطی سے اس کا ذکر چھوٹ گیا ہے) اگر کہیں مٹی کی اور کہیں سیاہی کی مہر ہوتی تو مورخ ضرور بیان کر دیتے حالانکہ ان میں سے بعض ایسے خط ہیں جو سند اور ہمیشہ کام آنے والے منشور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مورخوں کی خاموشی سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ سب ایک طرح کی مہریں تھیں اس قیاس کی تائید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ دستاویز نمبر ۱۶۸ میں ایک خاص قسم سے مہر کی گئی تھی تو اس کا ذکر کر دیا گیا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ "ختمہ بظفرہ" یعنی اس پر ناخن سے مہر لگائی گئی، ناخن سے ہلال کی وضع کا نشان کا دینا بابلی تمدن میں قدیم سے رائج تھا۔ دیکھئے:

Oluf hruckmann.New Babylomiochc rechl und tewal tugotexte { text۳۷.tifel۲۸ } B,Mussner} {Babylonien und Assyrien Vol I.p ۱۷۹ Hamidullah, Documents sur la diplomatic musulmane

اور اکیدر حاکم دومتہ الجندل کا (جس کے معاہدے پر آنحضرت ﷺ نے ناخن کی مہر کی تھی) خاندان حیرہ ہی میں رہتا تھا اور ثابت ہوتا ہے کہ بابل کے قدیم رواج اب تک حیرہ میں رائج تھے (حیرہ موجودہ کوفہ کے پاس تھا اور بابل موجودہ بغداد کے پاس)

نوئلڈکے کا تیسرا اور آخری اعتراض یہ ہے کہ "اس قسم کی سرکاری تحریروں میں نہ صرف کاتب کا نام ہونا چاہیئے۔ بلکہ خود خط لے جانے والے سفیر کا نام بھی صراحت سے ذکر ہونا چاہیے جیساکہ ابھی ہم نے بیان کیا، آنحضرت ﷺ کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ خط وکتابت کا انتظام کریں اور ۶ ھ حکومت اسلامی کا دار الانشاء جتنا سادہ ہوگا ظاہر ہے ہمارے خیال کی تائید میں ابن عبدالبر صاحب الاستیعاب (ج ا، ص ۲۹ س ۶-۷) کا بیان قابل غور ہے وہ کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں ابتداءً خط کے آخر میں کاتب کا نام نہیں ہوتا تھا کچھ دنوں بعد حضرت ابی بن کعب نے جب ان سے مراسلات لکھائے جانے لگے تو آخر میں لکھنا شروع کیا کہ "بقلم فلاں" یہی حال نوئلڈکے، کے اعتراض کے دوسرے جز کا بھی سمجھنا چاہیے کہ مکتوب کے لے جانے والے کا نام کیوں نہیں بیان ہوا۔

جب ہزار ڈیڑھ ہزار برس سے تمام اسلامی مولف بیان کرتے آرہے ہیں کہ مکتوب نبوی کی پوری عبارت کیا تھی اور اب اس کی حروف بہ حروف تائید دستیاب شدہ خط سے ہوتی ہے تو پھر اس قسم کے فرضی اعتراض کتنی وقعت رکھ سکتے ہیں ظاہر ہے۔

دوسرا خط

[منذر بن ساوی کے نام]

دوسرا خط، جیسا کہ بیان کیا گیا، منذر بن ساویٰ کے نام ہے۔ بلاذری (فتوح البلدان ص ۷۹) اور ابن الاثیر (الکامل ج ۲ ص ۱۷۵) نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ۶ ھ میں منذر کے نام ایک خط لکھا اور معلوم ہوتا ہے کہ پائے تخت ایران کی کمزوری اور دیگر وجوہات سے آنحضرت کی تبلیغ کامیاب رہی اور آنحضرت ﷺ کی سفارت نے واپس آکر جب حالات بیان کیے تو آنحضرت ﷺ نے منذر کو ایک خط بھیجا جس میں اسے بحرین کی گورنری پر بحال رکھا گیا اور غیر مسلم باشندوں سے سلوک کے متعلق چند ہدایتیں دیں۔ یہی خط ہے جو حال میں دوبارہ دستیاب ہوا۔ چونکہ یہ خط مقوقس کے خط سے کم از کم چند ماہ بعد کا ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ دونوں کا کاتب بھی ایک ہی رہا ہو۔

اس خط کا ذکر پہلی مرتبہ جرمن مجلس شرقیات کے رسالے (ZDMG جلد ۱۷ ۱۸۶۳ء صفحہ ۳۸۵ تا ۳۸۶) میں ہوا اور وہیں اس خط کا چربہ بھی چھپا۔

اس چربے کا فوٹو[141] ہمارے مضمون میں شامل ہے اور متعلقہ نوٹ کا ترجمہ یہاں شائع کیا جاتا ہے:

"جرمن سفیر قسطنطنیہ کے اتاچی (مددگار) ڈاکٹر بوش (Busch) نے مئی ۱۸۶۲ء میں رسالہ (ZDMG) کے اڈیٹر کے نام یہ خط لکھا:"[142]

---

[141] فوٹو، نیز ژورنال آزیاتیک میں شائع شدہ مکتوب بنام مقوقس کا فوٹو مجھے جامعہ بون (جرمنی) کے صدر کلیہ شرقیات (ڈاکٹر پاول کالے) نے از راہ کرم مہیا کیا اس کا میں شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔

[142] Zeltsetrift DMG, bd.xvi.lifzig ۱۸۶۲, P۱۵۶

Zeitsetrift DMG, bd.xvii, ۱۸۶۳ P. ۳۸۵-۳۸۶.

بالآخر میں اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ ایک عجیب چیز کا ذکر کروں، خواہ وہ مصنوعی ہو یا نہ ہو، بہر حال ایک خاص دلچسپی رکھتی ہے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ موسیو بے لئس نے مصر میں [حضرت] محمد [ﷺ] کا جو خط بنام مقوقس دریافت کیا تھا اور جس کو اصلی مان لیا گیا تھا وہ ترکی حکومت کے ہاتھ ایک بڑی رقم پر بیچ دیا گیا۔

اب گزشتہ موسم خزاں میں میری ملاقات ایک اطالوی شخص سے ہوئی جس کے پاس [حضرت] محمد [ﷺ] کا ایک اور مکتوب تھا اور وہ مدعی تھا کہ وہ اصلی ہے اور یہ کہ اس نے یہ مکتوب نیز کوفی خط میں لکھے ہوئے قرآن کے چند سورے (یعنی ۱۱۳، ۱۱۱، ۱۰۴، ۱۰۲) گزشتہ موسم گرما میں (جہاں وہ مسلمانوں کے بھیس میں اور اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہوئے گیا تھا) خریدے۔

اس نے مجھے یہ مزعومہ اصلی خط دکھایا۔ یہ خط نیز قرآن کے مذکورہ سورے ایک نہایت مہین اور سیاہی مائل بھوری (Dunkellexaum) جھلی کے ٹکڑوں پر لکھے ہوئے تھے۔ اس کے ہمراہی ملفوفہ فوٹو (جو ایک ٹریس کی ہوئی سے نقل لی گئی ہے) اصل سے صرف اسی حد تک مختلف ہے کہ اس میں مہر کا قابل غور نشان زیادہ واضح آیا ہے۔

دیر تک مشاہدے کے بعد میں نے یہ یقین کیا کہ اصل کی مہر میں بہر حال یہی الفاظ لکھے ہوئے ہیں، یہ صحیح ہے کہ جب آدمی کو معلوم ہو جائے کہ کیا پڑھنا چاہیے تو اس کی آنکھوں کا دھوکا دینا آسان ہے!

اس خط کو ترکی حکومت کے ہاتھ ایک مناسب قیمت پر بیچنے کی کوششیں سُنا ہے کہ ناکام رہیں اگرچہ مذہبی طبقے نے اس میں بڑی دلچسپی لی تھی۔

اس خط پر رسالے کے اڈیٹر فلائشر (H.L.Y.Fleipcher) نے بطور فٹ نوٹ جو تنقید[۱۴۴] کی اور اپنی رائے ظاہر کی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

"چونکہ اس معاملے سے خود مغرب میں معلوم ہوتا ہے کہ خاصی سنسنی پھیل گئی ہے اور اب تک ہر جگہ یقین کے ساتھ اس کا جعلی ہونا تسلیم نہیں کیا گیا ہے اس لئے ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا فوٹو کا ایک سنگی چربہ (لیتھو گریفی) شائع کر دیں جس کو دیکھ لینے کے بعد کسی کو اس مزعومہ دریافت کے غیر اصلی ہونے کے متعلق مزید دلائل کی خواہش نہیں رہے گی!

میں اجازت چاہتا ہوں کہ یہاں اس چیز کو دہراؤں جو میں نے اس فوٹو کے متعلق اپنے عزیز دوست پروفیسر بروک ہاؤس (Prof. Brockihaus) کو لکھا:

"میں ذریعہ ہذا آپ کو وہ قیمتی دستاویز واپس کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ وہ اطالوی جس نے اس کو بنایا یا لے اڑا ہے،

واقعی ایک نہایت مسعود ستارے کے تحت پیدا شدہ سمجھا جائے، اگر وہ اس بات میں کامیاب ہو کہ حقیقی قابل مسلمانوں کو (جیسا کہ ترکی کے موجودہ وزیر تعلیم کمال آفندی ہیں) اپنا ہمنوا بنالے۔ اس اطالوی آدمی نے یہ دیکھنا چاہا ہے کہ آیا وہ مرغی ابھی تک زندہ ہے جس نے

---

[۱۴۴] نوکلڈکے نے اپنی کتاب Gesch. d. Qorans (ص ۱۹۰ ان ۳) میں اس تنقید کو پاش پاش کرنے والی تنقید (Vemich tende kritik) کہہ کر سراہا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ فلائشر نے اس مکتوب نبوی پر اپنی کتاب (Kleine Schriften) ج ۳ ص ۴۰۰ الخ) میں بھی کچھ لکھا ہے مگر فی الوقت یہ کتاب مجھے حیدر آباد میں نہ مل سکی، غالباً رسالے میں لکھی ہوئی باتیں ہی دہرائی گئی ہوں گی۔

Flcischer, heinrich Liberecht;klcinere Schriften, hipzig: Verlag von S. Hirzel ۱۸۸۵-۱۸۸۸ ۳Vol. (BL Sleffmark V-۱۰۵۴۴) Vol ۳ P.۴۰۰

Noldeke, Theodor, ۱۸۳۶-۱۹۳۰; Geschisehte des Qurans, V.۱, Uber den urphing des Qoran. Georg olms verlag, ۱۹۸۱, +Shchwally, friedich. Ed. ISBN: ۳۴۸۷۰۰۱۰۵۵ (BL. Sheffmar: F.۱۱-۹۵۰۰DSC)

[حضرت] محمد [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے مکتوب بنام مقوقس کے دریافت کرنے والے کے لئے اتنا عمدہ سونے کا انڈا دیا تھا۔ یہ خط بے لعُس نے نہیں بلکہ بار تیلمی نے مصر میں دریافت کیا تھا اور مصر کے یونانی گورنر کے نام لکھا گیا تھا۔

دیکھئے ژورنال آزیاتیک بابت دسمبر ۱۸۸۲ء ومابعد، اسی لئے اس شخص نے اتفاقاً ایک دوسرے خط کو جو [حضرت] محمد [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] نے بحرین کے ایرانی گورنر المنذر بن ساویٰ کے نام تبلیغ اسلام کے لئے تحریر فرمایا تھا، اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنانا چاہا ہے۔

اس خط کا ذکر ابن ہشام [سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] ص ۹۴۵ س ۱۴، ۱۳، نیز Canssin de perceral. Essai sur l, histoire des Arabes III P.۲۶۵ LL۶-۱۳ میں بھی ملے گا۔ مگر جہاں تک مجھے علم ہے اس خط کا متن کہیں بھی نہیں ملتا اس لئے اس نامعلوم (اطالوی) شخص نے اس خط کو پیدا کیا اور اس سے خوف نہ تھا کہ کوئی آسانی سے اس کی تردید کرے گا، چنانچہ اس نے ہوشیاری سے اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ چند افسوسناک طور سے خراب اور ناقابل فہم اشکال حروف کے باوجود خط کے ابتدائی حروف (جو اسے سب سے زیادہ پسند آئے) حیرت انگیز طور سے اچھی حالت میں باقی رکھے جائیں خاص کر "اللہ" اور "محمد" کے مقدس الفاظ پر زمانے نے بھی ادب کے خیال سے دست درازی کی جرأت نہ کی (چنانچہ عبارت ذیل صاف پڑھی جاتی ہے:)

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی
المنذربن ساوی سلام علیک فانی احمداللہ
الیک الذی لاالہ غیرہ واشھد ان لاالہ الا اللہ
وان محمدا عبدہ و رسولہ فاما بعد فالی۔

اس کے خرید لینے کی خواہش کے دل میں پیدا ہونے کے لئے اس سے زیادہ جاننے کی ضرورت نہیں ۔ اور ایک ہوشیار آدمی بہت زیادہ کی جسارت بھی نہیں کر سکتا۔ خط کی باقی

عبارت ایسی ہے کہ اسے صرف وہی لوگ حل کر سکتے ہیں جو اپنی ذہانت کے ذریعے عدم محض سے بھی کچھ نہ کچھ پیدا کر لینا جانتے ہیں۔ البتہ اس خیال سے کہ اسلام بہر حال خالی نہ چلا جائے۔

خط کی بے پایاں تحریری ابتری میں " للمسلمین ما اسلموا " کا فقرہ اچھی حالت میں آ کر تبدیلی پیدا کرتا ہے۔

مگر اتنی نفیس اور اچھی حالت میں محفوظ، ابتدا کے بعد [حضرت] محمد [ﷺ] کے کاتب کو ایک سے زاید مرتبہ عجیب بد قسمتی سے سابقہ رہا ہے۔ چنانچہ اس نے ترکی یا ترکیائے ہوئے تلفظ کے مطابق "المنذر" کے عوض "المنزر" لکھ دیا اور "غیرہ" کی جگہ "غیرہ" اس کے علاوہ (شاید کسی دیہاتی بولی کی بنا پر غلطی سے) بجائے "اشہد" کے "اشھد" لکھ دیا ہے اور ایک درجہ اوّل کی عجیب و غریب چیز یہ ہے کہ "فانا" کو "فمما" لکھا ہے۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اتنا آپ کے لئے کافی ہوگا" (فلائشر)

ناظرین نے دیکھ لیا کہ "مہذب" ممالک کی علمی تحریروں کا طرز بیان کیسا ہوتا ہے!؟ اس کو نظر انداز کر کے اعتراضوں کی تحلیل کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فاضل اڈیٹر کی رائے میں یہ خط جعلی ہے کیونکہ:

(۱) المنذر بن ساوی کے نام آنحضرت ﷺ کے ایک خط بھیجنے کا ذکر تو ملتا ہے لیکن خط کی عبارت کہیں نہیں ملتی۔

(۲) پیش نظر فوٹو میں مرسل و مرسل الیہ کا نام تو صاف ملتا ہے لیکن اس سے آگے جعلساز نے عربی نما شکلیں بنا دی ہیں، وہ کوئی عبارت نہیں ہے۔

(۳) ان بے معنی شکلوں میں کہیں کہیں عربی الفاظ پڑھے جاتے ہیں لیکن ان میں املا کی ایسی غلطیاں ہیں کہ کسی عرب کاتب کی جانب منسوب نہیں کی جا سکتیں۔

پہلا اعتراض محض لاعلمی کا نتیجہ ہے، منذر کے نام ایک نہیں میرے حد علم تک نصف درجن سے بھی زائد خط آنحضرت ﷺ نے لکھے تھے (دیکھئے میری فرانسیسی تالیف (Corpus) (دستاویزات نمبر ۴۴ تا ۵۱) وجہ ظاہر ہے کہ منذر مسلمان ہو چکے تھے اور

ایک اہم اسلامی صوبے کے راسخ العقیدہ، اطاعت شعار اور مخلص گورنر تھے ان کے اسلام کے بعد کوئی چار سال تک آنحضرت زندہ رہے۔ ان خطوط میں جو مختلف قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی ورق گردانی پر منتشر حالات میں ملے، ایک وہ خط بھی ہے جس کی عبارت زیر بحث خط سے متفق ہے۔ یہ خط مجھے حسب ذیل کتابوں میں بھی ملا ہے:

(۱) اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین مولفہ ابن طولون، تیسرا خط

(۲) صبح الاعشیٰ مولفہ القلقشندی جلد ششم صفحہ ۳۶۸ (بحوالہ سہیلی)

(۳) زاد المعاد مولفہ ابن القیم جلد سوم ص ۶۱ تا ۶۲

(۴) المواہب اللدینہ مولفہ القسطلانی جلد دوم صفحہ ۲۹۴

(۵) رسالات نبویہ مولفہ عبد المنعم خان خط نمبر (۱۰۱)

نیز بعض اور کتابوں میں بھی یہ خط کلاً یا جزاً ملتا ہے اس کی عبارت [۱۴۴] یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی المنذربن ساوی
سلام علیک فانی احمداللہ الیک الذی لااله غیره واشهدان لااله
الا الله وان محمداً عبده ورسوله فاما بعد فانی اذکرک الله
عزوجل فانه من ینصح فانما ینصح لنفسه وانه من یطع رسلی و یتبع
امرهم فقد اطاعنی و من نصح لهم لی وان رسلی قد اثنوا
علیک خیرا وانی قد شفعتک فی قومک فاتوک
للمسلمین ما اسلموا علیه و عفوت عن اهل الذنوب فاقبل
منهم و انک مهما تصلح فلن نعزلک عن عملک ومن اقام

---

[۱۴۴] ہمارے ماخذوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے مثلاً احمد اللہ الیک " کی جگہ مواہب لدینہ میں "احمد الیک اللہ " ہے " وانہ من یطع " زاد المعاد میں ہے لیکن ابن طولون وغیرہ میں صرف " ومن یطع " ہے اسی طرح " فاقبل منہم " کی جگہ صبح الاعشیٰ میں " فاقبل لم " یا محمد عبدہ ورسولہ کی جگہ زاد المعاد میں " محمد رسول اللہ " ہے

علی یہودیتہ او مجوسیة فعلیہ الجزیة

اس عبارت میں اور پیش نظر فوٹو کی عبارت میں ایک جگہ خفیف فرق ہے یعنی فوٹو کی تیسری سطر میں "لاالہ غیرہ" ہے لیکن ہمیں جن کتابوں میں اس عبارت کی نقل ملی ان میں "لاالہ الا ہو" ہے معنوں میں کوئی فرق نہیں اور یہ ابتدائی راوی یا کاتب کے ذہن کا سہو ہے۔ اس ایک قابل نظر انداز فرق کے علاوہ دونوں متن بالکل ہی یکساں ہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب دینا فضول ہے جب خود سے نہ پڑھا گیا تو ناقابل فہم قرار دے دینا شان علمیت سے بعید تھا۔

تیسرے اعتراض کے متعلق بھی کسی کاوش کی ضرورت نہیں۔ ساڑھے تیرہ سو سال پہلے لکھا ہوا خط ہے اگر کہیں کہیں سے سیاہی اڑ گئی ہے یا اس کے دھبے پھیل گئے ہیں یا خود ٹریس کر کے نقل لینے والے کے قصور سے شکلیں بگڑ گئی ہیں تو اس میں عہد نبوی کے کاتب کا کیا قصور، عہد نبوی میں نقطے اور اعراب نہیں تھے، ان سے ہمارا یہ مکتوب بھی خالی ہے اور "غیرہ" کی جگہ "غیبرہ" نظر آنا، یا "ر" کا "و" ہو جانا بلا شبہ امتداد زمانہ کا اثر ہے کہ سیاہی پھیل گئی یا اڑ گئی یا کسی خارجی اثر سے شوشے کی شکل کا دھبہ آگیا۔

"اشہد" کہ جگہ فلایشر کو "اشعد" نظر آنا محض ستم ظریفی ہے یا ناواقفیت اس زمانے میں "ھ" کو اس طرح لکھتے تھے جس طرح علامت "۷" چنانچہ ناظرین دیکھیں گے کہ اس فوٹو میں نہ صرف تیسری سطر میں مسهد (اشہد) بلکہ چھٹی سطر میں مر ہے (امر ہم جس میں "م" اڑ گیا ہے) اور اسی سطر میں لهم (لہم) اور آٹھویں سطر میں اہل (اہل) اور نویں سطر میں منه (لہم یا منہم) اور اسی سطر میں مهما (مہما) غرض ہر جگہ "ھ" کو "ے" لکھا گیا ہے۔

تعجب ہے کہ فلائشر نے جب اشہد میں "ے" کو "ع" پڑھا تو معما میں فما کی جگہ فمما پڑھا ہے حالانکہ اس لفظ میں یا تو دونوں "ع" ہوتے یا دونوں "م"۔

ہمارے خیال میں یہ یا تو فاما نہیں فمما ہے یا امتداد زمانہ کے باعث الف اڑ کر دو میم بن گئے ہیں۔

میرے علم میں فلائشر کے علاوہ کسی اور نے اس خط پر کچھ نہیں لکھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ فلائشر کے مطابق اس مکتوب کو ۱۸٦۸ء میں دمشق سے ایک اطالوی لے اڑا تھا مگر ۱۹۱۷ء میں خواجہ کمال الدین نے دمشق میں یہ خط اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا (ملاحظہ ہو اسلامک رویو Woking بابت ۱۹۱۷ء میں) دمشق میں ۱۹۳۲ء میں میری ذاتی تحقیقات پر اتنا پتہ چلا تھا کہ اس طرح کا ایک خط سلطان صلاح الدین کے رشتہ داروں کے ہاں موجود ہے۔ کہ عام طور سے اہل شہر اس سے ناواقف ہیں، میری پہلی کوشش اس کے دیکھ سکنے کے متعلق اس لئے ناکام رہی کہ جس وقت میں وہاں گیا مکان پر کوئی آدمی نہ تھا اس کے بعد میرا قیام دمشق میں نہ رہ سکا اب میرے ایک سابق فرانسیسی ہم جماعت موسیو رائش نے اس کا پتہ لگایا ہے اور دمشق سے ایک ابتدائی اطلاع بھی بھیجی ہے لیکن تادم تحریر ان کے موعودہ مفصل خط کا انتظار ہے۔

اسی سلسلے میں ایک بات یہ قابل ذکر ہے کہ مکتوب مقوقس اور مکتوب منذر دونوں کی مہر باوجود نقل کرنے والوں کے فرق کے یکساں ہے جو کافی اہم شہادت ہے۔

آخر میں ایک بات یہ عرض کی جاسکتی ہے کہ کچھ دنوں پہلے عربی اخباروں کے حوالے سے ہندوستانی اخباروں نے یہ خبر شائع کی تھی کہ موجودہ نجاشی حبشہ کے پاس اب تک مکتوب نبوی بنام نجاشی اصحمہ محفوظ ہے، اس بارے میں مستند معلومات حاصل کرنے کے متعلق میری کوششیں اب تک ناکام رہیں۔

یہ چند سرسری باتیں ہیں جو عزیزم نائب مدیر صاحب مجلہ عثمانیہ کی خواہش پر عجلت میں قلمبند کی گئیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ
ام، اے، ال ال بی عثمانیہ
ڈی لٹ (پیرس) ڈی فل (بون، جرمنی)

۵۔ مقوقس کے نام اصل خط [145]

حضور پاک ﷺ کا مقوقس کے نام تحریر کردہ اصل خط حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔ نئے دریافت شدہ مکتوب کے جملہ مندرجات قدیم اطلاعات کے عین مطابق ہیں۔ مسٹر بیلن (Belin) کا قاہرہ سے ۱۰ مارچ ۱۸۵۲ء کا مسٹر ریناڈ (Reinaud) کے نام تحریر کردہ ایک خط میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسٹر ریناڈ پیرس انسٹی ٹیوٹ کے رکن ہیں۔ اس خط کے اقتباسات ایک فرانسیسی اخبار "جنرل ایشیاء ٹک" پیرس میں دسمبر ۱۸۵۴ء (ص۵۱۸-۴۸۲) کو دوبارہ شائع ہوئے۔ ہم یہاں اس کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ "گزشتہ سال اپنے ایک مختصر دورے میں Mr.Barthelemy اخمیم کے قریب ایک گرجا گھر پہنچے وہ خاصے تھکے ماندے تھے تاہم انہیں وہاں ایک عربی مسودہ ہاتھ لگا۔ جو دیکھنے میں بھدا اور بدنما سا تھا جس کی جلد اتنی موٹی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ شروع میں یہ کسی ضخیم کتاب کے لئے تیار کی گئی تھی اور کناروں سے اکھڑی ہوئی تھی۔ جس کے اندر سے قبطی خط میں کچھ تحریر نظر آتی تھی۔ ہمارے مسافر نے اس کی پہلی تہہ ہٹانے کی کوشش کی جس کے نیچے غالبًا کوئی تحریر چھپی ہوئی تھی اور اس نے اس سے بڑی احتیاط سے باہر نکالا۔ اسے قبطی زبان میں تحریر شدہ انجیل کے درجن بھر پرت ملے جو خاصے قدیم خط میں لکھے گئے تھے۔ ان پرتوں کو آپس میں گوند لگا کر جوڑ دیا گیا تھا تا کہ یہ کارڈ بورڈ کی طرح ایک سخت شکل اختیار کر لے۔ ان میں سے ایک پرت کی جلد تین حصوں سے مل کر بنی تھی دو طرف سائیڈ کور تھے اور کتاب کی پشت، ان میں سے اول الذکر ایک پرت پر مشتمل تھی جو کہ چمڑے سے تیار کی گئی تھی اور جیسا کہ میں پہلے کہا اس کے اندر قبطی زبان میں تحریر کردہ تقریبًا ایک درجن صفحات تھے۔ جن پر ایک موٹے کاغذ کی پرت تھی۔ جنہیں گوند لگا کر آپس میں جور دیا گیا تھا۔ درمیانی حصہ جو خارجی طور پر دونوں جانب کے سائیڈ کورز

---

۱۴۵) گرامی نامہ نبوی ﷺ ۱۴ "مقوقس قبط کے نام گرامی نامہ" سے متعلق مقالہ

ملاتا تھا کالے چمڑے کے ٹکڑے سے بنا ہوا تھا۔ اب Mr.Barthelemy نے اس پرت کو دونوں جانب سے اکھیڑا اور درمیان میں انہیں جھلی نما چمڑے کا ایک ٹکڑا ملا جسے دو جگہ دیمک لگی ہوئی تھی یہاں انھوں نے سوچا کہ وہ کوئی حروف تہجی الگ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ان پرتوں کو قدرے نم آلود کیا اور انہیں چند خطوط ملے جو کٹے پھٹے اور مٹے ہوئے سے تھے مصنف اپنے ایک نوٹ میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: "Mr.Barthelemy کے مطابق حضور پاک ﷺ نے مصر کے بادشاہ المقوقس کو تحریر کردہ خط کی چار نقول ارسال کی تھیں تاہم تاریخ دان اس کے اس بیان کی تصدیق نہیں کرتے اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ اس اقدام کا کوئی فائدہ بھی تھا۔ بالفرض محال اگر حضور پاک ﷺ کا ایلچی یہ خط کہیں گم بھی کر بیٹھتا (جس کی اس سے قطعاً توقع نہیں کی جاسکتی تھی) تب بھی اس کا مشن زبانی پیغام پہنچا کر بھی پورا ہو سکتا تھا۔ قبطی اس سلسلے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قاہرہ کے خاندانی گرجا گھر میں مزکورہ خط کی ایک نقل محفوظ ہے تا ہم میں اس حقیقت کی جانچ نہیں کر سکا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے پاس حضور پاک ﷺ کا ایک خط ہے جو آپ ﷺ نے المقوقس کے خط کے جواب میں تحریر کیا تھا اور یہ وہ خط ہے جو Mr.Barthelemy نے دریافت کیا ہے"۔

حضور پاک ﷺ کے تحریر کردہ تمام خطوط میں سے یہ دستاویز جو مصر میں دریافت ہوئی۔ خاصی معروف ہے اور جگہ جگہ اس کا ذکر ملتا ہے ایک معروف مستشرق Th.Noldeke نے سب سے پہلے اس دستاویز کے متعلق مختصراً بیان کیا ہے "بلکہ ہمارے پاس اصل خط بھی موجود ہے جسے بڑے عجیب انداز سے محفوظ کیا گیا ہے اور جس کی ثقاہت میں چنداں شبہ نہیں ہے۔" موصوف نے ۱۸۹۴ء میں دوبارہ اپنی اسی رائے کا اظہار کیا۔ (زیڈ ڈی ایم جی ۱۸۹۴ص ۱۶۰) لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ۱۹۰۹ء میں Schwally نے Noldeke کی تحریر کا نیا ایڈیشن شائع کیا تو صورتحال تبدیل ہو چکی تھی میرے خیال میں رائے کی اس تبدیلی کی ذمہ داری Schwally پر عائد ہوتی ہے۔ "تاہم

اس طرح اس دستاویز کی ثقاہت کے متعلق اعتراضات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ فرانسیسی زبان میں اٹھائے گئے ان اعتراضات کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ تاہم پر لکھتے ہیں یہ دستاویز جعلی قرار دے دی گئی ہے۔ اس کی خطاطی میں کوئی خط کا شائبہ خال خال ہی نظر آتا ہے اور دوسری بات یہ کہ بجائے رنگین مہر استعمال کرنے کے دستخط کی جگہ مٹی کی مہر استعمال کی گئی ہے اور آخری بات یہ کہ اس قسم کی سرکاری دستاویزات میں نہ صرف وثیقہ نویس جو اسے تیار کرتا تھا کا نام درج کیا جاتا تھا بلکہ پیغام رساں کا نام بھی واضح طور پر درج کیا جاتا تھا جو اس دستاویز میں موجود نہیں"۔

اس طرح گویا اس دستاویز پر تین اعتراضات ہیں۔ پہلا یہ کہ مصنف کو خود بھی اس تحریر کی ثقاہت و اصالت کا یقین نہیں ہے بلکہ وہ "غالبًا" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ اور حقیقتًا اسلام سے قبل کی قدیم دستاویزات بھی (دریافت) دستیاب ہوئی ہیں جو اس وقت کی خطاطی کے متعلق قدرے بہتر اطلاعات فراہم کرتی ہیں۔ مدینہ میں ۵ھ کی تحریرات اور خلیفہ معاویہ کے دور کے ایک ڈیم پر کندہ تحریر کے علاوہ مصری خط کی تحریریں بھی معلومات کا خزینہ ہیں۔ جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے Schwally حضور پاک ﷺ کی ان نامۂ مبارک پر لگی ہوئی مٹی کی مہر سے متعلق اپنی اطلاعات کا ذریعہ نہیں بتلاتا۔ اس کے برعکس ابن رستہ اور طبری ہمیں یہ یقین دلاتے ہیں کہ مسلمانوں نے حضرت عمر کے بعد پہلی مرتبہ مٹی کی مہر لگانے کا طریقہ سیکھا۔ ایک طرح سے یہ فضول خرچی خصوصًا ایک ایسے خط کے لیے تھی جو سمندر پار کے ممالک بھیجا جا رہا تھا۔ جس پر اس کے استعمال کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ (ابن رُستہ ص ۱۹۲ طبری ج اول ص۲۷۴۹)۔ ہمارے اپنے ذرائع کے مطابق حضور پاک ﷺ نے یہ چنداں ضروری نہیں سمجھا تاوقتیکہ بعض صحابہ کرام نے انہیں یہ نہ بتایا کہ غیر ملکی حکمران مہر کے بغیر خطوط کو تسلیم نہیں کرتے تب ایسا ہوا کہ ایک مہر کندہ کرائی گئی جس پر محمد (ﷺ) ابن عبداللہ کرانا مقصود تھا لیکن ایک کندہ کار کی غلطی کے باعث یہ الفاظ محمد رسول اللہ (ﷺ) کندہ

ہو گئے مزید برآں مٹی کی مہر لفافے پر لگائی جانی چاہیے تھی نہ کہ خط پر جہاں تک تیسرے اور آخری اعتراض کا تعلق ہے۔Schwally مابعد کے عہد کے متعلق سوچتا ہے بلکہ وہ باز نطینی حکومت کے طریقوں پر بھی غور کرتا ہے جو وہ سرکاری دستاویز کی تیاری کے لیے استعمال کرتے تھے۔

عرب کے تاریخ دان حضور پاک ﷺ کے خطوط کی عبارتوں کا تحفظ کرتے چلے آئے ہیں اور ان میں مذکورہ دستاویز بھی شامل ہے اور یہ ذرائع متفقہ طور پر Schwally کے اعتراض کو محض وثیقہ نویس کا نام نہ لکھنے کی وجہ سے مسترد کرتے ہیں۔

دیگر مستشرقین میں Amelineau بھی شامل ہے لیکن وہ چنداں اہم نہیں ہے کیونکہ وہ مذکورہ دستاویز کو مسترد کرنے کی کوئی وجوہات بیان نہیں کرتا ہے وہ پہلا شخص جس نے خطاطی کے الفاظ کی بناوٹ پر غور کیا وہ Kerabacek تھا اور تب (۱۸۷۴) سے اب تک اس سلسلے میں ہماری معلومات خاصی وسیع ہو چکی ہیں۔ سی ایچ بیکر لکھتا ہے " ممکن ہے کہ ایک ایسا کاغذ کا ٹکڑا ہو جس پر کوئی روایت درج کی گئی ہو۔ غالب امکان یہ ہے کہ اس دانشور نے (جو جرمنی کے وزیر تعلیم تھے اور ۱۹۳۳ میں وفات پائی) اس دستاویز کے چربے پر نظر تک نہیں ڈالی جس پر واضح طور پر مہر کا نشان موجود ہے اور جس کو تلاش کرنا ممکن بھی تھا دراصل یہ کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا جس پر ایک گول نشان تھا اور جس میں کالی روشنائی سے نام تحریر کیا گیا تھا اور یہ کوئی ایسی مہر نہیں تھی جس کی زمین سیاہ اور تحریر سفید ہو۔

اپنی عظیم کتاب "Annali del I. Islam" (فرانسیسی) میں مصنف Leone caetani (متوفی ۱۹۳۵) مذکورہ دستاویز کے بنیادی اور اصلی عناصر کا مطالعہ نہیں کرتا بلکہ وہ اس سے متعلق خارجی مسائل پر بڑی شد و مد سے غور و فکر کرتا ہے۔

۱۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس امر کا امکان کم کم ہی ہے کہ ساتویں صدی کا کوئی عیسائی سردار دو عیسائی کنیزوں کا تحفہ عرب کے کسی سردار کو ارسال کرے۔

۲۔ مکتوب الیہ کا ذاتی نام مقوقس جیسا عرب تاریخ دانوں نے بیان کیا اس کے اصل نام سے مختلف ہے۔

لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں مقوقس اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا ماسوائے اس کے جو مذکورہ مکتوب میں مختصراً بیان کیا گیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا شخص سردار تھا یا کوئی اور سیاسی قائد تاہم وہ (عظیم القبط یعنی قبیطوں کا سردار کہلاتا تھا)۔ قبطی ہونے کے ناطے وحدانیت پرست تھا اور کسی عرب سردار کو وحدانیت کے اعلان کے بعد کافر قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔ ہمارے لیے یہ یقین کرنا آسان ہے کہ اسی نے حضور ﷺ کو اپنے دینی نظریے کی جانب موڑنے کی مقدور بھر کوشش کی اور اسی مقصد کے لیے ماہرین کو بھی استعمال کیا۔ یعنی دو خوبصورت کنیزیں جنہیں عیسائیت کی تعلیم اور تربیت بڑے اچھے انداز میں دی گئی تھی۔ علاوہ ازیں ایرانیوں کے مصر سے انخلا کے بعد مقوقس کی حالت خاصی مخدوش ہوگئی تھی اور وہ اپنی قوت اور حکومت کے استحکام کی خاطر ہر حربہ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ Schaeder کے مطابق رومن سفارت خانے نے چین کو ایک رپورٹ ارسال کی جو چینی تاریخ دانوں کے بیان کے مطابق مصر کے گورنر نے ارسال کی تھی۔ Schaeder رومن سفارت خانے کی جگہ قبرصی (یونانی) سفارت خانے کا نام لیتا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق قبطی سردار بینجمن ایرانی قبضے کے دوران اپنے رویے کے نتائج سے خوفزدہ تھا اور یونانیوں کو نکال باہر کرنے کے لئے غیر ملکی حمایت کا متلاشی تھا اور اس نے اس سلسلے میں چین کے شہنشاہ سے رابطہ بھی کیا تھا۔ یہ بات سچ ہے کہ اہل عرب اسی کے قریب تھے اور بارہا بازنطینیوں کو جنگ میں نیچا دکھا چکے تھے تاہم حالات مقوقس کے لئے اتنی تیزی سے تبدیل ہوئے کہ اس نے حضور پاک ﷺ کی جنگی امداد سے کما حقہ، فائدہ نہ اٹھایا۔

جہاں تک Caetani کے دوسرے اعتراض کا تعلق ہے تو ہم اس ضمن میں یہ پہلے ہی لکھ آئے ہیں کہ مدینہ سیکرٹیریٹ ان دنوں قبطی (مصر کے) سرداروں کے نام سے

واقف نہیں تھا اور اس سلسلے میں دستیاب تمام تر معلومات کا تعلق حضور پاک ﷺ کی بعثت مبارکہ سے قبل کے ادوار سے ہے۔ مذکورہ شخص ممکن ہے کہ بجمن یا جریج (ابن مینا ابن قرقب) یا کوئی اور ہو۔ تمام ثانوی تفصیلات جو کہ ازآں بعد عرب تاریخ دان فراہم کرتے ہیں چنداں لائق اعتناء نہ ہیں۔ تاہم حضور پاک ﷺ اور مقوقس کے مابین مراسلات کے تبادلے کو سرے سے مسترد کرنے کے لئے یہ اعتراضات کافی نہیں ہیں۔

Virginia Vacca کا مضمون جو اس نے فرانسیسی زبان میں تحریر کیا تھا کوئی نئی معلومات اس سلسلہ میں فراہم کرنے سے قطعًا عاری ہے۔ لیکن اسے کنیز کا نام "مریم" لکھتے ہوئے مغالطہ ہوا ہے جب کہ اس سلسلے میں عرب ذرائع مذکورہ کنیز کا نام "ماریہ" بتلاتے ہیں جو انہوں نے قبول اسلام کے بعد بھی تبدیل نہیں کیا۔

جہاں تک Prof. Gaston Wiet کی ایڈٹ کردہ مقریزی کی کتاب "خطاط" میں اس مضمون سے متعلق معلومات کا تعلق ہے تو انہوں نے ہمہ اقسام کے شماریات کو اس میں گڈمڈ کر دیا ہے۔ مثلاً تاریخی واقعات، عشقیہ افسانے اور عوامی کہانیاں تک یک جا ملتی ہیں۔ اس طرح کچھ ابہام اور تضاد پیدا ہو گیا ہے اور ثانوی تفصیلات بھول بھلیاں بن کر رہ گئی ہیں موصوف مذکورہ مکتوب کے الفاظ پر حیرت کا اظہار کرتا ہے۔ درحالانکہ یہ الفاظ بالکل وہی ہیں جو ھرقل کے نام خطوط میں استعمال ہو چکے تھے۔ مقوقس، نجاشی اور ھرقل کے نام تحریر کردہ خطوط ایک دن، ایک ہی تاریخ اور ایک ہی موضوع کا اظہار کرتے ہیں۔ سو اس میں ہمارے لیے چنداں حیرانی اور حیرت کی کوئی بات نہیں کہ کاتب نے تینوں خطوط کے لئے ایک ہی معیاری متن استعمال کیا اور آخر میں مسٹر Wiet مزید کہتا ہے "آخری بات یہ کہ یعقوبی سردار حضور پاک ﷺ کے نامہ مبارک وصول کرنے کا چنداں اہل نہ تھا یہاں مصنف اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کرتا۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی معقول اور شائستہ شخص اپنے نام لکھے ہوئے خط کی وصولی سے انکار نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے خواہ وہ اس کے متن کو تسلیم کرے یا مسترد اور نہ ہی اسے اس امر سے کوئی سروکار ہے کہ خط کا مضمون اس سے متعلق ہے یا نہیں۔

یہاں ضمناً یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ۵۳۴ء میں ایک سردار جو بازنطینی ریاست کے زیر اثر تھا اور مقوقس کے مقابلے میں قدرے کم طاقت کا حامل تھا ابن جبلہ غسانی نے ایک سفارت یمن بھیجی تھی۔ اس کی تصدیق اس کندہ کاری سے بھی ہوتی ہے جو "مارب ڈیم" پر کی گئی تھی۔

اس طرح یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ مذکورہ کوئی بھی اعتراض اتنا سنجیدہ اور موثق نہیں ہے کہ جس کے ذریعے مصر سے ملنے والے مکتوب کی ثقاہت اور حقانیت کے امکان کو مسترد کیا جاسکے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سلطان عبدالمجید اول نے اس مکتوب کو خریدا تھا اور یہ کہ یہ دستاویز ہنوز توپ کاپی کے عجائب گھر (استنبول ترکی) میں موجود ہے ۔ جہاں تک مارکوس کے گرجاگھر سے مذکورہ خط کی نقل کی دریافت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ایک صدی گذرنے کے باوجود کوئی ضمنی معلومات یا اطلاعات منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ لہٰذا یہ متحقق نہیں ہوسکا کہ آیا یہ اصل خط کی نقل (مثنیٰ) ہے یا تاریخ دانوں کی بیان کردہ کہانیوں کی مدد سے تیار کردہ جعلی دستاویز ہے۔ مثلاً الحاکم کے دور میں اسی نوعیت کے کئی خطوط جعلی ثابت ہوچکے ہیں۔

ہم اس موضوع کی جانب (خصوصاً "مقناء" کے متعلق مابعد کے باب "یہودی" میں) پھر لوٹیں گے[36]۔

---

[36] حمید اللہ: پیغمبر اسلام ص ۳۲۳ تا ۳۲۹

۶۔ المنذر کے نام آنحضور ﷺ کا نامہ مبارک [۱۴۷]

پہلے پہل ایک جرمن رسالے زیڈ۔ڈی۔ ایم۔ جی۔ (۱۸۶۳ء، ص ۳۸۵-۶) میں المنذر کے نام حضور پاک ﷺ کے اصل نامہ مبارک کی دریافت کا اعلان ہوا۔ ذیل میں ہم مذکورہ مضمون کے چند ایک اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ قسطنطنیہ میں پروشیا کے شاہی سفارت خانے کے اتاشی Busch نے پروفیسر Bockhaus کو لکھا "میں گزشتہ موسم خزاں میں ایک اطالوی شخص سے ملا تھا جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس کے پاس حضور پاک ﷺ کا ایک اصل خط موجود ہے جو اس نے گزشتہ موسم سرما میں دمشق سے خریدا تھا۔ نیز یہ کہ اس کے پاس کوفی خط میں تحریر کردہ قرآن پاک کے چند ایک مسودے (آیات) بھی ہیں۔ وہ مزید کہتا ہے کہ وہ دمشق ایک مسلمان کا بھیس بدل کر گیا تھا۔ اس نے مجھے مذکورہ ٹکڑے دکھائے ہیں جو کہ اس خط کی عبارت کی طرح گہرے بھورے رنگ کے چمڑے کی جھلی پر تحریر کردہ ہیں۔ اس کے ساتھ جو فوٹو گرافس ہیں وہ دراصل چربہ اور عکسی تصاویر ہیں جو اصل خط سے خاصی حد تک مختلف ہیں۔ قدرے زیادہ روشن نمایاں اور صاف ہونے کے باعث مشکوک و مشتبہ بھی ہیں۔ خصوصاً نامہ مبارک پر مہر مشکوک ہے۔ اس کے گہرے مشاہدے اور عمیق مطالعے کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ اصل خط کی مہر کو میں پہچان سکتا ہوں جس پر وہی عکسی نشانات تھے جو اس تصویر میں تھے میں اس فریب نظر پر حیران رہ گیا کہ آپ جو کچھ پڑھنے کی توقع کر رہے ہوں اسے جانتے بھی ہوں۔ ترکی حکومت کو اس خط کی فروخت کی کوششیں فطری طور پر ناکام ہو گئیں۔ حالانکہ اس کی قیمت خاصی بھاری لگائی گئی تھی باوجودیکہ اس میں مذہبی لوگوں نے بھی خاص دلچسپی کا مظاہرہ کیا پھر بھی بات نہ بن سکی۔"

---

۱۴۷) گرامی نامہ نبوی ﷺ ۱۴ "منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام خط" سے متعلق مقالہ

ایڈیٹر کا نوٹ: اگرچہ اس معاملے سے سارے مشرق میں ایک سنسنی سی پھیل گئی ہے جب کہ اسے ہنوز ساری دنیا میں "دھوکہ یا جعل سازی" قرار نہیں دیا جارہا۔ ہم ذیل میں اس خط کی لیتھو پرنٹ کا عکس شائع کر رہے ہیں جس کے مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد کسی بھی ماہر کو اس نام نہاد دریافت کی عدم شقاہت و غیر حقانیت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا۔ مجھے اجازت دیں کہ میں ذیل میں ان الفاظ کا اعادہ کروں جو میں نے مذکورہ پروفیسر کو تحریر کیے اور ساتھ ہی مذکورہ فوٹو گراف بھی ارسال کیا۔

"یہ قیمتی دستاویز میں آپ کو واپس ارسال کر رہا ہوں۔ اگر وہ اطالوی شخص جس نے جعل سازی کی ہے اور من گھڑت افسانہ کھڑا کیا نیز مسلم دانش وروں کو احمق بنانے کی کوشش کی اور ترکی وزیر تعلیم کی کمال آفندی جیسے لوگوں تک کو پھانس لیا تو حقیقتاً وہ انتہائی خوش بخت شخص ہے جس نے دراصل یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ آیا وہ مرغی جو سونے کا انڈا دیتی ہے ہنوز زندہ ہے یا نہیں؟ کہ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک کو جو مصر کے گورنر (جو یونانی النسل تھا) کے نام تھا فروخت کرنے کی کوشش کی حالانکہ Barthelemy پہلے ہی اس خط کو دریافت کر چکے ہیں اور اب یہ صاحب اس کوشش میں ہیں کہ مذکورہ خط جو بحرین کے گورنر منذر ابن ساویٰ کے نام حضور پاک ﷺ نے تحریر کرایا تھا، فروخت کریں تاکہ مسلمانوں میں مقبول ہو جائیں۔ (ابن ہشام، ص ۹۴۵) چونکہ مذکورہ مکتوب کی عبارت یعنی متن کہیں بھی دستیاب نہیں ہے لہٰذا مذکورہ اطالوی شخص کو کسی بھی جانب سے کسی قسم کی تردید کا چنداں خوف لاحق نہ تھا (اگر یہ جعل سازی اس نے خود کی تھی) لیکن یہ شخص بڑے دانشمندانہ انداز میں پہلے لفظ (آغاز) پر رک گیا اور یہ لفظ بڑے عجیب انداز میں محفوظ رہا اور صاف پڑھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح لفظ اللہ اور محمد (ﷺ) بھی اس کی اور زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہا ہے۔ کیمرہ تکنیک اور عکسی ہنر مندی یہاں بے کار ثابت ہو چکی ہیں۔ اب عربی متن کی تین سطریں جو پڑھی جا سکتی ہیں ان کے تراجم حسب ذیل ہیں، دیکھیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے المنذر بن ساویٰ کے نام

"تم پر سلامتی ہو اَمابعد! تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں
جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ
سوائے اللہ کے کوئی رب نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس
کے بندے اور رسول ہیں۔ میں مزید یہ کہتا ہوں کہ......"

"ہمارے اندر اس مکتوب کی خرید کی خواہش پیدا کرنے کے لئے مذکورہ چند لائنیں ہی کافی ہیں اور کسی بھی عاقل شخص کو اس سے زائد کی ضرورت بھی نہیں ہو سکتی۔ مکتوب کا بقیہ حصہ خصوصاً ان لوگوں کے کام کا ہے جو "کچھ نہیں" سے "بہت کچھ" بنانے کا ہنر جانتے ہیں تاکہ اسلام خالی ہاتھ نہ چلا جائے وہ خط کے متن سے یہ الفاظ (مشروط طور پر) لے لیتا ہے "مسلمانوں کے لئے جب وہ اسلام قبول کر لیں"۔

"لیکن اتنے محتاط انداز میں آغاز کے ساتھ حضور پاک ﷺ کا کاتب (شاید بد قسمتی سے) چند مرتبہ المنذر کے لفظ کو ترکی طرز پر (بجائے "ذ" کے تلفظ کت "ز" کے تلفظ کے ساتھ لکھتا ہے مثلاً لفظ "غیرہ" میں حرف "ا" کی آواز ایک کے بجائے دو مرتبہ آئی ہے اسی طرح غالبًا نقاط کی غلطی؟ کے باعث لفظ "اشھد" (میں تصدیق کرتا ہوں یا شہادت دیتا ہوں) حرف "اشعد" لکھا گیا ہے جو میرے لیے حیرانی و تجسس کی بات ہے۔ "فعما" میں آواز حلق سے نکالی جائے تو درست لفظ ادا ہوتا ہے یہاں بھی "a" کی آواز کو صحیح استعمال نہیں کیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ اتنا ہی آپ کے لئے کافی ہے"

یہ "تیکھی اور تند و تیز تنقید" درج ذیل تین نکات میں سمیٹی جا سکتی ہے جو در اصل اعتراضات ہی ہیں:

ا۔ ذرائع المنذر کے نام اس خط کو حضور پاک ﷺ سے منسوب تو کرتے ہیں لیکن اس کے متن اور عبارت کا چنداں کوئی ذکر نہیں کرتے۔

۲۔ موجودہ دستاویز کے آغاز میں خط کے بھیجنے والے اور وصول کنندہ (کاتب ومکتوب الیہ) کے نام تو پڑھے جاسکتے ہیں لیکن خط کے بقیہ حصے میں سوائے عربی خطاطی کے چند ایک نشانات کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

۳۔ عربی خط کی اس جعلی دستاویز کے نچلے حصے میں چند ایک الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں لیکن ان کی حروف (ہجے) بالکل غلط ہیں جس کی توقع ایک عربی وثیقہ نویس (سکرٹری) سے قطعاً نہیں کی جاسکتی۔

در اصل پہلا اعتراض تحقیق میں کمی یا کوتاہی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ خوش قسمتی سے مذکورہ صدر دستاویز کا متن (عبارت) چند ایک قابل اعتماد تاریخ دانوں کے ہاں دستیاب ہے۔ مثلاً قسطلانی، ابن طولون، قلقشندی، ابن القیم وغیرہ۔ اگر فاضل مستشرق Fleischer اس خط کے متن کو نہیں جانتے تو بھلا اس اطالوی نامہ فروش کو عبارت کا کیا خاک علم ہوگا جو وہ جعل سازی کا ارتکاب کرتا۔

جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ محض ذرا سی کوشش محنت اور تگ ودو سے ہر چیز پڑھی جاسکتی تھی اور وہ غلطیاں جو ڈاکٹر Busch نے اس کے چربے کی تیاری میں کیں وہ بھی نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی تھیں۔ ہمیں علم نہیں کہ کیا وجہ تھی کہ انہوں نے براہ راست اصل خط کی فوٹو کیوں نہ بنوائی اور چربے سے تصویر یا عکس بندی کیوں کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ صدیاں بیت جانے کے بعد اس خط کی جگہ جگہ سے روشنائی اڑ چکی ہے اور چربہ ساز نے غیر واضح الفاظ کو روشن اور نمایاں کرنے کی کوشش میں غلطیاں کی ہیں۔ بہر حال ہمارے قدیم مصنفین ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کی بدولت ہمیں مذکورہ خط کا اصل متن اور عبارت دستیاب ہے جو کسی بھی وقت دیکھی جاسکتی ہے۔

تیسرا اعتراض در اصل دوسرے اعتراض ہی کا بدیہی نتیجہ ہے۔ مسٹر Fleischer نے اغلاط کی چار مثالیں پیش کی ہیں۔

(الف) منذر کا نام بجائے "ذ" کے "ز" سے لکھا گیا ہے یہ غالباً چربہ سازی میں کی گئی غلطی ہے فوٹو گراف میں یہ لفظ دوسری لائن کے شروع میں آیا ہے۔ لیکن خط میں دوسری جگہ ذ (عربی ذ) کے استعمال کا موازنہ کیا جائے (یعنی تیسری لائن کا دوسرا لفظ) تو ہم یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ کاتب (سیکرٹری) نے ان دو الفاظ میں باریک فرق کو کس طرح واضح کیا ہے۔ بمشکل ہی اس نے اس سطر کو ایک ملی میٹر کھینچا ہے ممکن ہے یہاں روشنائی مٹائی گئی ہو۔ یہ چربہ سازی کی غلطی تو ہو سکتی ہے لیکن کاتب کی ہرگز نہیں۔

(ب) "غیرہ" کے لفظ میں "ا" کی آواز کے بجائے ایک کے دو مرتبہ استعمال درست ہے (تیسری سطر کا پانچواں لفظ) اور جدید ہجوں کے مطابق یہ غلطی تسلیم کی جاتی ہے لیکن اس سے اس خط کی قدامت ظاہر ہوتی ہے۔ کوئی اس دور کا جعل ساز ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ یہ غلطی در اصل مذکورہ دستاویز کا حضور پاک ﷺ کے دور اقدس کا ہم عصر ہونے کا ایک ثبوت بھی ہے کہ اس دور میں ان الفاظ کے یہ ہجے مروج تھے۔ اس کا ثبوت قرآن کی (۵۱:۴۷) آیت سے بھی ملتا ہے۔ دوسرا ثبوت حضور پاک ﷺ کے اس نامہ مبارک سے بھی جو نجاشی کے نام لکھا گیا تھا۔ جس کا گزشتہ ابواب میں ذکر آچکا ہے۔ یہ غلطی نہیں بلکہ الفاظ کا قدیم انداز کا استعمال ہے جو کچھ عرصہ مروج رہا اس کی تصدیق پہاڑوں پر کی گئی کندہ کاری سے بھی ہو چکی ہے۔ تاہم بعض جگہ ایک ہی حرف بھی استعمال ہوا ہے اور مشدد لفظ ترک کیا گیا

(القرآن ۲۱:۸۸ جہاں لفظ نُنجی کو نجی لکھا جاتا ہے)

(ج) جہاں تک تیسری صورت کا تعلق ہے جہاں "a" سے ملتا جلتا ایک چھوٹا سا "ع۔ عین" ہے (تلفظ کی آواز حلق سے نکالی جائے) نہ کہ "ہ" یہ Fleischer کی رائے ہے لیکن غالباً یہاں وہ غلطی پر ہیں۔ یہی لفظ مذکورہ خط میں چھ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ، بلا استثنائی، یہ تصویری نشان "ہ" کی نمائندگی کر رہا ہے یہاں التزاماً اس امر کی نشاندہی کی جاتی ہے کہ یہ نشان جو صرف "ہ" کی نمائندگی کرتا ہے حضور پاک ﷺ کے چار دیگر

مکتوبات مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے جو آپ ﷺ نے نجاشی مقوقس، کسریٰ(خسرو پرویز) اور ھرقل کو تحریر فرمائے تھے۔ (ہماری اس کتاب میں انہیں پہلے ہی زیر بحث لایا جاچکا ہے)

(د) Fleischer کے مطابق یہ "V" کا نشان ہے جو "a" کی آواز (حلق سے نکالی جائے) کا نمائندہ ہے۔ لیکن یہاں وہ کہتا ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی چوکور ہے جو "a" کی آواز والے لفظ کی نمائندگی کر رہی ہے لیکن اگر ایسا ہے تو آگے چل کر دو چوکوریں نظر آتی ہیں چنانچہ انہیں ہم "فا" "عا" اور "آ" پڑھیں گے۔ بجائے "فا۔ عما" کے یعنی ایک حالت میں اسے "ع" اور دوسری میں "م" کے لیے۔ حقیقتاً پہلی چوکور آخری رکن تہجی اپنے ما قبل کے لفظ کا حصہ ہے اور اس طرح Fleischer کو مغالطہ ہوا ہے وہ لفظ "رسولک" اور اس کا تلفظ "لہ" ہے۔

مختصراً یہ کہ Fleischer کے مذکورہ دستاویز کی جعل سازی کے حق میں پیش کردہ دلائل نا قابل یقین ہیں۔ چونکہ خود ہم نے تو یہ دستاویز دیکھی ہی نہیں ہے چنانچہ اس کے متعلق ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ زیڈ۔ ڈی۔ ایم۔ جی کی فراہم کردہ تفصیلات کے پیش نظر اس دستاویز کے جعلی کی بجائے اصلی و ثقہ ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔ ممکن ہے کہ اس دستاویز پر کسی جگہ مزید مطالعہ و تحقیق ہو رہی ہو لیکن اس کا ہمیں علم نہیں۔

ہمیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ ترکی حکومت کے اس خط کو اطالوی شخص سے خریدنے کے انکار کے بعد کیا واقعات ہوئے؟ لیکن ۱۹۱۷ء میں خواجہ کمال الدین نے اپنے ایک مضمون میں یہ اعلان کیا کہ انہیں مذکورہ دستاویز کی صلاح الدین کے خاندان میں زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ یہ دستاویز ۱۹۳۲ء تک 'قوتلی' خاندان کی تحویل میں رہی میں نے خود یہ دستاویز نہیں دیکھی تاہم میں وہ کچھ بیان کر سکتا ہوں جو مجھے بتایا گیا ہے۔ یہ ۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے کہ میرے ایک دوست Reich نے دمشق سے مجھے ایک خط لکھا اور تصدیق کی کہ مذکورہ بات سچ ہے بلکہ انہوں نے مجھے اس کی ایک تصویر بھی ارسال کی۔

یہ تصویر ہو بہو اس تصویر کے مشابہ تھی جو زیڈ۔ ڈی۔ ایم۔ جی میں شائع ہو چکی تھی۔ لیکن ایک خاص بات یہ تھی کہ لائنوں کے درمیان جدید خط میں کچھ عبارت درج کی گئی تھی۔

۱۹۵۶ء میں مسٹر صلاح الدین المنجد نے بذریعہ خط تصدیق کی کہ مذکورہ دستاویز "قوتلی" خاندان کی تحویل میں ہنوز موجود ہے اور مزید یہ کہ اس کے خاندان کو اطالوی شخص سے منسوب کسی کہانی کا کوئی علم نہیں "[۱۴۸]۔

---

[۱۴۸]) حمید اللہ: پیغمبر اسلام،، ص ۳۸۸ ۳۹۳

۸۔ کسریٰ کے نام آنحضور ﷺ کا اصل خط[۱۴۹]

نامہ مبارک کی دریافت

حضور پاک ﷺ کی تحریروں کی ایک حالیہ دریافت کا تعلق اس خط سے ہے جو آپ ﷺ نے ایرانی شہنشاہ کسریٰ کے نام لکھوایا تھا۔ یہاں اس وقت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ مئی ۱۹۶۳ء کے دوسرے ہفتے کا واقعہ ہے کہ میں اس وقت استنبول میں تھا جب پریس نیوز ایجنسیوں نے اپنے اخبارات کو ایک خبر جاری کی کہ H.Pharaon (لبنان کے سابقہ وزیر خارجہ) کے پاس ان کے مجموعہ کتب (ذخیرہ) میں حضور پاک ﷺ کا وہ نامہ مبارک بھی موجود ہے جو آپ ﷺ نے کسریٰ کے شہنشاہ کے نام لکھوایا تھا۔ اس خبر کو بیروت کے ایک اخبار "المسائ" نے بھی شائع کیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ اخبار کا غیر دانش مندانہ اقدام تھا۔ مذکورہ خط میں کسریٰ کو قبول اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ اس دریافت سے قبل نیشنل لائبریری آف پیرس کو ایک خط ملا جو مذکورہ خط کا فوٹو گراف تھا اور اس پر رائے طلب کی گئی تھی۔

یہ ایک فطری بات تھی کہ تمام دنیا سے لوگ اس معاملے میں دلچسپی لینے لگے اور اسی طرح ترکی میں بھی جہاں اخبارات نے مذکورہ دستاویز سے متعلق چند ایک تفصیل بھی شائع ہوئی۔ از آں بعد بیروت کے اخبار "الحیات" مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء بمطابق ۲۷ ذالحجہ ۱۳۸۲ھ نمبر ۵۲۴۲ ص نمبر ۱۱ اور ۷ نے صرف خط سے متعلق تفصیلات شائع کیں بلکہ ایک تین کالمی تصویر بھی شائع کی۔ یہ مضمون معروف دانشور ڈاکٹر صلاح الدین

---

[۱۴۹]) گرامی نامہ نبوی ﷺ نمبر ۱۳ کسریٰ پرویز شاہ فارس کے نام خط سے متعلق مقالہ:

حمید اللہ: پیغمبر اسلام: ص ۳۷۰۔۳۷۸/ Hamidullah: Le Prophet de L' Islam: Paragraphs No. ۶۱۴-۶۲۷

المنجد کا تحریر کردہ تھا اور مضمون کا عنوان تھا" پیغمبر محمد ابن عبداللہ ﷺ کا خط شاہ ایران پرویز کے نام"۔

اس سلسلہ میں لکھاری نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس خط کا تکنیکی مطالعہ کریں گے اور عہد قدیم کے جغرافیائی خدوخال کے علم کی روشنی میں اس کا جائزہ لیں گے۔ (لیکن ان کی ایک حالیہ شائع شدہ کتاب میں مذکورہ دستاویز کا موعود جائزہ شامل نہیں ہے۔)

میرے لیے یہ بیان کرنا انتہائی خوشی کی بات ہے کہ جب میں ۱۹۶۴ء میں بیردت گیا تو H.Pharaon نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور مذکورہ قیمتی دستاویز کے معائنہ کا بھی موقع فراہم کیا بلکہ انہوں کمال مہربانی سے مجھے ۳۰x۴۰ سنٹی میٹر سائز کے دو فوٹو گراف بھی عنایت فرمائے۔ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی کہ میں اس سلسلہ میں اپنے مطالعے اور تحقیق کو آگے بڑھاؤں۔ یہ تصویریں جب روم میں شائع ہوئیں تب موصوف نے انہیں لبنان کے ایک اخبار میں بھی شائع کرایا۔ دراصل میرے لیے یہ بڑی عزت افزائی اور توقیر کا مقام تھا جس سے بے انتہا متاثر ہوا۔

دستاویز کا سفر

ساڑھے تیرہ صدیاں بیت جانے کے باوجود ہنوز اس خط کی حقیقت کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے مدینہ سے مدائن تک کا سفر کیسے طے کیا۔ لیکن جہاں تک مذکورہ صدر خط کا تعلق ہے (الحیات اخبار کے مطابق) تو جنگ عظیم اول کے اختتام کے وقت اس خط کے حقیقی مالک کے والد نے اسے ۱۵۰ (ترکی) پاؤنڈ آف گولڈ کے عوض خریدا تھا یا تو وہ اس کی اصل قیمت نہیں جانتا تھا یا کسی راز کا افشاء نہیں چاہتا تھا جو اس قیمتی دستاویز سے متعلق مسلمانوں کے دلوں میں تھا جو اسے بہت عزیز رکھتے تھے۔ یہ خط اس نے دمشق سے خریدا تھا اور خود ایک عیسائی تھا۔ تاہم اس کے قانونی وارث اور بیٹے H.Pharaon کے ذہن میں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہ تھا۔ ۱۹۶۲ء میں موصوف نے یہ خط ڈاکٹر منجد کے

حوالے کر دیا تاکہ وہ عبارت پڑھنے کی کوشش کریں جو اس قدیم مسودے میں استعمال کی گئی تھی۔

ڈاکٹر منجد کے مطابق یہ دستاویز ایک "رق" (چمڑے کا پارچہ جھلی) ہے جسے ایک فریم میں رکھا گیا ہے جو ایک سبز کپڑے میں لپٹا ہوا ہے جس کا رنگ اڑ چکا ہے اور یہ خاصا بوسیدہ ہے۔ یہ فریم (گھر) چونکہ شیشے کا ہے اس کے اندر رکھا ہوا چمڑے کا نامہ مبارکہ اس سے چمٹ گیا ہے۔

ڈاکٹر مُنجد کا اپنا بیان کچھ اس طرح ہے:

(الف) یہ چمڑے کا ٹکڑا پُرانا ہے اور نرم پڑ چکا ہے اس کا رنگ سیاہ اور بھورا ہے اس کے حاشیے کالے پڑ چکے ہیں اس کی لمبائی ۲۸ سنٹی میٹر اور چوڑائی ساڑھے ۲۱ سنٹی میٹر ہے۔

(ب) اس کی شکل مستطیل نما ہے جس کا بالائی حصہ زیریں حصے سے چھوٹا ہے...

(ج) خط ۱۵ سطروں پر مشتمل ہے جن کے درمیان تحریر کے مطابق ڈیڑھ سنٹی میٹر سے ساڑھے اکیس سینٹی میٹر کا فاصلہ ہے۔

(د) خط کے اختتام پر ایک تین سنٹی میٹر قطر کی مہر ہے جو گول ہے۔

(ر) اس کی تحریر پر پانی کے بہاؤ کی نشانات ہیں جو اوپر کی سمت سے نیچے کی جانب جا رہے ہیں۔ جس کے باعث چند حروف اور الفاظ مٹ چکے ہیں۔ جگہ جگہ روشنائی ہلکی پڑ گئی ہے بلکہ مہر کا مضمون بالکل غائب ہو چکا ہے ماسوائے ایک حرف "ر" کے جو انتہائی دائیں جانب مہر کے درمیان میں ہے غالباً 'ر' کا حرف "رسول" کے لفظ سے تعلق رکھتا ہے جس کا یہ ابتدائی حرف ہے۔

(س) یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اس خط کو پھاڑنے کی کوشش کی گئی تھی جس کی چیر افقاً لائن نمبر تین سے شروع ہو کر خط کے درمیان تک پہنچتی ہے اور انگریزی حرف "L" کی الٹی شکل بناتی ہوئی نیچے تک جاتی ہے۔

(ط) اس پھٹے ہوئی خط کی سلائی اور مرمت کی کوشش کی گئی ہے جس میں ایک باریک دھاگہ استعمال کیا گیا ہے یہ دھاگہ چمڑے کی کھال [150] سے تیار کردہ معلوم ہوتا ہے جو چمڑے کے اس ٹکڑے سے قدرے مختلف ہے جس پر یہ خط تحریر شدہ ہے۔

(ع) اسلامی دور کی قدیم ترین طرز تحریر جو ہمیں دستیاب ہے وہ ۲۴ھ سے تعلق رکھتی ہے اور وہ نمونہ اس لکھائی میں دیکھا جاسکتا ہے جو سلع پہاڑ کے گرینائٹ پر موجود ہے جہاں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت علی علیہ السلام کے اسماء گرامی ہیں۔ یہ پہاڑ مدینہ میں ہے۔

مذکورہ وہ معلومات ہیں جو اس دستاویز کے متعلق ڈاکٹر منجد نے فراہم کی ہیں۔ گذشتہ اوراق میں ہم مذکورہ دستاویز کے متن اور ان کے حالات کا ذکر کر چکے ہیں جن میں یہ خط ارسال کیا گیا تھا۔ تاہم یہاں صرف اصل خط کی عبارت تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھیں گے۔

ذیل میں ہم اصل خط کا متن پیش کر رہے ہیں جیسا کہ اسے ہم نے پڑھنے کی کوشش کی ہے ازاں بعد ان چند اختلافات کا ذکر کیا جائے گا جو مختلف تاریخ دانوں نے اس بارے میں محسوس کیے ہیں۔ ہم تمام سطروں کی نمبر شماری کر رہے ہیں اور نقطوں کا اضافہ بھی کر رہے ہیں تاکہ ان کو پڑھنے اور اس کا بغور مطالعہ کرنے میں آسانی ہو۔

[150] بظاہر یہاں ڈاکٹر حمید اللہ کی فنی معلومات کم تھیں۔ کیونکہ بقول والد علام مدظلہ العالی: دھاگہ کھال سے نہیں بلکہ انتوں سے بنایا جاتا ہے

(اب آپ اصل خط دیکھیے)

۱- بسم الله الرحمن

۲- لرحيم من محمدعبدالله و

۳- رسوله الی كسرى عظيم فا

٤- رسد سلام على من اتبع الهد

٥- ی و آمن بالله و رسوله و

٦- شهد أن(لا)اله والا الله و

۷- حدہ لاشریک له وأن محمد

۸- عبده ورسوله أدعوک

۹- بدعاية الله فانني أنارسو

۱۰- ل الله الى الناس كافة

۱۱- لانذر من كان حيا و يحق

۱۲- القول على الكافرين

۱۳- أسلم تسلم فان أبيته فا

١٤- نما عليک اثم المجو

۱۵- س

الله

رسول

محمد

سابقہ باب میں اس خط کا ترجمہ پیش کر دیا تھا۔ یہاں اس فرق میں اختلاف کا ذکر کیا جائے گا جو مختلف تاریخ دانوں نے اس میں پائے ہیں گویا کہ یہ زیادہ اہم نہیں ہیں تاہم ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سطر ۱۔۲ میں "اللہ کے نام سے" کا محاورہ یا ترتیب الفاظ طبری، حلبی اور یعقوبی

نے ہی استعمال کی ہے۔ سطر نمبر ۲۔۳ میں تمام تاریخ دان "محمد ﷺ پیغمبر خدا" کے الفاظ سوائے ابو نعیم کے سب نے ہی استعمال کیے ہیں۔ ابو نعیم نے "محمد پیغمبر خدا" غیر یہودی ردول" استعمال کیا جبکہ اصل مکتوب میں "محمد عبداللہ، پیغمبر خدا" کے الفاظ ملتے ہیں۔

سطر نمبر ۳: صرف عسکری ہی "خسرو پرویز" کے نام کا ذکر کرتا ہے جب کہ اصل خط میں یہ نام تحریر نہیں کیا گیا۔ (کسریٰ کا پورا نام خسرو پرویز اردو زبان میں مروج ہے)۔

سطر نمبر ۹: یہاں متن میں "میں تمہیں بلاتا ہوں" جب کہ ذرائع کے مطابق "اور میں تمہیں بلاتا ہوں" ہے اسی طرح جیسا کہ حلبی بیان کرتا ہے "بدعایہ" اور بعض جگہ "بدعا" ہے دونوں اصطلاحات کا مفہوم "کی پکار سے ساتھ" ہی ہے۔

سطر نمبر ۱۳: یہاں "قبول کرو" جب کہ ذرائع کے مطابق "اور قبول کرو" یا "پس قبول کرو" ملتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ خط مذکور میں "اگر تم اس کا انکار کرتے ہو" ہے جب کہ ذرائع کے مطابق "اگر تم انکار کرتے ہو" ہے سوائے قلقسندی کے جو کہتا ہے "اگر تم رو گردانی کرتے ہو"۔

سطر نمبر ۱۳۔۱۴: خط میں "تب مزید کچھ نہیں تو مجوسیوں کے گناہ تم پر ہوں گے" جب کہ طبری صرف ایک ہی فقرے میں کہتا ہے "تب اور کچھ نہیں مجوسیوں کے گناہ تیرے سر ہوں گے" اور یعقوبی اسے یوں کہتا ہے "تب یقیناً تیرے سر مجوسیوں کے گناہ ہوں گے"۔

یہ چھوٹے موٹے اختلاف (فرق) ایسے ہیں جن سے عبارت کے مفہوم میں چنداں فرق نہیں پڑتا اور اس کی تفہیم بہ آسانی ممکن ہے اس سے یہ حقیقت صاف عیاں ہوتی ہے کہ قدماء کے نزدیک بھی عبارت اور سیاق و سباق کی نسبت مفہوم کی وضاحت پر زور دیا جاتا تھا۔

جہاں تک مہر کا تعلق ہے تو ڈاکٹر منُجد کے مطابق اس کی دوسری سطر میں حرف "ر" کے علاوہ کوئی حرف نظر نہیں آتا ہے۔ تاہم فوٹو گراف سے اس سلسلہ میں خاصی مدد ملی ہے جو کہ خط کے مالک نے فراہم کی تھیں جس کی دوسری سطر کی عبارت قابل فہم بن گئی ہے یعنی "رسول" کا لفظ پڑھا جا سکتا ہے جس سے مراد "پیغمبر" تاہم مہر کے مکمل متن کی تصدیق تو قریب قریب ہر تاریخ دان نے کی ہے لیکن یہ بات یا تو متن کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے یا اس طور ظاہر کی گئی گویا یہ اسلامی عقیدے کا خاصہ ہے۔

یہاں تک تو صورت حال بالکل ٹھیک ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ دستاویز ثقہ اور اصل ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہو؟ آیئے سب سے پہلے ہم اس کا جائزہ عہدِ قدیم کے جغرفیائی خدوخال کے علم کی روشنی میں لیتے ہیں اور اسی نقطہ نظر سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ حضور پاک ﷺ کے اصل نامہ مبارک میں نقاط کا استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ جیسا کہ آج کل رواج ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا عمومی استعمال حضور پاک ﷺ کے دور مبارک کے خاصہ عرصہ بعد شروع ہوا اور اس مکتوب کی قدامت کا ایک ثقہ ثبوت یہ بھی ہے۔ تاہم چند ایک دیگر خصوصیات ایسی ہیں جو بغور مشاہدہ اور مطالعہ کا تقاضا کرتی ہیں۔

(الف) حضور پاک ﷺ کے وثیقہ نویس یا نامہ مبارک کے کاتب نے الفاظ کے آخر میں مکمل حروف استعمال کرنے کی بجائے ان کی مختصر شکل درج کی ہے مثلاً سطر نمبر ۳۔۴ میں لفظ "فارس" کی جگہ محض "فارس" سطر نمبر ۱۰ میں "الناس" کی جگہ محض "الناس" سطر نمبر ۱۲ میں "الکافرین" کی جگہ "الکافرین" اور سطر نمبر ۱۴۔۱۵ میں "المجوس" کی جگہ محض "المجوس" استعمال کیے گیے ہیں۔

(ب) حضور پاک ﷺ کے تمام نامہ ہائے مبارک میں "ھ" کو لاتینی حرف "T" کی مانند لکھا گیا بجائے دوچشمی "ھ" کے مثلاً سطر نمبر ۴۔۵ میں لفظ "الھدی" اور سطر

نمبر ۶ میں "شهد" یقیناً اس طرح کی عبارت بعد کے ادوار میں دستیاب ہیں تاہم میرا عرض کرنے کا مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ حرف ہائے کی (V یا T) کی صورت میں موجودگی حضور پاک ﷺ کے جملہ مکتوبات میں دیکھی جاسکتی ہے اور وہ خطوط آج ہمارے پاس موجود ہیں۔ مثلاً (۱) مقوقس کے نام خط میں سطر نمبر ۳ میں لفظ "الهدی" (۲) مقوقس کے نام خط میں سطر نمبر ۱۱ میں (غیر واضح) لفظ "اشهدوا" (۳) منذر کے نام خط میں سطر نمبر ۳ میں لفظ "اشهد" (۴) منذر کے نام خط میں سطر نمبر ۶ کے دو الفاظ "امرهم" اور "لهم" (۵) منذر کے نام خط میں سطر نمبر ۸ ویں سطر میں لفظ "اهل" (۶) میں سطر نمبر ۹ میں لفظ "مهنم" جو سہواً "منهم" کی بجائے لکھا گیا اور دوسرا لفظ "مهما" (۷) نجاشی کے نام خط میں سطر نمبر ۴ میں لفظ "الهدی" (۸) اور اسی طرح اسی خط میں سطر نمبر ۶ میں "المهیمن" (۹) نجاشی کے خط کی سطر نمبر ۷ میں لفظ "اشهد" (۱۰) اور آخری خط جو نجاشی کے نام لکھا گیا اس کی سطر نمبر ۱۷ پر لفظ "الهدی" لکھے گیے ہیں یہاں ضمناً یہ بات ذہن نشین رہے کہ غالباً وثیقہ نویس یا مذکورہ خطوط کے کاتبین مختلف تھے۔ اور یہ تمام خطوط کم و بیش ایک ہی دن تحریر کیے گیے تھے کیونکہ حضور پاک ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لے جانے کے لیے تیار تھے اور خیبر کی مہم روانہ ہونے والی تھی۔ جس کی آپ ﷺ خود قیادت فرمارہے تھے۔ بدیں وجہ آپ ﷺ ذرا عجلت میں تھے اس لیے آپ ﷺ نے پانچ مختلف کاتبین سے خطوط لکھوائے تاکہ کام جلد ختم ہو جاسکے۔

(ج) خطوط میں استعمال ہونے والے الفاظ کے آخر میں "ه" یعنی "عبده" اور "وحده" کے الفاظ استعمال کیے گئے تو انہیں ذرا کشیدہ کیا گیا یعنی ان کی شکل "عبده" اور "وحده" بن گئی۔

(د) نامہ مبارک کی ۱۳ویں سطر میں "ف" کا حرف دو مرتبہ استعمال ہوا ہے اور اسی طرح بنایا گیا گویا دانستہ طور پر بعدازاں اس کی نوک پلک درست کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ہی کاتب کی کارروائی نظر نہیں آتی۔ جس نے اصلاً اسے تحریر کیا تھا اس سلسلہ میں لفظ "فان" اور "فانما" قابل غور ہیں۔ یہی صورت حال سطر نمبر ۱۰ میں لکھے گئے لفظ "کافۃ" کی ہے۔ کیا مابعد کے کسی دور میں ان الفاظ کی نوک پلک دوبارہ درست کی گئی تاکہ روشنائی میں تازگی پیدا کی جاسکے جو قبل ازیں پانی پڑ جانے کے باعث مدھم اور غیر واضح ہو چکی تھی۔ تاہم خط کے معائنے اور گہرے مشاہدے سے مجھ پر فوری طور یہ تاثر محکم نہیں ہوا لیکن میرے پاس اس نوعیت کی چھان پھٹک کے لیے تکنیکی ذرائع دستیاب نہیں ہیں۔ تاہم مجھے یہ علم نہیں ہے کہ آیا نیشنل لائبریری آف پیرس نے اس دستاویز کی چھان پھٹک انفراریڈ یا الٹراوائلٹ ریڈی ایشن کے ذریعے کی ہے یا نہیں تاکہ اس خط کی قدامت کا تعین کیا جاسکے اور اس کی عمر کا اندازہ ہو پائے۔

نتائج تحقیقات

یہ چونکہ ماہرین کا کام ہے میں ان پر چھوڑتا ہوں اور یہ میرا کام نہیں۔

بہت ممکن ہے کہ آئندہ اس قیمتی دستاویز سے متعلق مزید حقائق سامنے آئیں کہ اس مکتوب کو صدیوں تک کن لوگوں نے سنبھالے رکھا اور اس کہانی کے کردار کون کون سے ہیں۔ تاہم اس دستاویز سے متعلق جو حقائق سامنے آئے ہیں اور جو معلومات ہمیں حاصل ہو سکی ہیں خواہ اسے چاک کرنے یا پھاڑنے سے متعلق ہیں یا ان کا تعلق مہر سے ہے، اس کی تحریر سے ہے یا زبان سے نیز قدیم مصنفین کی تحریروں سے مذکورہ مکتوب کی تحریر کے موازنے کا جہاں تک تعلق ہے تو ہم اس دستاویز کو ثقہ اور اصلی سمجھتے ہیں۔

یہ بات بھی اپنی جگہ حق و سچ ہے کہ یہاں تک پہنچنے کی راہ میں بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں تھیں اور ہماری تحقیقات اور چھان پھٹک کو کئی اہم مراحل سے گزرنا پڑا، ایک رکاوٹ ان خطوط کی عجیب وغریب بناوٹ بھی تھی جس کا ہم نے گذشتہ اوراق میں بھی ذکر کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ پانچ اصلی خطوط میں سے تین دمشق سے دریافت ہوئے ہیں:

زیر بحث آخری خط دمشق ہی سے خریدا گیا تھا یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ مذکورہ مکتوب الیہ کے نام تحریر کردہ ایک اور مراسلہ دمشق کے قوتلی خاندان کے پاس ہے۔ تاہم اس خط کی فوٹو گراف کو مجھے مرحوم Reich یا Rice نے ارسال کی تھی۔ اس کے مشاہدے اور بغور مطالعے یہ صاف عیاں ہوتا ہے کہ بین السطور جدید خط میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔ ایسا کس نے اور کیوں کیا، تاحال یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ یہی معاملہ نجاشی کے نام تحریر کردہ خط کے ساتھ بھی ہے جو خاصا پیچیدہ اور پریشان کن ہے۔

تاہم اس تبدیلی کا جدید ہونا ممکن نہیں ہے جب کہ المنذر کے نام تحریر کردہ خط کو Fleischer جیسا عظیم دانشور بھی پڑھنے سے قاصر ہے۔ ان کے مطابق مذکورہ مکتوب کسی اور جگہ بھی محفوظ نہیں کیا گیا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ نسبتاً کم تر اہلیت اور قابلیت کا حامل کوئی جعلساز اس خط کا متن حاصل کر لے اور اس میں قدیم طرز کی نقل کرتے ہوئے ردوبدل یا جعل سازی کا ارتکاب کرے۔

پہلا ردعمل یا تاثر جو اس خط کے معائنے اور مشاہدے سے کسی سکالر یا دانشور پر مرتب ہوتا ہے وہ کسی بھی دوسرے محقق سے مختلف ہوتے ہیں، لیکن بہرحال ہمیں مختلف آزادنہ تحقیقات کے مجموعی نتائج کو از سر نو جدوجہد کرنے کے لیے یکجا کرنا ہے ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ ہماری تحریر کردہ یہ چند سطریں دیگر سکالرز کے لیے مہمیز کا کام کریں گے اس طرح وہ مبہم پہلو بھی واضح اور روشن ہو سکیں گے جو تاحال تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ایک نئے اصل مکتوب نبوی ﷺ کی دریافت

نامۂ مبارک نبوی بنام کسریٰ[۱۵۱]

اس کتاب کی اشاعتِ سوم کے بعد علم سیرت النبی کا سب
سے اہم واقعہ یہ ہے کہ مکتوب نبوی ﷺ کسرائے ایران
کی اصل دریافت ہو گئی ہے۔ اس لیے اس کے حالات پر
کتاب میں ایک نئے باب کا بڑھانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دریافت

مئی ۱۹۶۳ء کی دسویں یا اس کے لگ بھگ زمانے میں ساری دنیا کے اچھے اخباروں نے بیروت کی یہ اطلاع شائع کی کہ وہاں کے سابقہ وزیر خارجہ ہنری فرعون کے موروثی ذخیرے میں اصل مکتوب نبوی ﷺ بنام کسریٰ دستیاب ہوا ہے۔

اس سے چند ماہ پہلے اس کا فوٹو راز میں پاریس کے کتب خانۂ عام کو رائے کے لیے بھیجا گیا تھا اور مجھ سے بھی وہاں رائے طلب کی گئی۔

پھر ۱۲ مئی ۱۹۶۳ء (مطابق ۷ ۲ ذالحجہ ۱۳۸۲ھ) کو بیروت کے روزنامہ الحیاۃ میں ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے نامۂ مبارک کا فوٹو بھی چھاپا اور اس پر ایک تحقیقی مضمون بھی شائع کیا۔ چونکہ یہ دریافت انہوں نے کی۔ اس لیے یہاں اس کے ضروری اقتباس درج کیے جاتے ہیں۔ ضمناً یہ اشارہ کرتا چلوں کہ اس کے کوئی دو سال بعد مجھے بیروت

---

[۱۵۱]) گرامی نامہ نبوی ﷺ (۱۴) کسریٰ پرویز شاہ فارس کے نام خط سے متعلق مقالہ:

حمیداللہ: پیغمبر اسلام ﷺ کی سیاسی زندگی ص۲۲۳-۲۳۸؛ Hamidullah:Le Prophet de L' Islam

Paragraphs No.۵۱۷-۵۲۲

جانے کا موقع ملا تو وہاں ہنری فرعون صاحب کی وفورِ عنایت سے اصل کے دیکھنے کا مجھے بھی شرف حاصل ہوا۔ اس لیے کہیں کہیں اپنے مشاہدے کی کیفیت بھی بڑھاتا چلا جاؤں گا۔

صلاح الدین منجد صاحب لکھتے ہیں:

(الف) ہنری فرعون کے والد نے پہلی جنگ کے اختتام پر یہ دستاویز دمشق میں ڈیڑھ سو اشرفی میں خرید کی۔ یا تو خود اسے معلوم نہ تھا۔ یا یہ اس نے اپنے اہل خاندان کو نہ بتایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ بہر حال ہنری فرعون کو ۱۹۶۲ء تک معلوم نہ تھا کہ یہ ایک مکتوبِ نبوی ﷺ ہے۔ نومبر ۱۹۶۲ء کے آخر میں اس نے یہ صلاح الدین منجد کے سپرد کیا کہ اس کو پڑھنے کی کوشش کریں۔

(ب) یہ ایک رق (جھلی) ہے جو ایک سبز کپڑے [۱۵۲] پر جس کا رنگ مرورِ زمانہ سے تبدیل ہو گیا ہے۔ چسپاں اور کپڑا بھی بالیدہ ہو گیا ہے اور یہ سب ایک کانچ کے فریم میں جڑا ہوا ہے۔ مزید برآں:

۱۔ جھلی پرانی اور نرم ہے اور گہرے خاکی رنگ کی ہے۔ اس کے کنارے کالے پڑ گئے ہیں۔ یہ ۲۸ سنٹی میٹر لمبی اور ۲۱.۵ سنٹی میٹر چوڑی ہے۔

۲۔ یہ جھلی مستطیل سی ہے مگر چوڑائی یکساں نہیں۔ اوپر زیادہ چوڑی ہے اور نیچے کم

۳۔ اس پر عبارت (۱۵) سطروں پر مشتمل ہے مگر کوئی سطر ۲.۵ سم ہے تو کوئی ۲۱.۵ سم۔

۴۔ عبارت کے نیچے ایک گول مہر ہے جس کا قطرہ (۳) سم ہے۔

---

[۱۵۲] جب میں نے ۱۹۶۵ء میں دیکھا تو یہ کپڑا نکال لیا گیا تھا اور صرف جھلی دو شفاف کانچوں کے بیچ میں رکھ کر بند کر دی گئی تھی۔

۵۔ جھلی کے نیچے حصے نے پانی کا مار کھایا ہے جس کے باعث بعض جگہ (حروف یا) الفاظ مٹ گئے ہیں اور بعض جگہ مدھم ہو گئے ہیں۔ مہر کی عبارت مٹ گئی ہے بجز حرف "ر" کے جو مہر کے وسط میں ہے غالبا لفظ "رسول" کی بقایا ہے[۱۵۳]۔

۶۔ اس جھلی کو کسی نے پھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ تیسری سطر دائیں طرف سے وسط تک چیری گئی ہے۔ پھر طولاً دسویں سطر تک پھٹی ہے۔ اس پھٹن کی شکل (Γ) ہے۔

۷۔ اس پھٹن کو بعد میں کسی نے مہین جھلی سے ٹانکے لگا کر سی دی ہے۔

۸۔ قدیم ترین عربی کتبہ اسلامی عہد میں وہ ہے جو مدینہ منورہ میں جبل سلع پر ہے جس میں ابوبکر، عمر، اور علی کا نام ہے جو ۴ ہجری کا ہے[۱۵۴]۔

(۵۱۳) صلاح الدین منجد نے لکھا ہے وہ علم رسم الخط کے نقطہ نظر سے اس اصل مکتوب کے متعلق ایک تحقیقی مقالہ مکرر لکھیں گے۔ اس کے ہر ہر حرف کی جانچ کریں گے (مگر تاحال اس مضمون کے چھپنے کی اطلاع نہ ملی) ان کی رائے میں یہ مکتوب اصلی ہے۔

---

[۱۵۳] خوردبین سے ذرا غور سے پڑھیں تو پورا لفظ "رسول اللہ" پڑھا جاتا ہے اور پانی کا مار صرف نچلے حصے میں نہیں اوپر تک جا چکا ہے۔

[۱۵۴] صلاح الدین صاحب نے حوالہ نہیں دیا ہے۔ بظاہر وہ میرے مضمون کی بناپر "رسالہ اسلامی کلچر" حیدرآباد دکن ۱۹۳۹ء، ص ۴۲۷ تا ص ۴۳۹ پر بعنوان "چند عربی کتبے مدینے میں ہجرت کے ابتدائی سالوں کے" چھپا ہے۔ صلاح الدین صاحب دو کتبوں کو خلط ملط کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر و عمر کا نام ایک کتبے میں ہے اور حضرت علی کا دوسرے کتبے میں۔ (تینوں نام ایک ہی کتبے میں نہیں ملتے) اور یہ ۴ھ کا نہیں بلکہ ۵ھ غزوہ خندق کے زمانے کا ہے۔ اس مضمون میں فوٹو کی اساس پر میں نے لکھا تھا کہ کتبے میں "علی بن ابوطالب" لکھا ہے لیکن ۱۹۴۶ء میں مکرر زیارت کا موقع ملا تو دیکھا کہ وہاں علی ابن ابی طالب لکھا ہے اور میرے سابقہ فوٹو میں روشنی کے پھیلنے سے "ابی" کی جگہ "ابو" بن گیا ہے ناظرین تصحیح فرمالیں۔

(اس مضمون کا خلاصہ انہوں نے کراچی ماہنامہ الوعی میں مع فوٹو کے شائع کیا ہے۔اور خود میں نے روما ل کے رسالہ RSO جلد ۴۰ ۱۹۶۵ء میں فرانسیسی میں ایک مقالہ چھاپا ہے جو وہاں صفحہ ۵۷ تا ۶۹ پر آیا ہے اور اس میں چار فوٹو ہیں)۔

اس اصل کی عبارت یوں پڑھی جاتی ہے:

۱۔ بسم الله الرحمن

۲۔ [ا] لرحيم من محمدعبدالله و

۳۔ رسوله الى كسرى عظيم فا

٤۔ رسد سلام علي من اتبع الھد

۵۔ ی و آمن بالله و رسولهٗ و

٦۔ شهد اَن(لا)اله والا الله و

۷۔ حدہ لاشريک له واَن محمد[اً]

۸۔ عبده ورسوله اَدعوک

۹۔ بدعاية الله فانني اَنارسو

۱۰۔ ل الله الى الناس كافة

۱۱۔ لانذر من كان حيا و يحق

۱۲۔ القول على الكافرين

۱۳۔ اَسلم تسلم فان اَبيته فا

١٤۔ نما عليک اثم المجو

۱۵۔ س

الله

رسول

محمد

گذشتہ باب میں دیکھا گیا ہوگا۔ سطر ۲۔۳ کی عبارت پرانے ماخذوں میں بعض میں "محمد رسول اللہ" ہے تو بعض میں "محمد رسول اللہ النبی الامی" یہاں محمد عبداللہ و رسولہ "ملتا ہے۔

سطر ۸ میں یہاں صرف "ادعوک" ہے ماخذوں میں "وادعوک" مروی ہے۔

سطر ۱۳ میں یہاں صرف "اسلم" ہے۔ تاریخوں میں "واسلم" ہے نیز "فاسلم" کی روایت ہے۔ یہاں "ایتہ" پڑھا جاتا ہے۔ تاریخوں نے عام طور پر "ابیت" لکھا ہے۔

سطر ۱۳۔۱۴ میں یہاں "فانما علیک اسم المجوس" ہے۔ بطری میں "فانما اثم المجوس علیک" آیا ہے۔

ان اختلافات میں جو روایت بالمعنی کی وجہ سے ہے مطلب کہیں نہیں بدلتا۔

رسم الخط کے نقطۂ نظر سے یہ عجیب چیز ہے کہ کاتب:

سطر ۳۔۴	فارس کی جگہ فارسہ لکھتا ہے	
سطر ۱۰	الناس کی جگہ الناس لکھتا ہے	
سطر ۱۲	الکافرین کی جگہ الکافرین لکھتا ہے	
سطر ۱۴۔۱۵	المجوس کی جگہ المجوس لکھتا ہے	

اسی طرح سطر ۱۳ میں فا کی جگہ فا لکھتا ہے

مزید برآں ۶ تا ۷ نیز میں وحدہ، عبدہ کی جگہ وحدہ، عبدہ ہے جو خاص اس کاتب کی خصوصیت ہے۔ کہیں اور اس کا رواج نظر نہیں آتا ہے۔

ایک اور خصوصیت ہے کہ درمیانی ھ کو T لکھا جاتا ہے مثلاً

سطر ۳۔۴ میں الھدی کی جگہ التعدی

سطر ۶ میں شہد کی جگہ سند ہے۔

لیکن یہ خصوصیت تینوں دوسرے اصل نامہ ہائے نبوی ﷺ میں بھی ہے

مثلاً

مکتوب مقوقس میں سطر ۳ میں الہدی کی جگی التدی

سطر ۱۱ میں اشہدوا کی جگہ استدو

مکتوب المنذر میں سطر ۳ میں اشہد کی جگہ سید

سطر ۶ میں امرہم لہم کی جگہ امر ئم لعم

سطر ۸ میں اھل کی جگہ اتل

سطر ۹ میں منہم۔ مہما کی جگہ متم۔ متما

مکتوب نجاشی، سطر ۴ میں الہدی کی جگہ التدی

سطر ۶ میں المہمین کی جگہ التمن

سطر ۷ میں اشہد کی جگہ استد

سطر ۷ میں الہدی کی جگہ التدی

اور کہنا پڑتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ کا رسم الخط وہی تھا۔ کم از کم دربارِ رسالت ﷺ کے منشیوں کے ہاں وہی رواج تھا۔

بعض تحقیقاتیں میرے بس کی نہیں ۔مثلاً کہتے ہیں کہ "ماتحت احمر" (Inefra.red) شعاعوں سے مٹی ہوئی عبارتیں پڑھی جاتی ہیں نیز بعض اور شعاعوں سے قدیم اور جدید سامان میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ یہ کام جھلی کے مالک اور تجربہ خانوں کا ہے۔

جھلی کا پھٹا اور سلا ہوا ہونا بھی قابلِ ذکر ہے۔ تاریخوں کا بیان ہم اوپر گذشتہ باب میں دیکھ چکے کہ کسریٰ نے جب خط کا پہلا جملہ سنا کہ رسول اللہ کا نام پہلے اور کسریٰ کا بعد میں ہے تو اسے اپنی ہتک سمجھ کر خط پھاڑ دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی درباری نے اس کو اٹھالیا اور محفوظ رکھا (ممکن ہے خود ایلچی نے ایسا کیا ہو)۔

بہر حال بہ حیثیت مجموعی قرائن اس خط کے اصلی ہونے کی تائید میں ہیں۔

آخر میں یہ کہتا چلوں کہ "ہنری فرعون" عیسائی ہیں لیکن غیر متعصب۔ انہوں نے اپنے گھر کو ایک عجیب خانہ بنادیا ہے۔ جس میں تقریباً ساری کی ساری چیزیں اسلامی ہیں۔ صرف ایک جگہ صلیب وغیرہ کچھ عیسائی آثار قدیمہ ہیں اور مجھ سے کہنے لگے:

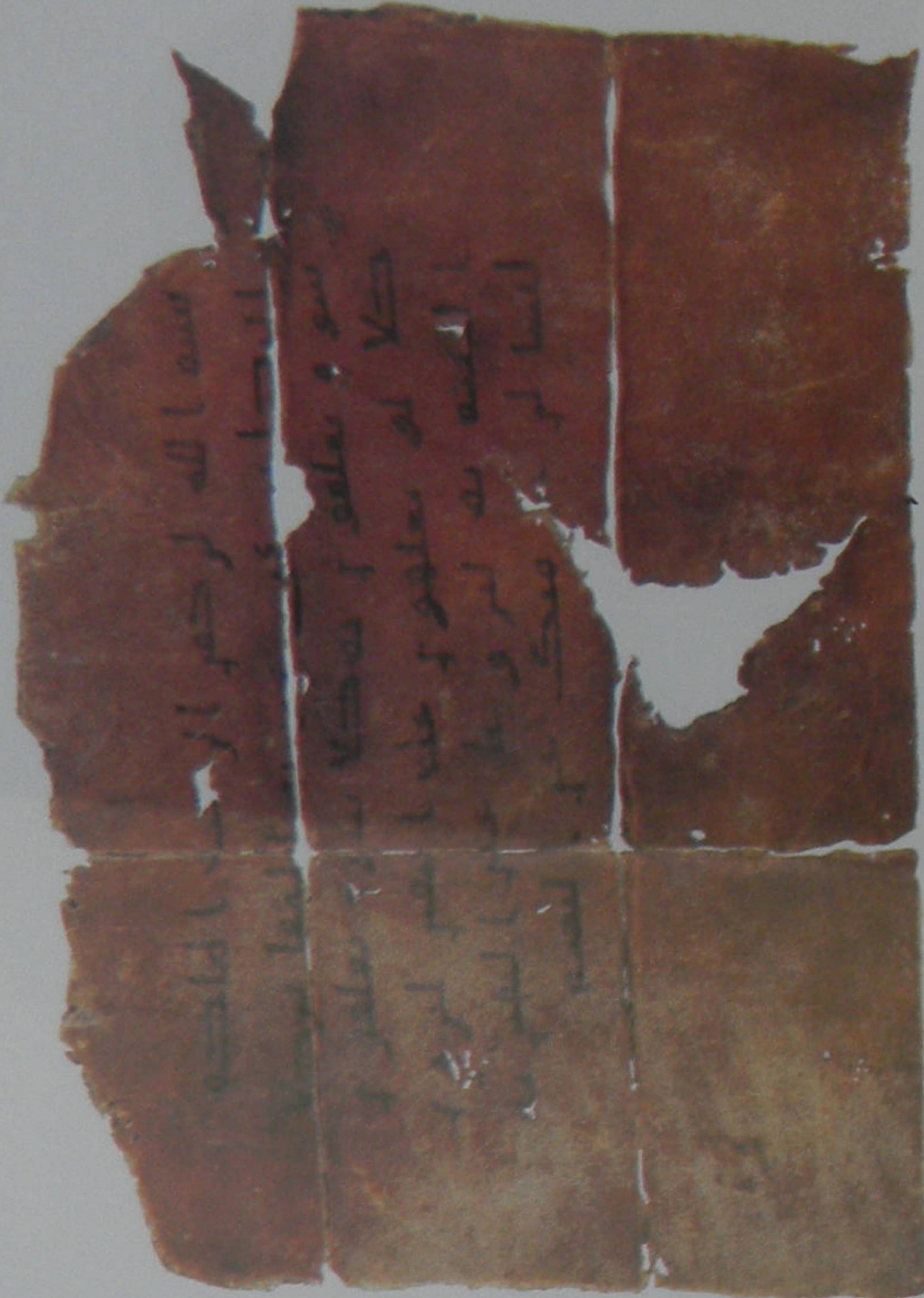
"میں نے یہاں یہ چیزیں بے جوڑ ہونے کے باوجود عمداً اس لیے لگائی ہے کہ عیسائی لوگ کہیں یہ الزام نہ لگائیں کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ لبنانو شام میں بہت سے خاندان مخلوط مذہب کے ہیں۔ کچھ "شہابی" مسلمان ہیں کچھ عیسائی خاندان فرعون کا بھی یہی حال ہے۔ ہنری فرعون" عیسائی ہیں لیکن "رشاد فرعون" (جو سعودی عرب میں وزیر ہیں) مسلمان ہیں اور شامی الاصل ہیں اور پارلیس میں سعودی سفیر رہے ہیں۔

تصویریں



سورۂ مبارکہ قدر منسوب بہ کاتب وحی نبوی ﷺ، توپ قاپی میوزیم استنبول، ترکی

T.P.M.Inv. No. ۲۱/۶۷۴



سورۂ مبارکہ تکاثر منسوب بہ کاتب وحی نبوی ﷺ، توپ قاپی میوزیم استنبول، ترکی

T.P.M.Inv. No. ٢١/٦٧٤



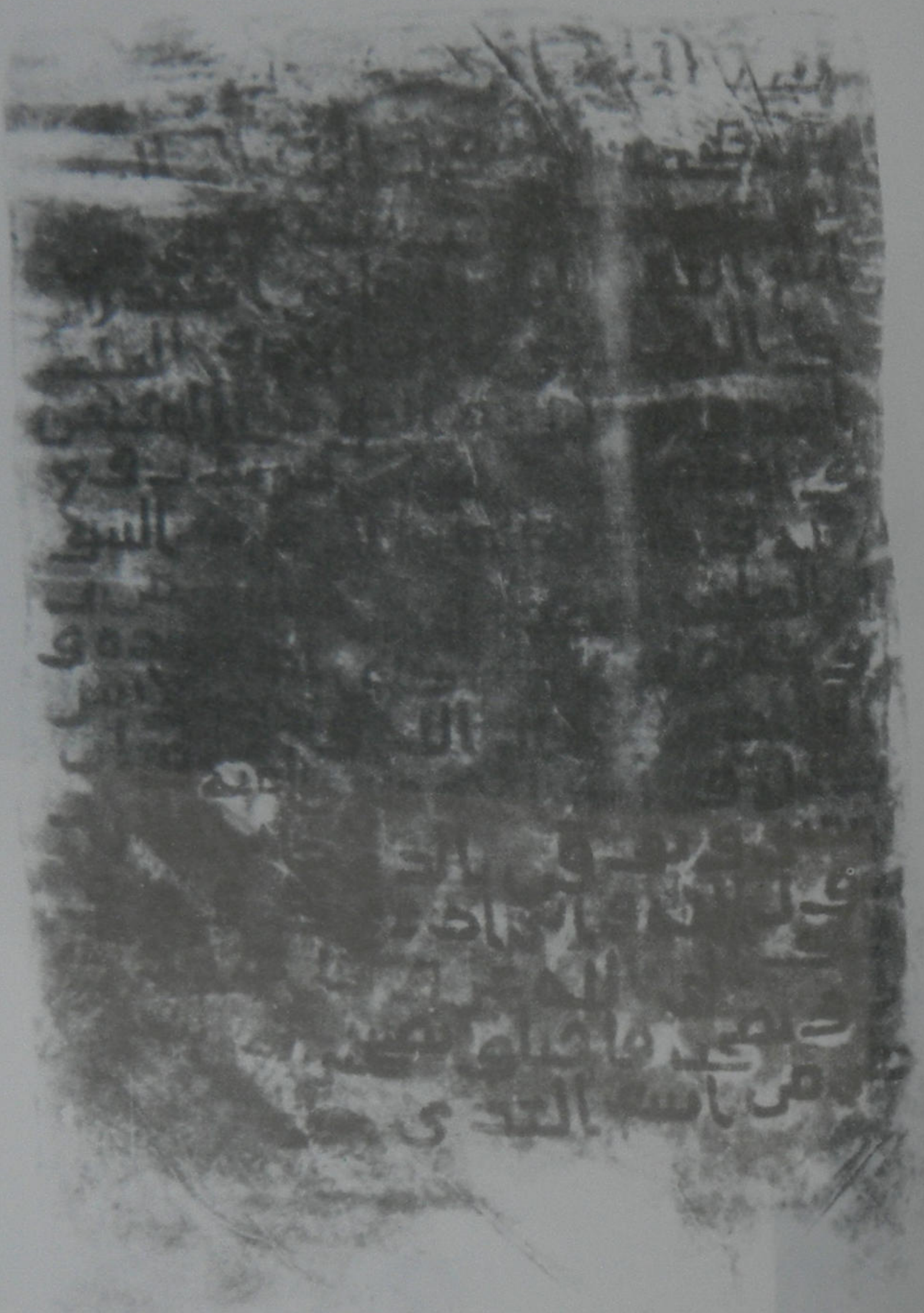
سورہ مبارکہ ہمزہ منسوب بہ کاتب وحی نبوی ﷺ، توپ قاپی میوزیم استنبول، ترکی

T.P.M.Inv. No. ۲۱/۳۹۵

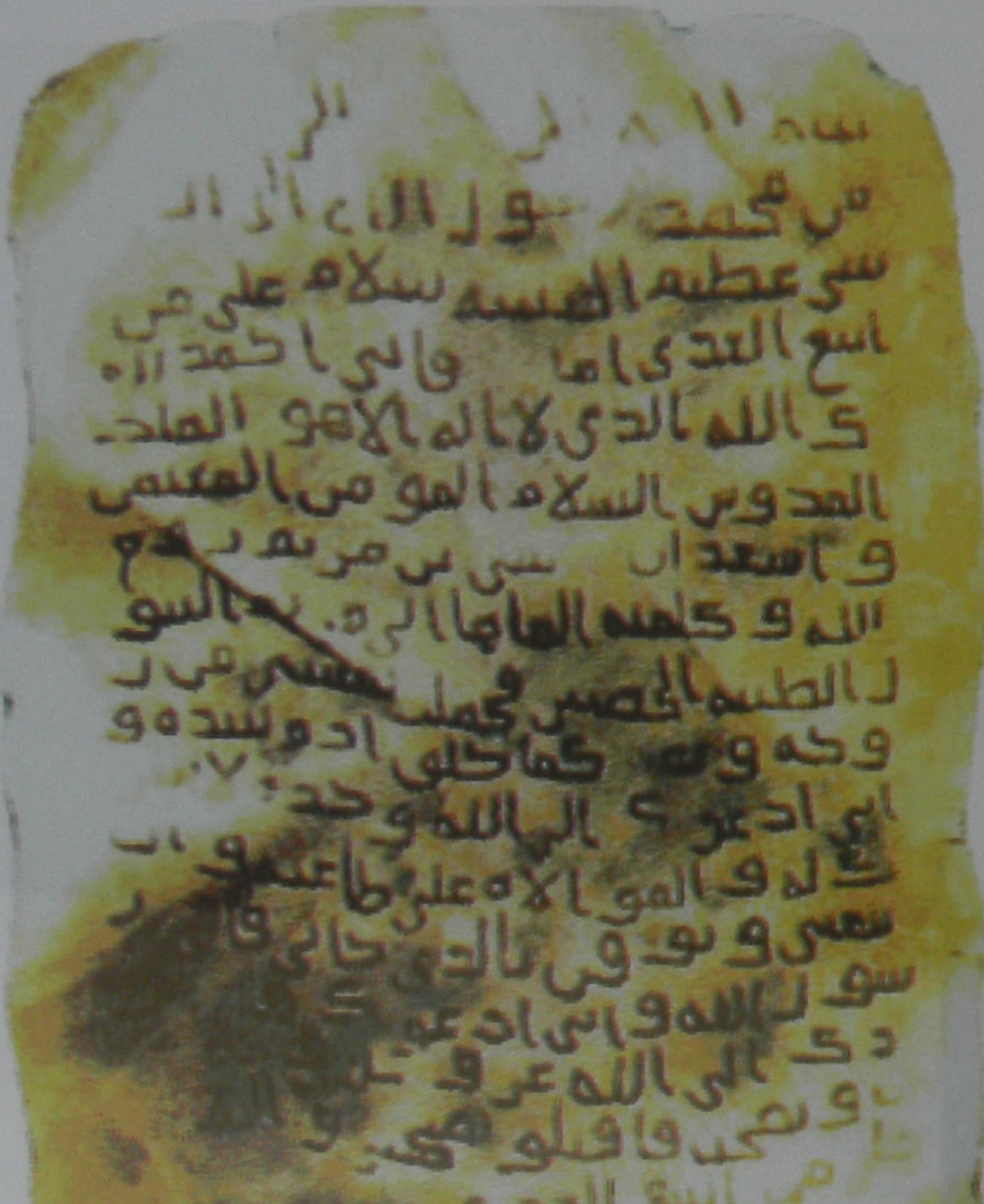


سورۂ مبارکہ تبت / مسد ہمزہ بہ کاتب وحی نبوی ﷺ، توپ قاپی میوزیم استنبول، ترکی

T.P.M.Inv. No. ۲۱/۳۹۴



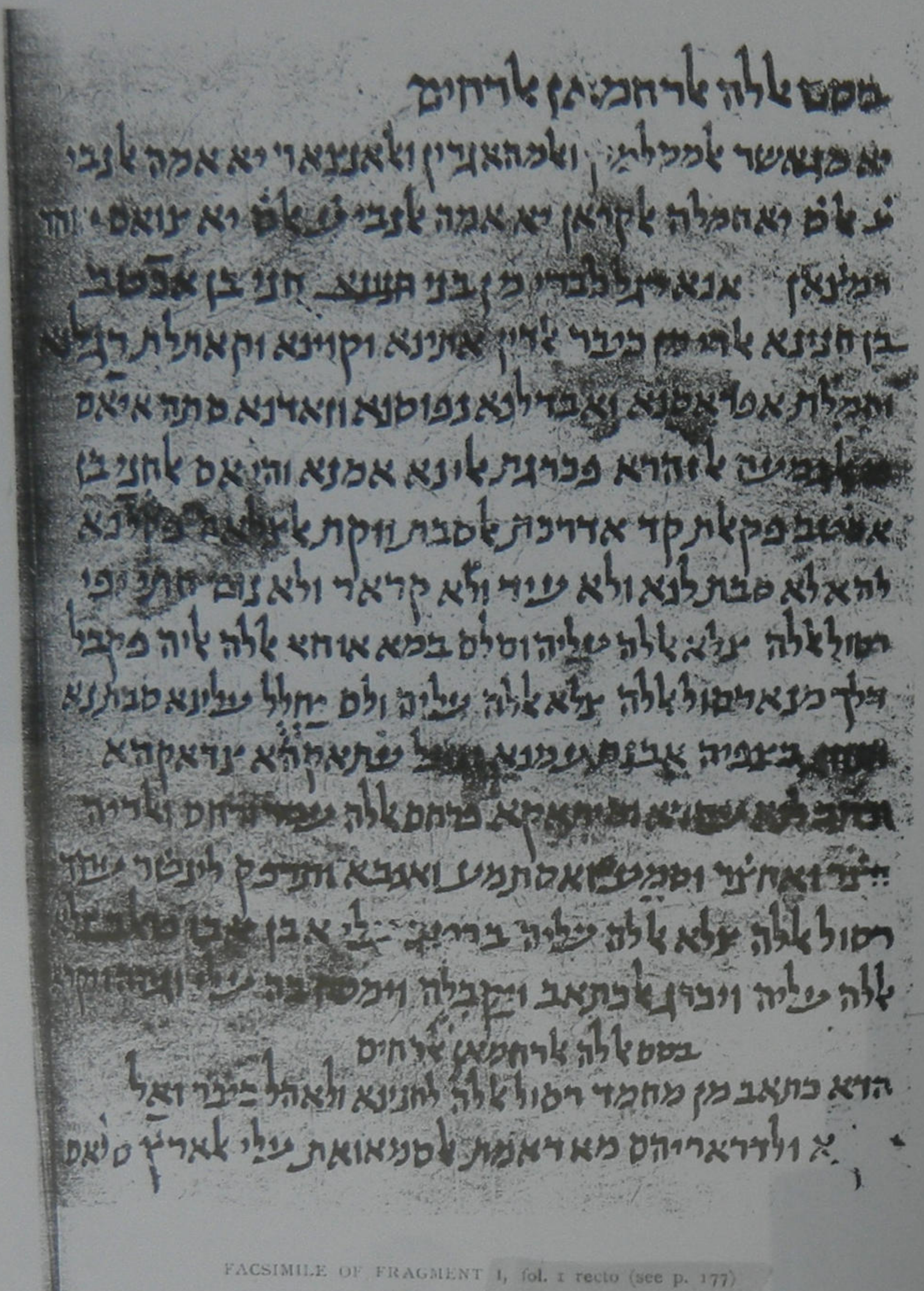
رسول اکرم ﷺ کے نجاشی کے نام گرامی نامہ کا نسخہ
JRAS ۱۹۴۰ بحوالہ، حمید اللہ، الوثائق السیاسیہ ص ۱۰۲


بسم الله الر...
من محمد رسول الله الى ال
نجاشي عظيم الحبشه سلام على من
اتبع الهدى اما بعد فانى احمد اليك
الله الذى لا اله الا هو الملك
القدوس السلام المؤمن المهيمن
واشهد ان عيسى بن مريم روح
الله وكلمته القاها الى مريم البتول
الطيبه الحصينه فحملت بعيسى من
روحه ونفخه كما خلق ادم بيده و
انى ادعوك الى الله وحده
لا شريك له والموالاة على طاعته و
تتبعنى وتوقن بالذى جاءنى فانى
رسول الله وانى ادعوك
وجنودك الى الله عز وجل
وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتي
والسلام على من اتبع الهدى

رسول اکرم ﷺ کے نجاشی کے نام گرامی نامہ کا نسخہ
ظاہراً یہ تصویر اصل نسخے کی نقل کی ہے۔



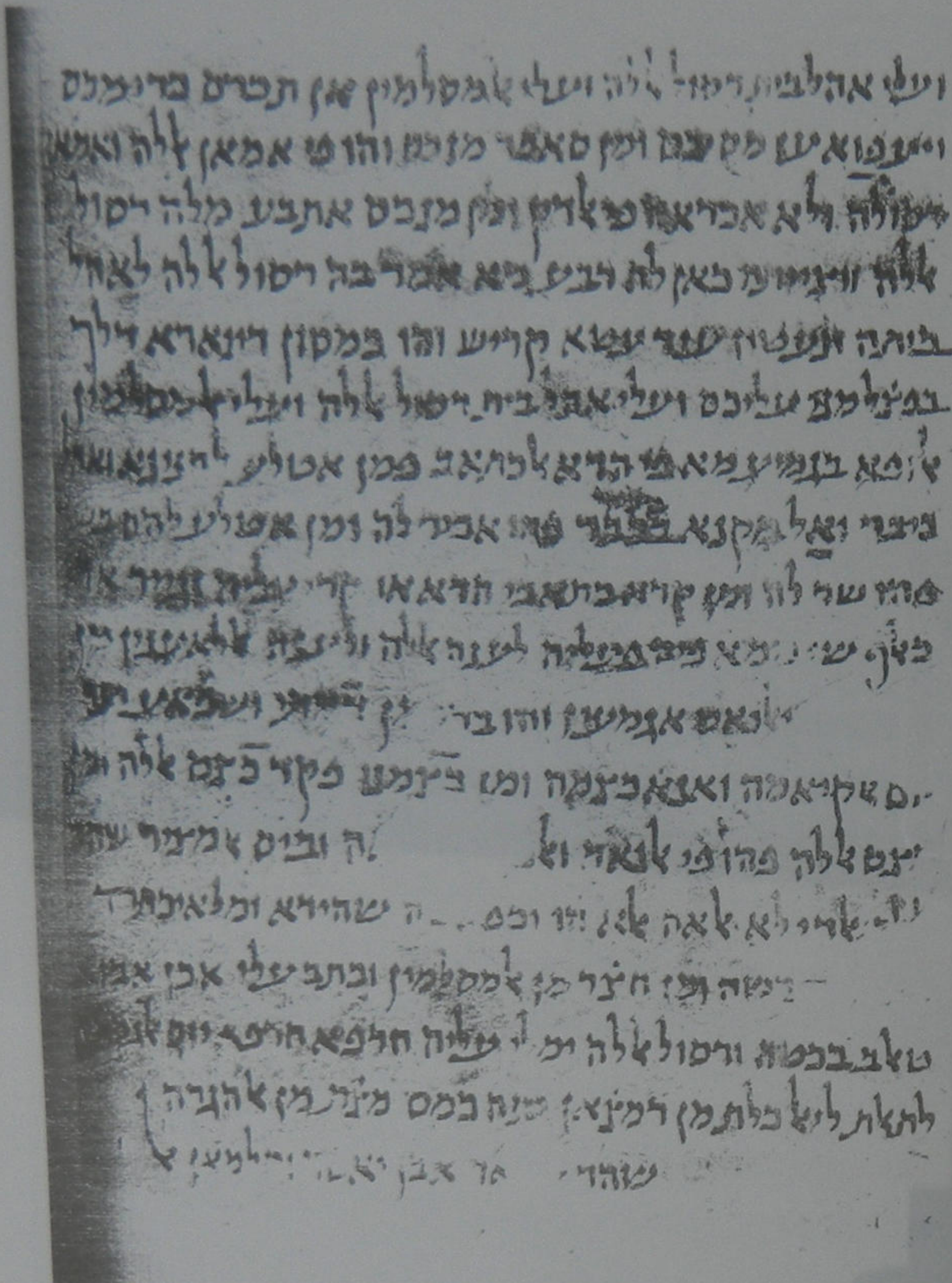
جبل سلع پر نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی بخط حضرت علی علیہ السلام


בסם אללה אלרחמן אלרחים
יא מעשר אלמכלאיין ואלמהאגרין ואלאנצאר יא אמה אלנבי
[illegible] יא חמלה אלקראן יא אמה אלנבי [illegible] יא [illegible]
[illegible] אנא רגל מן בני [illegible] חני בן אכטב
בן חנינא [illegible] כבאר [illegible] אתינא וקוינא וקאתלת רגאלנא
וקתלת אטפאלנא ואבדלנא נפוסנא ואדרנא מתה איאם
[illegible] אלזהרא פברגת לינא אמנא והי אם אלחני בן
אכטב פקאלת קד אדרכת אלסבת וקת [illegible]
והא לא סבת לנא ולא עיד ולא קראר ולא נום חתי יפי
רסול אללה צלי אללה עליה וסלם במא אוחא אללה אליה פקבל
דלך מנא רסול אללה צלי אללה עליה ולם יחלל עלינא סבתנא
[illegible] בצפיה [illegible] עתאקהא ינדאקהא
[illegible] רחמה אללה [illegible] רחם [illegible]
[illegible]
רסול אללה צלי אללה עליה [illegible] עלי אבן אבי טאלב
אללה עליה [illegible] אלכתאב [illegible]
בסם אללה אלרחמן אלרחים
הדא כתאב מן מחמד רסול אללה לחנינא ולאהל כיבר ואל
[illegible] ולדראריהם מא דאמת אלסמאואת עלי אלארץ סלאם

FACSIMILE OF FRAGMENT I, fol. 1 recto (see p. 177)

رسول اکرم ﷺ کے اہل مقنا کے نام گرامی نامہ کا عبرانی رسم الخط میں موجود نسخہ ورق ا۔الف

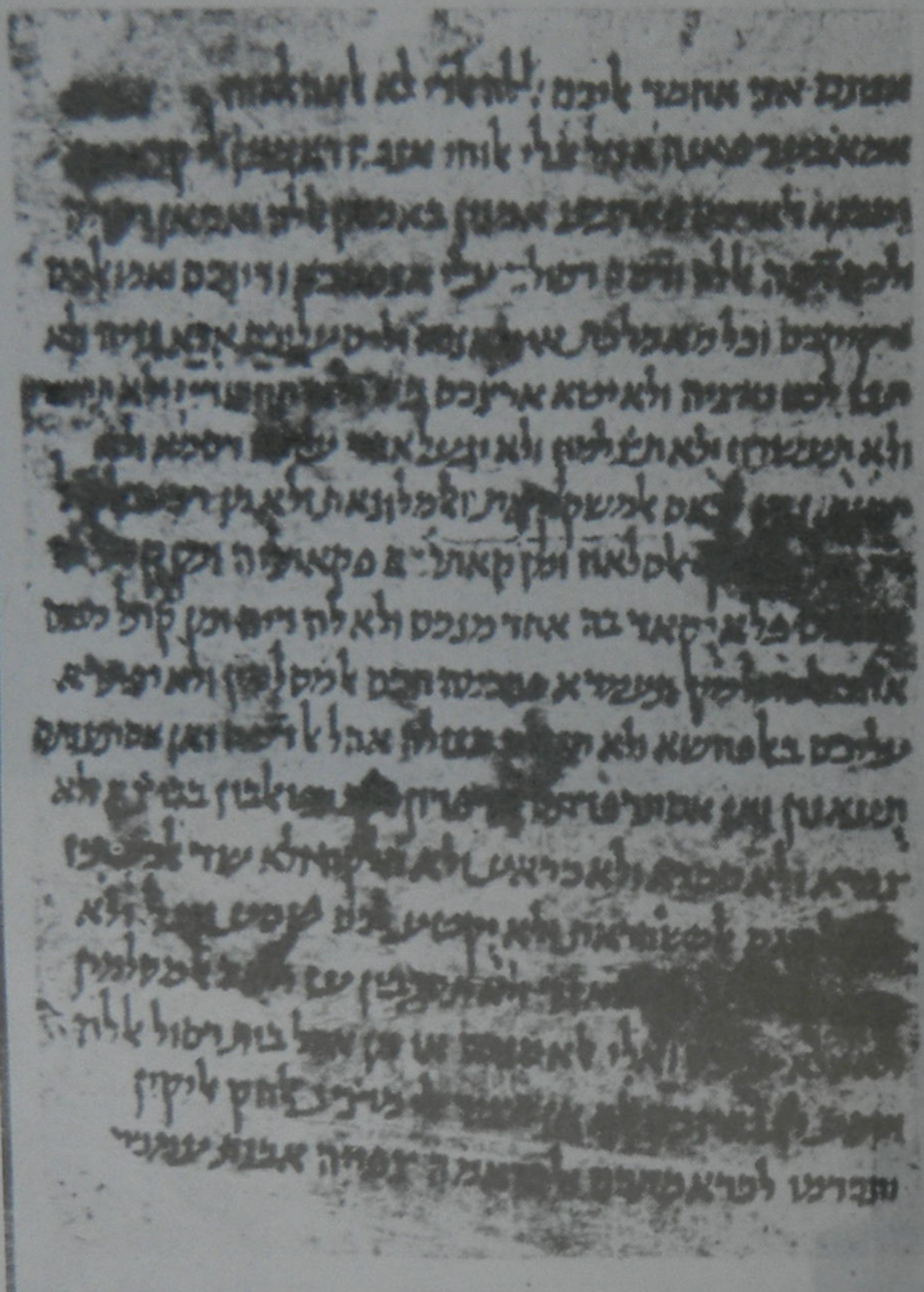
Combridge University Library No. T.S. ١٦. ٣٥٣



FACSIMILE OF FRAGMENT I, fol. 2 recto (see p. 178)

رسول اکرم ﷺ کے اہل مقنا کے نام گرامی نامہ کا عبرانی رسم الخط میں موجود نسخہ ورق ا-ب

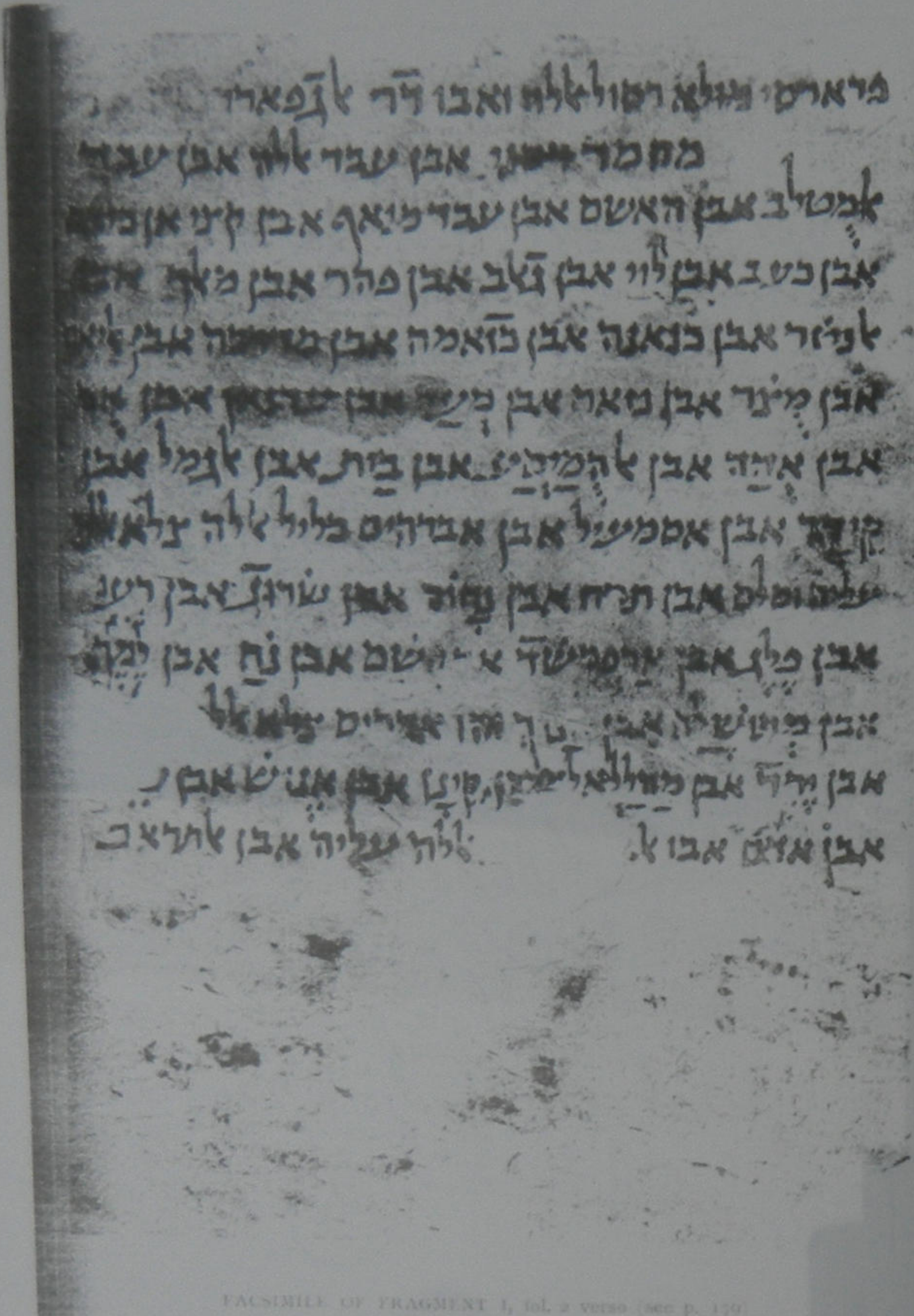
Combridge University Library No. T.S. ١٦. ٣٥٣



FACSIMILE OF FRAGMENT I, fol. 1 verso (see p. 178)

رسول اکرم ﷺ کے اہل مقنا کے نام گرامی نامہ کا عبرانی رسم الخط میں موجود نسخہ ورق ۲۔الف

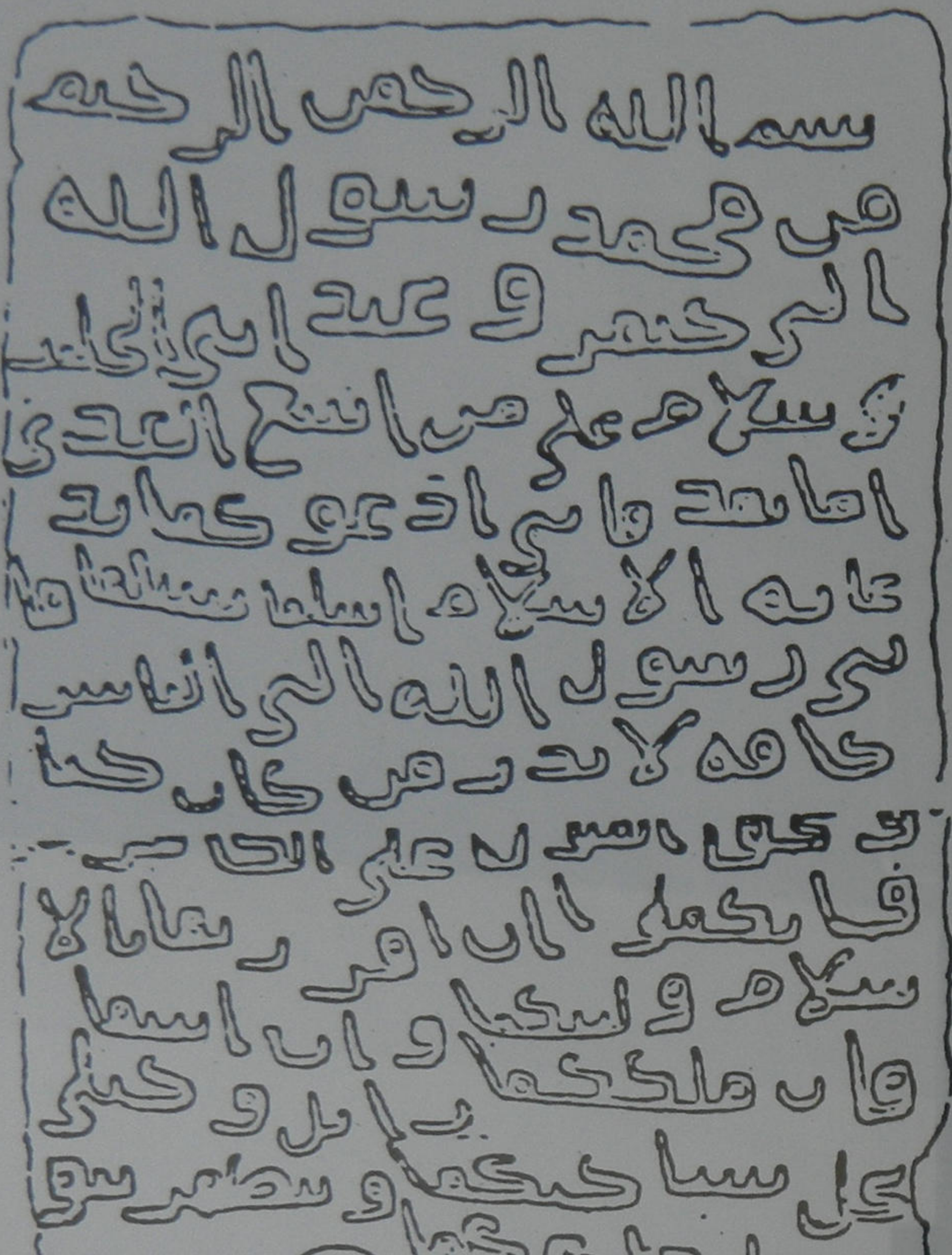
Combridge University Library No. T.S. ۱۲. ۳۵۳



FACSIMILE OF FRAGMENT 1, fol. 2 verso (see p. 170)

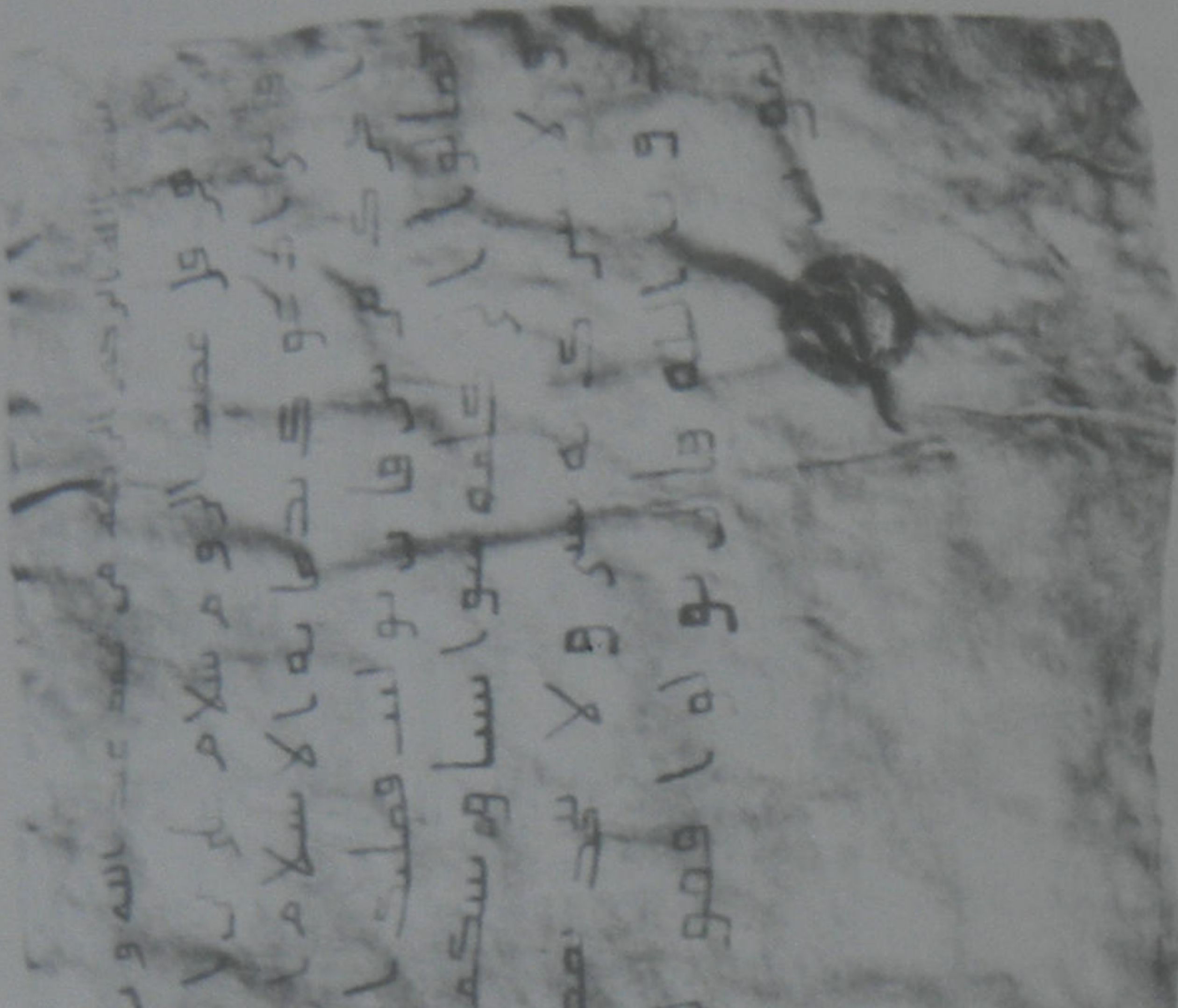
رسول اکرم ﷺ کے اہل مقنا کے نام گرامی نامہ کا عبرانی رسم الخط میں موجود نسخہ ورق ۲-ب

Combridge University Library No. T.S. ١٦. ٣٥٣



رسول اکرم ﷺ کے جیفر و عبد (شاہان عمان) کے نام گرامی نامہ کا نسخہ

حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۶۲



رسول اکرم ﷺ کے ہرقل روم کے نام گرامی نامہ کا نسخہ

حمید اللہ: الوثائق السیاسیۃ: ص ۱۰۸



مقوقس مصر کے نام رسول اکرم ﷺ کے نام گرامی نامہ کا عکس جو ڈاکٹر حمید اللہ نے توپ قاپی میوزیم ۲۱/۱۷۴ T.P.M No. سے حاصل کر کے الوثائق السیاسیۃ میں شائع کیا ہے۔ بظاہر یہ عکس اس گرامی نامہ کے فریم ہونے سے پہلے کا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلَى
الْمُقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ ،
سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ ..
فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ
تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ
تَوَلَّيْتَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ ،
وَ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا
اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَ لَا يَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ .

اللہ
رسول
محمد

مقوقس مصر کے نام رسول اکرم ﷺ کا گرامی نامہ، توپ قاپی میوزیم T.P.M No. ۲۱/۱۷۴
یہ اس خط کی تازہ ترین تصویر ہے، جو The Sacred Trusts میں شائع ہوئی ہے۔



رسول اکرم ﷺ کا کسریٰ پرویز کے نام گرامی نامہ کا نسخہ
الفن الاسلامی فی المجموعات اللبنانیة

مذكرات روسية تقترح تجريد المتوسط من الاسلحة الذرية

الحياة

ان الحياة عقيدة وجهاد

اعتقال الهندي والحسامي والملاح في المزه

لتوقيعهم مذكرة الفئات الوحدوية

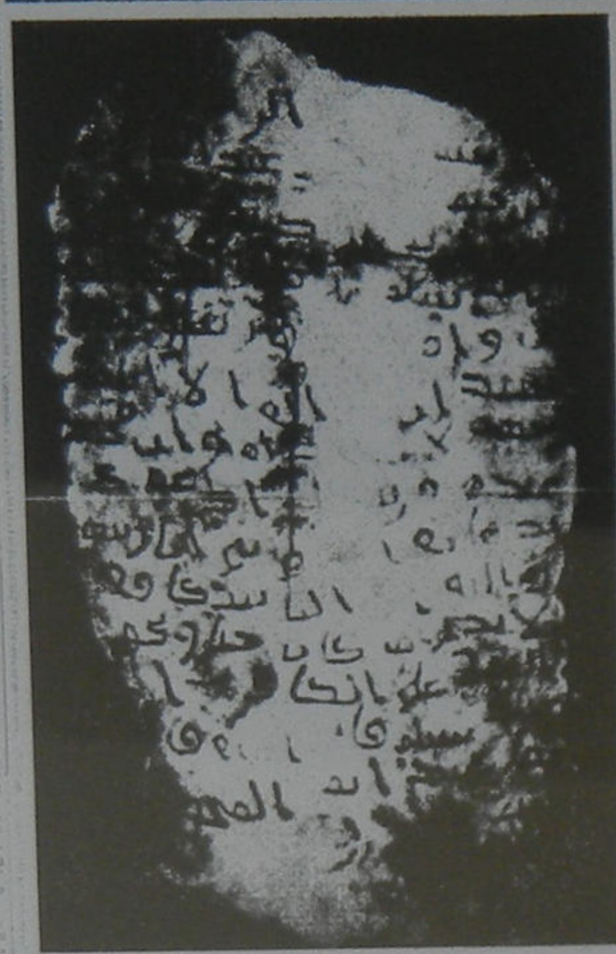
بغداد صامتة والقاسم عند عبد الناصر

وثيقة تاريخية عظيمة يكشفها الدكتور المنجد في حوزة هنري فرعون

رسالة النبي محمد بن عبد الله (ص)

الى ابرويز ملك الفرس

بقلم الدكتور صلاح المنجد



مذكرة روسية تقترح تجريد المتوسط من الاسلحة النووية

عيون وآذان

نامہ نبوی ﷺ بنام کسریٰ پرویز پر صلاح الدین منجد کے مقالہ مطبوعہ روز نامہ الحیاۃ بیروت جلد ۱۸ شمارہ ۵۲۴۲، مورخہ ۲۷/۲ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ، صفحہ اول کا عکس۔ بشکریہ ندی عیتانی دار الحیاۃ بیروت



اكبر مؤتمر افريقي يعقد اليوم في اديس ابابا

ثلاثون رئيس دولة يبحثون باقامة منظمة افريقية

حول العالم

الانقلابات في تركيا

انتشار النشاط الارهابي في كندا والاستنجاد بالجيش عشية افتتاح المؤتمر الوزاري للاطلسي في اوتاوا

نامہ نبوی ﷺ بنام کسریٰ پرویز پر صلاح الدین منجد کے مقالہ مطبوعہ روزنامہ الحیاۃ بیروت جلد ۱۸ شمارہ ۵۲۴۲، مورخہ ۲۷/۱۲ ذی الحجۃ ۱۳۸۲ء، صفحہ ۷ کا عکس۔ بشکریہ ندی عیتانی دار الحیاۃ بیروت

Prochainement

Sous le patronage du JOUR
Championnat du Liban de
SCRABBLE 1963

LE JOUR

FONDATEUR : MICHEL CHIHA
DIRECTEUR : MOUSSA DE FREIGE

JEUDI 23 MAI 1963

Jean XXIII : Rechute ?

Sur le conseil du médecin, le Souverain Pontife a annulé hier son audience générale

(L'information en page 3)



S.S. le Pape

Remous ministériels autour de la loi sur les municipalités

Les élections municipales et les élus du peuple

Kamal Joumblatt aurait menacé de démissionner

Nihad Kassem de retour à Damas

Le gagnant n'est pas sur la photo...



Dans la collection de manuscrits de M. Henri Pharaon

Un important document historique :

L'original de la lettre du Prophète Mahomet à Chosroès II Abhervêz, roi de Perse

par le Dr Salah Al Mounajjed



LES AFFAIRES LIBANAISES

Elections législatives en Jordanie le 6 juillet

Importants dégâts en Djézireh

Retour au calme à Ankara

L'Assemblée a approuvé l'institution de l'état de siège

Le personnel d'Air Liban a fait grève hier

Addis-Abéba : Hailé Sélassié insiste pour l'adoption d'une charte africaine

نامہ نبوی ﷺ بنام کسریٰ پرویز پر صلاح الدین منجد کے مقالہ مطبوعہ فرانسیسی روز نامہ LE JOUR (Beyroth)
بیروت Annel ۲۷ شمارہ ۸۸۲۳ مئی ۱۹۶۳ کے صفحہ اول کا عکس، بشکریہ لائبریری نیوز پیپر سیکشن لندن



نامہ نبوی ﷺ بنام کسریٰ پرویز پر صلاح الدین منجد کے مقالہ مطبوعہ فرانسیسی روزنامہ LE JOUR (Beyroth) بیروت
Annel ۲۷ شمارہ ۸۸۲۳ مئی ۱۹۶۳ کے صفحہ ۸ کا عکس، بشکریہ لائبریری نیوز پیپر سیکشن لندن



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام گرامی نامہ کا نسخہ
توپ قاپی میوزیم، استنبول، ترکی T.P.M. Inv.No.۲۱/۳۹۷

(١) بسم الله الرحمن الر

(٢) حيم من محمد رسول الله

(٣) الى ملوك حمير الحا

(٤) رث بن عبد كلال والى

(٥) النعمان قيل ذو رعين

(٦) ومعافر وهمدان . أما

(٧) بعد فإني أحمد الله

(٨) إليكم الذي لا إله

(٩) إلا هو . فإني قد وقع

(١٠) بنا رسولكم مقفلنا

(١١) من أرض الروم فلقينا

(١٢) بالمدينة فبلّغ ما أر

(١٣) سلتم به وخبّر ما قب

(١٤) لكم وأنبأنا بإسـ

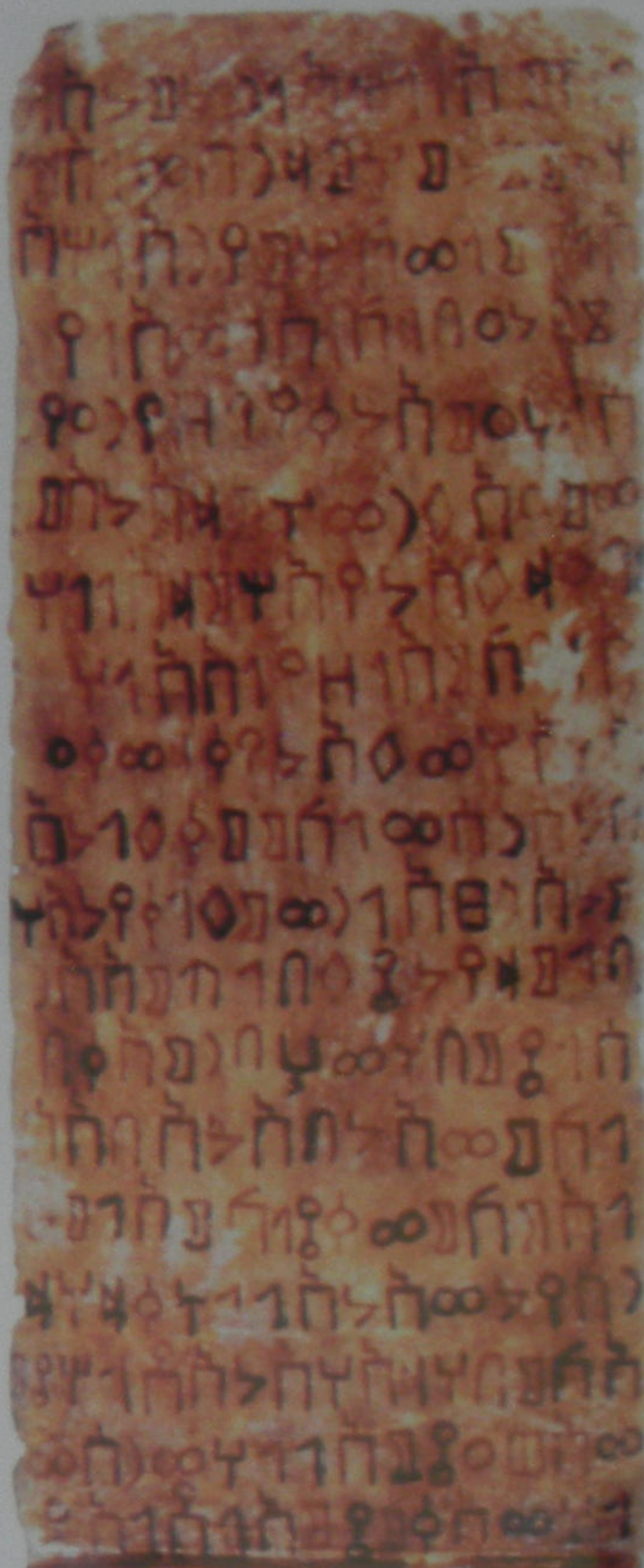
(١٥) لامكم وقتلكم المشـ

(١٦) ركين وأن الله قد هد

(١٧) اكم بهداه إن أصلحتم

(١٨) وأطعتم الله ورسو

(١٩) له وأقمتم الصلاة

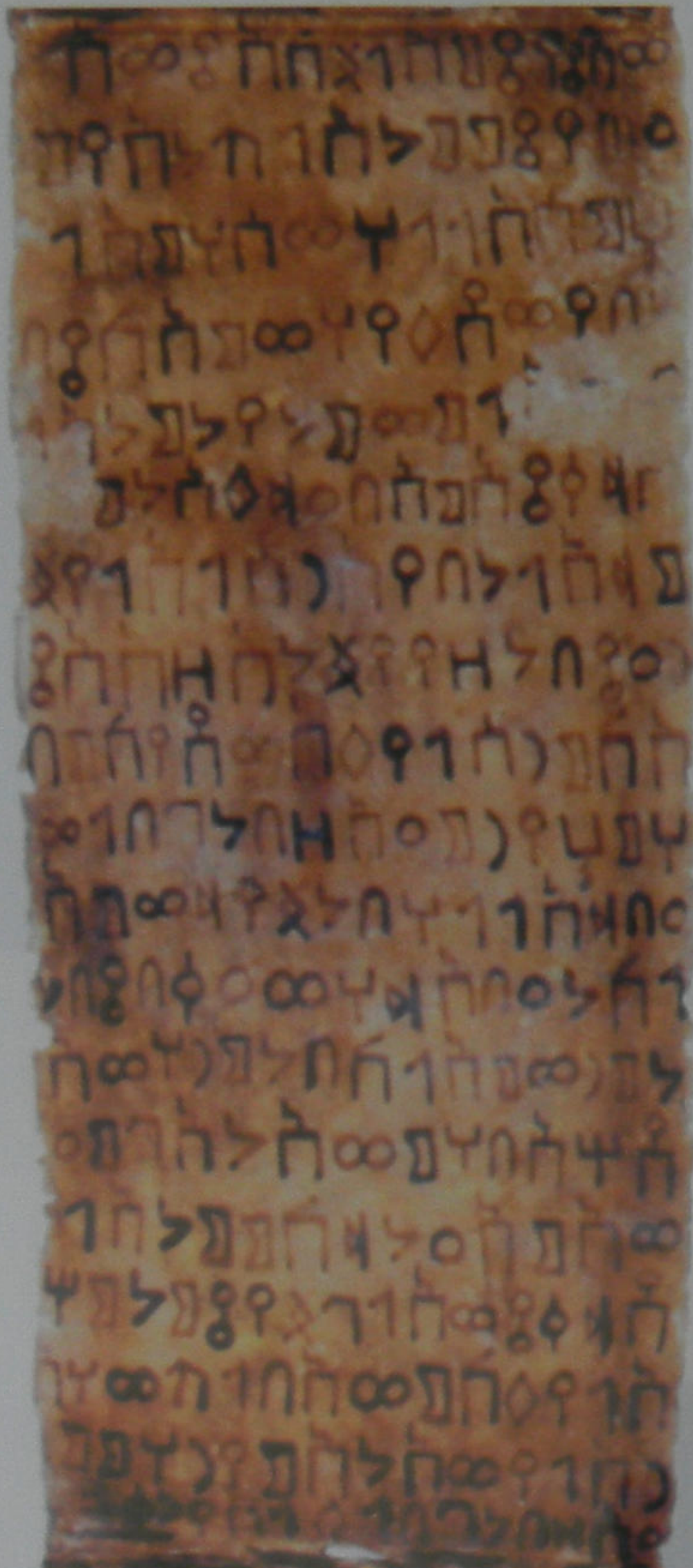


رسول اکرم ﷺ کے فرمانروان حمیر کے یہودیوں کے نام گرامی نامہ کا یمنی رسم الخط میں لکھا ہوا نسخہ۔

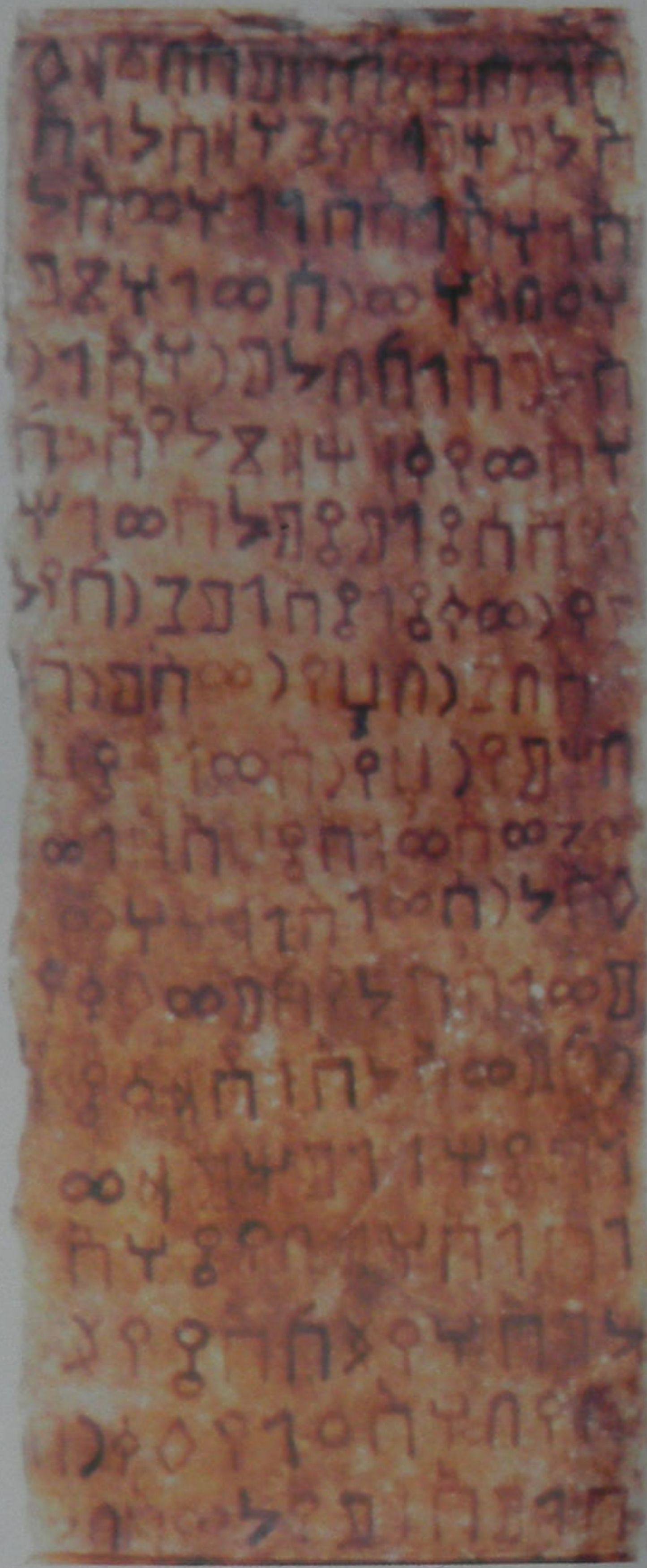
ورق ۱۔الف

کتابخانہ ملی پیرس BNF.No.ARABE.۸۲۰۵

(٢٠) وآتيتم الزكاة وا
(٢١) عطيتم من الغنيمة
(٢٢) خمس الله وسهم ال
(٢٣) ـ(ـ) ـبي وصفيه وما كتب
(٢٤) (على ا) المؤمنين من ال
(٢٥) صدقة . أما بعد فان مـ(حـ)ـ
(٢٦) ـمد النبي أرسل الى ز
(٢٧) رعة بن ذي يزن اذا أت
(٢٨) ـاكم رسلي فأوصيكم بـ
(٢٩) ـهم خيرا(١) : معاذ بن جبل و
(٣٠) عبد الله بن زيد وما
(٣١) لك (بـ)ـن عبادة وعقبة بن
(٣٢) نمر ومالك بن مرة وأ
(٣٣) صحبهم . وأن اجمعـ
(٣٤) ـوا ما عندكم من الـ
(٣٥) صدقة والجزية من مخـ(ـا)
(٣٦) ليفكم (= مخاليفكم) وأبلغوها
(٣٧) رسلي . وأن أميرهم مـ
(٣٨) ـعاذ بن جبل فلا ينقلبن(ـنّ)



رسول اکرم ﷺ کے فرمانروان حمیر کے یہودیوں کے نام گرامی نامہ کا یمنی رسم الخط میں لکھا ہوا نسخہ۔
ورق ا۔ب
کتابخانہ ملی پیرس BNF.No.ARABE.٨٢٠٥



(٣٩) إلا راضياً . أما بعد فـ

(٤٠) ـان محمدا يشهد أن لا

(٤١) اله إلا الله وأنّـ

(٤٢) ـه عبده ورسوله . ثم

(٤٣) إن مالك بن مرة الر

(٤٤) هاوي قد حدّثني أنك

(٤٥) قد أسلمت من أول حـ

(٤٦) ـمير وقتلت المشركين

(٤٧) (فـ)ـبا بشر بخير . وآمرك

(٤٨) بحمير خيرا . ولا تخـ

(٤٩) ـونوا ولا تخاذلو(ا)

(٥٠) فان رسول الله هو

(٥١) مولى غنيكم وفقيـ

(٥٢) ـركم . وأن الصدقة

(٥٣) لا تحلّ لمحمد و

(٥٤) لا لأهل بيته !

(٥٥) نما هي زكاة تز

(٥٦) كى بها على فقرا(ء)

(٥٧) المالمين (= المسلمين) وابن

رسول اکرم ﷺ کے فرمانروان حمیر کے یہودیوں کے نام گرامی نامہ کا یمنی رسم الخط میں لکھا ہوا نسخہ۔

ورق ۲-الف

کتابخانہ ملی پیرس BNF.No.ARABE.۸۲۰۵

(٥٨) السبيل وأنّ ما

(٥٩) لكا قد بلغ الخ

(٦٠) ـير (= الخير) وحفظ الغيب

(٦١) وآمركم به خيرا

(٦٢) والسلام عليكم

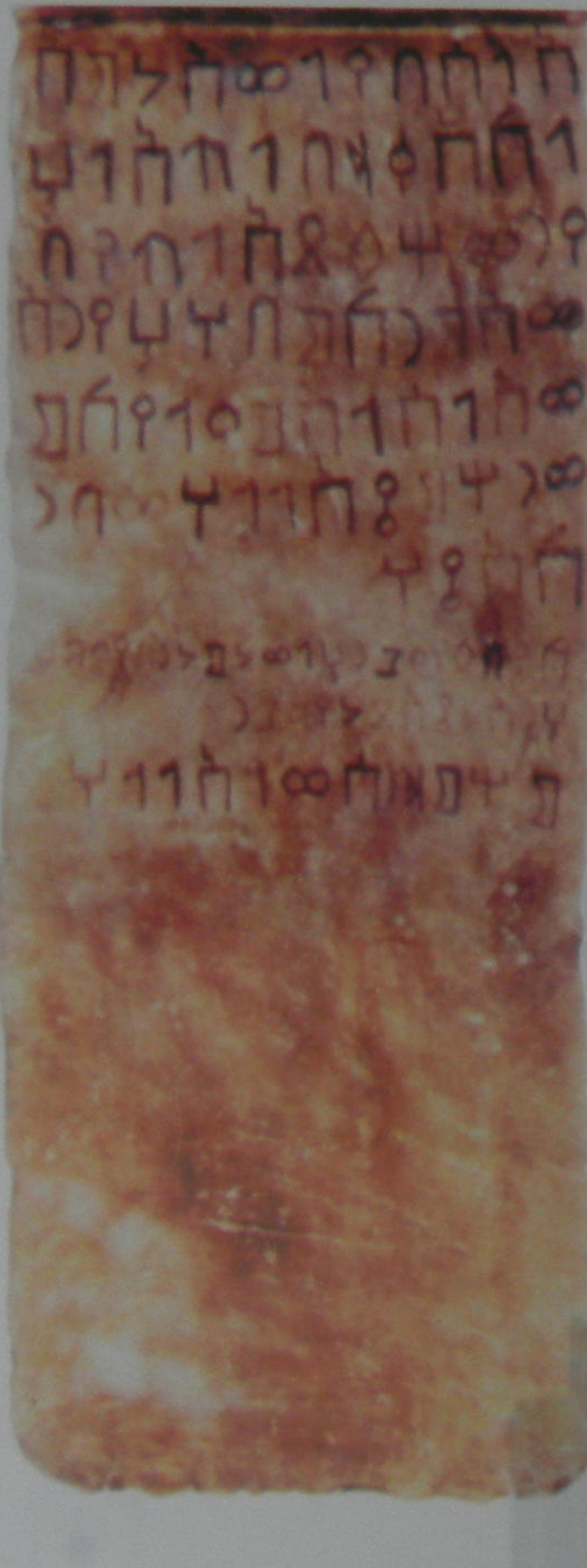
(٦٣) ورحمة الله وبر

(٦٤) كته

(٦٥) [كتب في عشر خلون من ربيع الآ

(٦٦) خر سنة اثني عشر]

(٦٧) محمد رسول الله



رسول اکرم ﷺ کے فرمانروان حمیر کے یہودیوں کے نام گرامی نامہ کا یمنی رسم الخط میں لکھا ہوا نسخہ۔

ورق ۲۔ب

کتابخانہ ملی پیرس BNF.No.ARABE.۸۲۰۵

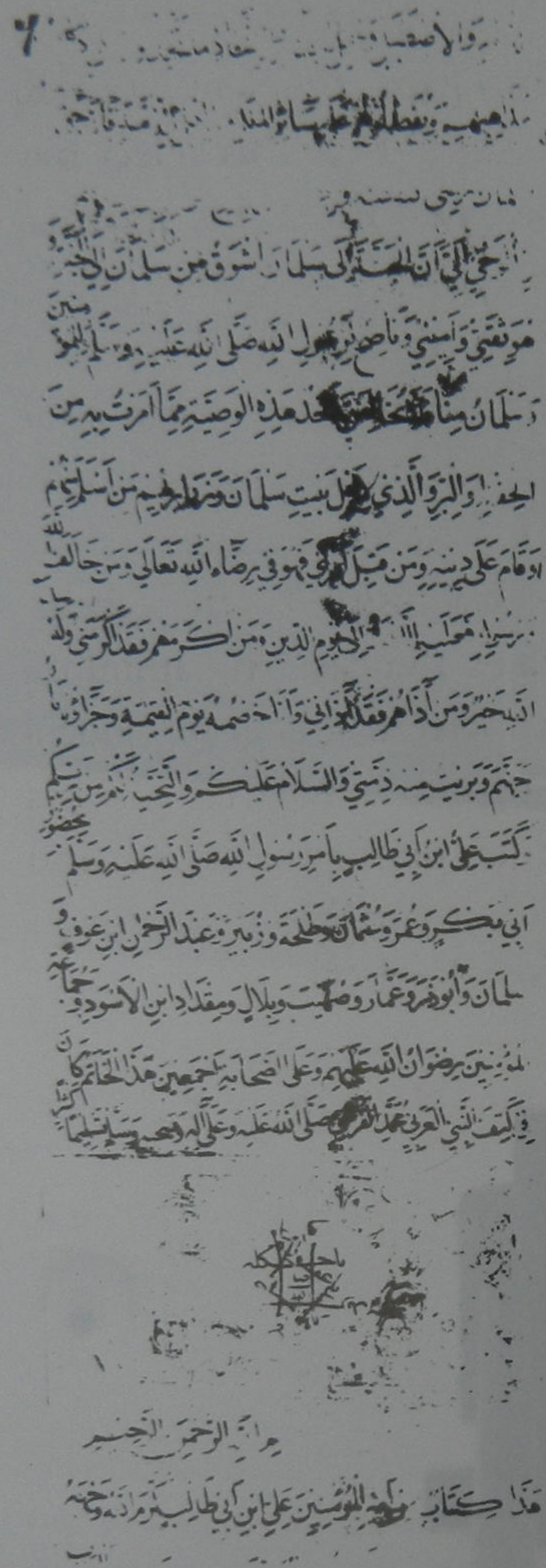


رسول اکرم ﷺ کے حارث بن ابو شمر غسانی کے نام گرامی نامہ کا نسخہ

توپ قاپی میوزیم، استنبول، ترکی T.P.M. Inv. No.۲۱/۶۷۴



رسول اکرم ﷺ کے مسیلہ کذاب کے نام گرامی نامہ کا نسخہ
توپ قاپی میوزیم، استنبول، ترکی T.P.M. Inv. No.۲۱/۱۶۹


حي الي ان الجنة الى سلمان اشوق من سلمان الى الجنة و
هو ثقتي وامنتي وناصح لرسول الله صلى الله عليه وسلم والمؤمنين
سلمان منا [illegible] هذه الوصية مما امرت به من
الحفظ والبر والذي [illegible] بيت سلمان [illegible] من اسلم منهم
او قام على دينه ومن قبل [illegible] فهو في رضاء الله تعالى ومن خالف
[illegible] الى يوم الدين من اكرمهم فقد اكرمني وله
الله خير ومن اذاهم فقد اذاني وانا اخصمه يوم القيمة وجزاؤه نار
جهنم وبرئت منه ذمتي والسلام عليكم والتحية [illegible]
كتب علي ابن ابي طالب بامر رسول الله صلى الله عليه وسلم بحضور
ابي بكر وعمر وعثمان وطلحة وزبير وعبد الرحمن ابن عوف و
سلمان وابوذر وعمار وصهيب وبلال ومقداد ابن الاسود و جماعة
المؤمنين رضوان الله عليهم وعلى اصحابه اجمعين هذا الخاتم كان
في كتف النبي العربي محمد [illegible] صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا

بسم الله الرحمن الرحيم
هذا كتاب امير المؤمنين علي ابن ابي طالب [illegible]

رسول اکرم ﷺ کا مہدی فروخ اور ان کے عزیزوں کے نام گرامی نامہ کا نسخہ

Library of K.R Cama or Inst

Munbay No. AH.۹.

عهد نامه

نقل مطابق اصل

حسب الحکم جناب عمدة الاعاظم والاعیان

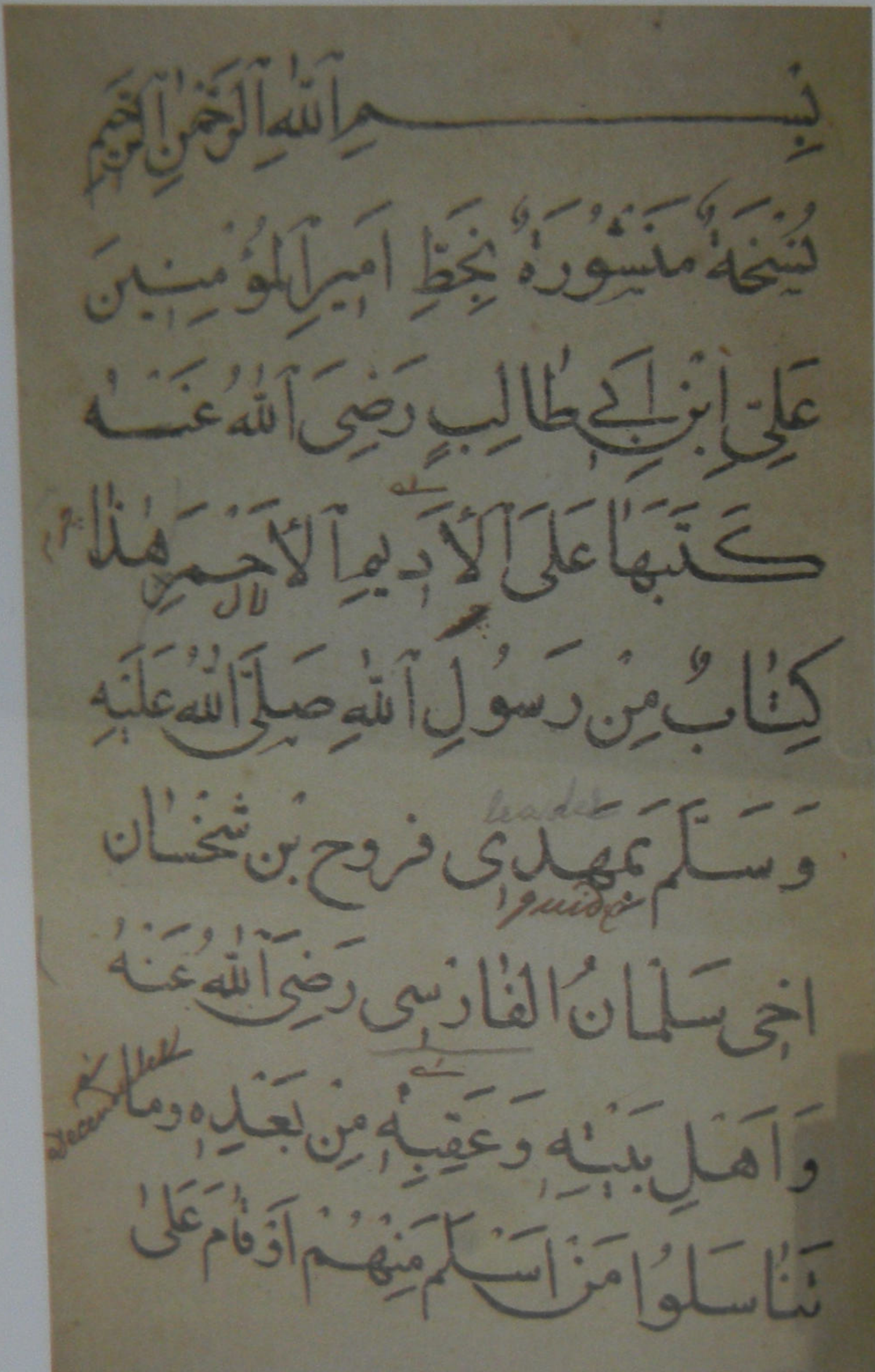
سر جمشید جی جیجی بھائی بیرنیت دام اقباله

مطبوع نموده شد

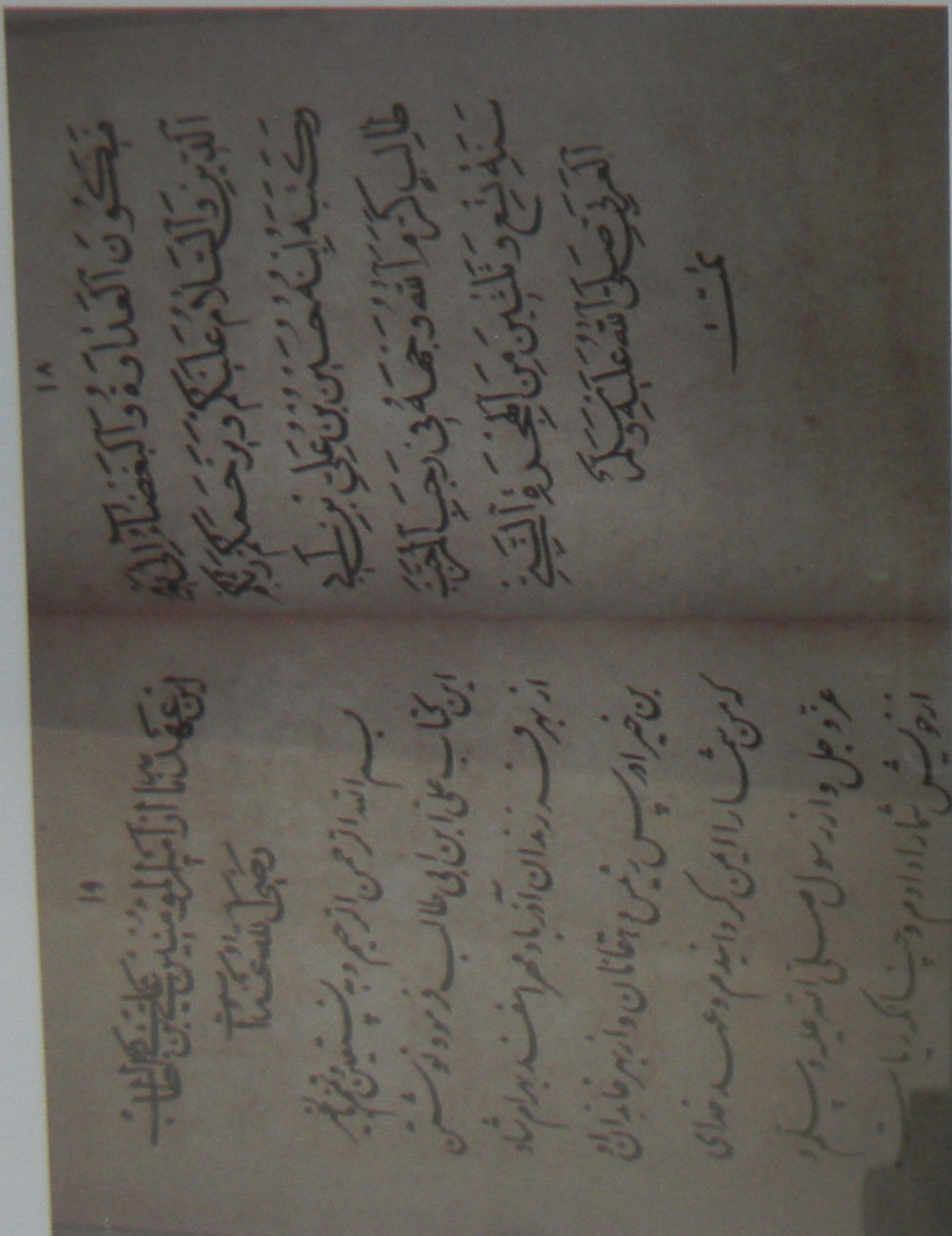
سنه ۱۲۲۱ یزدجردی

مطابق سنه ۱۸۵۱ عیسوی

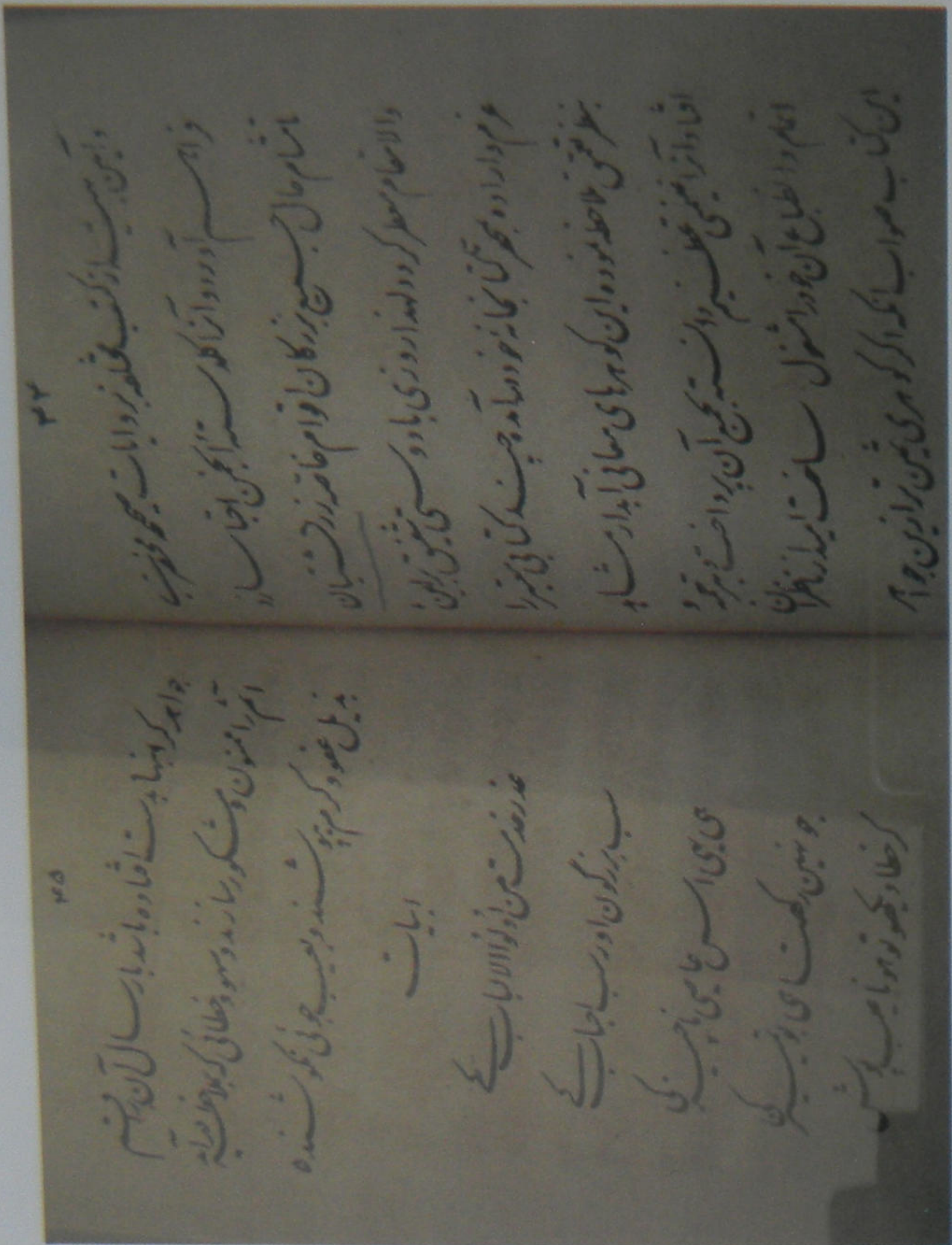
رسول اکرم ﷺ کے مہدی فروح کے نام گرامی نامہ کے عربی متن اور فارسی و گجراتی ترجمہ مطبوعہ بمبئی ۱۸۵۱ء کا فارسی سرورق


بسم الله الرحمن الرحيم
نسخة منشورة بخط امير المؤمنين
علي ابن ابي طالب رضي الله عنه
كتبها على الأديم الأحمر هذا
كتاب من رسول الله صلى الله عليه
وسلم بمهدي فروخ بن شخشان
اخي سلمان الفارسي رضي الله عنه
واهل بيته وعقبه من بعده وما
تناسلوا من اسلم منهم او قام على

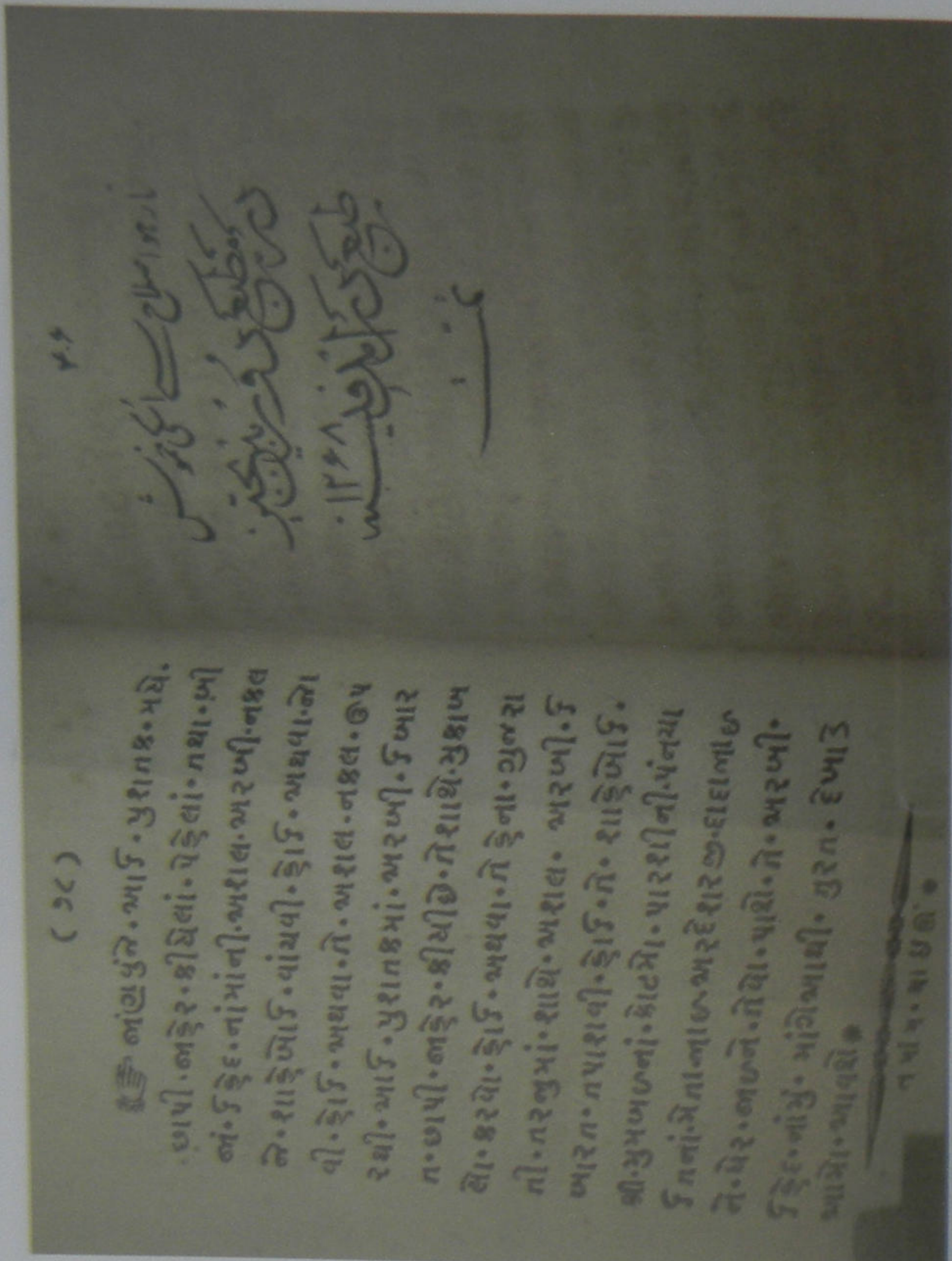
رسول اکرم ﷺ کے مہدی فروخ کے نام گرامی نامہ ۱۸۵۱ء کے مطبوعہ نسخہ کا ایک صفحہ



عہد نامہ علوی کے مطبوعہ نسخہ کا ایک صفحہ جو عہد نامہ نبوی ﷺ کے ذیل میں ۱۸۵۱ء میں شائع ہوا



عہد نامہ کے نام سے شائع ہونے والی کتاب کے چند صفحات



عہد نامہ کے نام سے شائع ہونے والی کتاب کے چند صفحات

To

Sir, JAMSETJEE JEJEEBHOY. Knt.

AS

A TOKEN OF FILIAL LOVE

AND

DEVOTION

THE ACCOMPANYING TRANSLATION

IS

DEDICATFD

BY

HIS DUTIFUL AND AFFECTIONATE SON

SORABJEE JAMSETJEE.

رسول اکرم ﷺ کے مہدی فروح کے نام گرامی نامہ کے عربی متن اور فارسی و گجراتی ترجمہ مطبوعہ بمبئی ۱۸۵۱ء کا انگریزی سرورق

તક્વીઅતે·દીને·માજદીઅસનાં·

ફ૮લેજે·

સલમાંને·ફારસી·ઇઆને·દીનીઆર·દસ
તુરનાં·ભાઇ·મેહદી·ફરૂખ·બીન·શાખસાંન
ને·મુશલમાંનનાં·પેગંમબર·હજરત·મહં
મદે·અસલ·અરબીમાં·ફીહેદ·નાંમું·લખી·
આપેલીં·તથા·હજરત·અલીએ·પારશી·
બેહેરાંમશાદ·બીન·ખેરાદરૂશને·પોતાનાં·

તથા·

પારસીનાં·આખા·ટોલાનાં·સંભાલમાં·લખી·
આપેલાં·ફીહેદ·નાંમાંનો·પેહેલે·ફારસી·જુબાં
નમાં·તરજુમો·કરાવીને·તે·ઊપરથી·

સોહેરાબજી·જંમશેદજી·જીજીભાઇ·

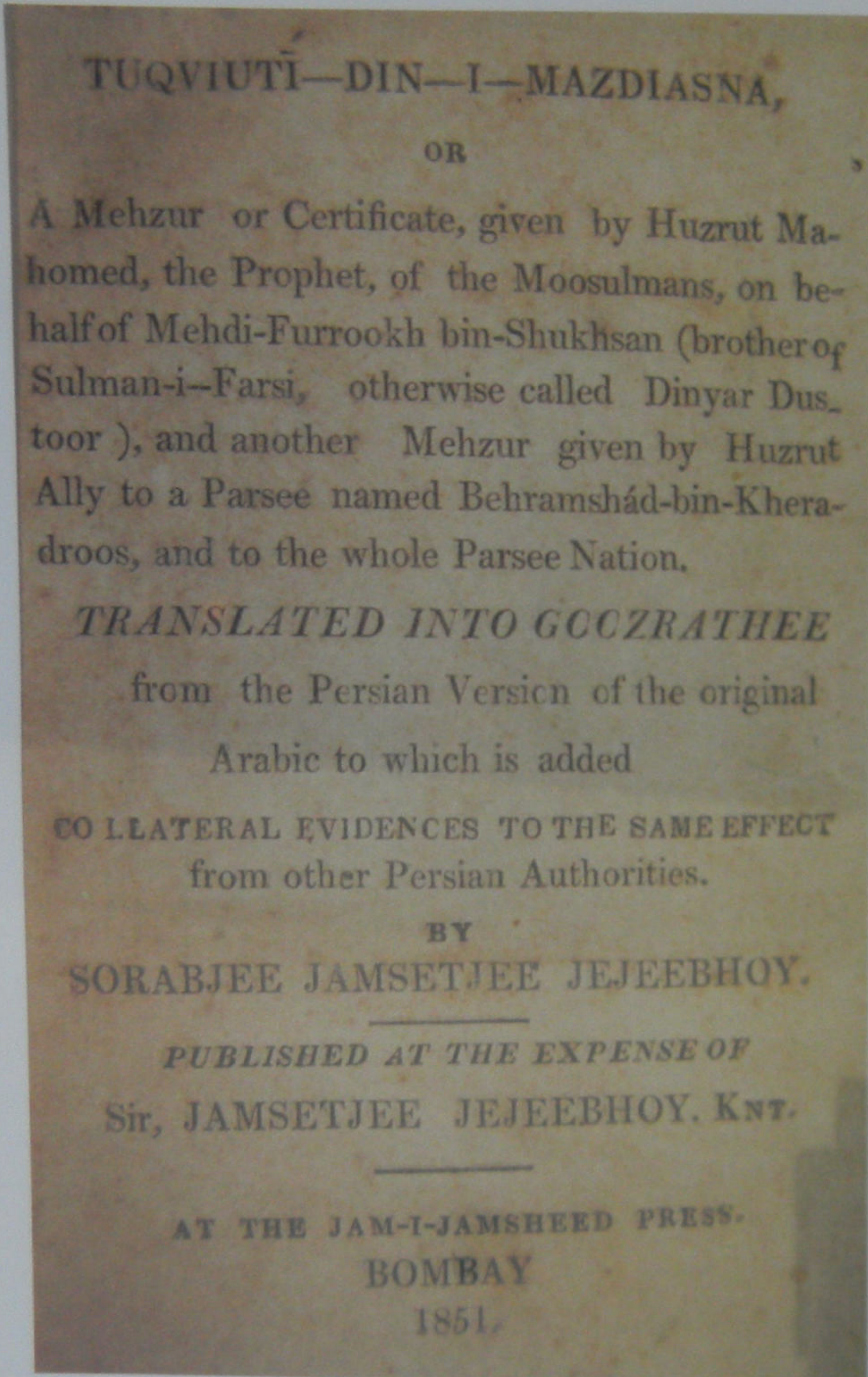
કીધેલો·ગુજરાતી·તરજુમો·તથા·દાખલાઓ*

સર·જંમશેદજી·જીજીભાઇ·નાઇટનાં·
ખરચથી·

શ્રી·મુમબઈ·મધે·જાંમે·જંમશેદનાં·છાપાખાંનાંમો·
છપાઈઊંછે*

શને·૧૨૨૧ ઇઆજદજરદી·
શને·૧૮૫૧ ઇસવી*

رسول اکرم ﷺ کے مہدی فروح کے نام گرامی نامہ کے عربی متن اور فارسی و گجراتی ترجمہ مطبوعہ بمبئی ۱۸۵۱ء کا گجراتی سرورق



TUQVIUTĪ—DIN—I—MAZDIASNA,

OR

A Mehzur or Certificate, given by Huzrut Mahomed, the Prophet, of the Moosulmans, on behalf of Mehdi-Furrookh bin-Shukhsan (brother of Sulman-i--Farsi, otherwise called Dinyar Dustoor), and another Mehzur given by Huzrut Ally to a Parsee named Behramshád-bin-Kheradroos, and to the whole Parsee Nation.

TRANSLATED INTO GOOZRATHEE

from the Persian Version of the original Arabic to which is added

COLLATERAL EVIDENCES TO THE SAME EFFECT from other Persian Authorities.

BY

SORABJEE JAMSETJEE JEJEEBHOY.

PUBLISHED AT THE EXPENSE OF

Sir, JAMSETJEE JEJEEBHOY, Knt.

AT THE JAM-I-JAMSHEED PRESS.

BOMBAY

1851.

رسول اکرم ﷺ کے مہدی فروخ کے نام گرامی نامہ کے عربی متن اور فارسی و گجراتی ترجمہ مطبوعہ بمبئی ۱۸۵۱ء کا انگریزی سرورق



مہر مبارک نبوی ﷺ، توپ قاپی میوزیم، استنبول، ترکی

T.P.M. Inv.No.۲۱/۱۶۷

منابع وماخذ

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ آیۃ اللہ العظمیٰ سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل (۱۳۴۱۔۱۴۰۷ھ = ۱۹۲۳۔۱۹۸۷ء)/ تاریخ تدوین حدیث و تذکرہ شیعہ محدثین، اردو، پاکستان حسینی مشن، راولپنڈی، ۱۹۵۷ء۔

۳۔ ابراہیم رفعت پاشا (ت: ۱۲۷۳ھ)/ مرآۃ الحرمین، عربی، ۲ جلد، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ، مصر، ۱۳۴۴ھ = ۱۹۲۵ء۔

۴۔ ابن اثیر، عز الدین ابو الحسن عبدالکریم الجزری الشیبانی (۵۵۵۔۶۳۰ھ)/ الکامل فی التاریخ، عربی، ۲ جلد، المکتبۃ العصریہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۸ھ = ۲۰۰۷ء۔

۵۔ ابن اثیر/ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ت: خیری سعید، عربی، ۷ جلد، المکتبۃ التوفیقیۃ، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۳ء

۶۔ ابن اشعث کوفی، محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی (۴ صدی ہجری)/ الجعفریات، ت: الشیخ احمد الصادقی الاردستانی، عربی، موسسۃ الثقافۃ الاسلامیۃ لکوشانپور، قم، ایران، ۱۴۱۷ھ۔

۷۔ ابن جوزی، جمال الدین ابی الفرج (۵۱۰-۵۹۷ھ)/ صفۃ الصفوۃ، ت: عبد الرحمٰن اللادقی و حیاۃ شیحا اللادقی، عربی، ۴ جلد، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ = ۲۰۰۵ء۔

۸۔ ابن حجر العسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ)/ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، عربی، اعتنیٰ بہ: حصان عبد المنان، بیت الافکار الدولیہ، عمان، اردن، سند ندارد۔

۹۔ ابن حجر/ تہذیب التہذیب، عربی، ۱۴ جلد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۰۴ھ = ۱۹۹۲ء۔

۱۰۔ ابن خلدون، عبد الرحمٰن ابن خلدون المغربی (م ۸۰۸ھ)/ تاریخ العلامۃ ابن خلدون، عربی، ۱۴ جلد، دار الکتب اللبنانی، بیروت، ۱۹۶۰ء۔

۱۱۔ ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع البصری الذھری (ت ۱۶۸ھ)/ الطبقات الکبریٰ، عربی، ۹ جلد، دار بیروت، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۵ء۔

۱۲۔ ابن شہر آشوب، حافظ محمد بن علی بن شہر آشوب المازندرانی (م ۵۸۸ھ = ۱۱۹۲ء)/ معالم العلماء، عربی، مطبعۃ الحیدریہ، نجف، عراق، ۱۳۸۰ھ = ۱۹۶۱ء۔

۱۳۔ ابن عبدالبر، ابی عمر یوسف ابن عبداللہ بن محمد بن البر (م ۴۶۳ھ)/ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، عربی، ۴ جلد، دار الجیل، بیروت، لبنان، ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۲ء۔

۱۴۔ ابن کثیر، ابی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی (۷۰۱۔ ۷۷۴ھ)/ تفسیر القرآن العظیم، عربی، ۴ جلد، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۲ء۔

۱۵۔ ابن معین، یحییٰ بن معین بن عدن المری الغطفانی البغدادی (۱۵۸۔ ۲۳۳ھ)/ تاریخ یحییٰ بن معین، عربی، ۲ جلد، دار القلم، بیروت، لبنان۔

۱۶۔ ابن منظور، محمد ابن المکرم (۶۳۰۔ ۷۱۱ھ)/ لسان العرب، عربی، ت: علی شیری، ۱۸ جلد، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ = ۱۹۹۸ء۔

۱۷۔ ابن منظور/ مختصر تاریخ الدمشق لابن عساکر، عربی، ۲۹ ج، دار الفکر، دمشق، سوریہ، ۱۴۰۴ھ = ۱۹۸۴ء۔

۱۸۔ ابن ندیم، ابو الفرج محمد بن اسحاق الوراق البغدادی (م ۳۸۵ھ)/ الفہرست، عربی، ۲ جلد، تحقیق: د۔ محمد عونی عبدالرؤف، د۔ السعید جلال، ہیئۃ العامۃ لقصور الثقافۃ، قاہرہ، مصر، ۲۰۰۶ء۔

۱۹۔ ابن ندیم/ الفہرست، اردو، مترجم: محمد اسحاق بھٹی، سراج منیر، لاہور پاکستان، ۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ ابن ہشام، ابی محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری (م ۲۱۳ھ)/ السیرۃ النبویۃ، عربی، ت: مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شبلی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء۔

۲۱۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث السجستانی (۲۰۲۔ ۲۷۳ھ)/ سنن ابی داود، عربی، ۵ جلد، موسوعۃ السنۃ الکتب الستۃ و شروحہا، طبعۃ الثانیہ، دار سحنون و دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۲ء۔

۲۲۔ ابو نعیم، احمد بن عبداللہ الاصبہانی (م ۴۳۰ھ)/ ذکر اخبار اصبہان، عربی، ۲ جلد، مطبعۃ بریل، لائیڈن، آئرلینڈ، ۱۹۳۴ء۔

۲۳۔ ابو نعیم/ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، عربی، ۱۱ جلد، دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۵ء۔

۲۴۔ ابو یوسف، یعقوب ابن ابراہیم الانصاری (۱۱۳۔ ۱۸۲ھ)/ کتاب الخراج

۲۵۔ ابی علی الحائری، شیخ محمد بن اسماعیل المازندرانی (م ۱۲۱۶ھ)/ منتہی المقال فی احوال الرجال، عربی، ۷ جلد، موسسہ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ = ۱۹۹۸ء۔

۲۶۔ اردبیلی، محمد بن علی الاردبیلی الغروی الحائری/ جامع الرواۃ، عربی، ۲ جلد، دارالاضواء، بیروت، ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء۔

۲۷۔ امینی، الشیخ عبدالحسین احمد الامینی النجفی (۱۳۲۰-۱۳۹۰ھ)/ الغدیر فی الکتاب و السنۃ و الادب، عربی، ۱۱جلد، دارالکتاب الاسلامیہ، تہران، ایران، ۱۳۶۶ھ ش = ۱۹۸۷ء۔

۲۸۔ بحر العلوم، السید محمد المہدی بحر العلوم الطباطبائی (۱۱۵۵-۱۲۱۲ھ)/ رجال السید بحر العلوم (فوائد الرجالیہ)، عربی، ۴ جلد، مکتبۃ الصادق، تہران، ایران، ۱۳۶۳ھ ش۔

۲۹۔ بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ)/ صحیح البخاری، عربی، ۸ جلد، موسوعۃ السنۃ الکتب السنۃ و شروحہا، طبعۃ ثانیۃ، دار سحنون و دار الدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۲ء۔

۳۰۔ برقی، ابو جعفر احمد بن محمد بن خالد بن عبدالرحمان بن محمد بن علی البرقی (۲۰۰-۲۸۰ھ)/ کتاب المحاسن، عربی، قدم لہ: العلامۃ الکبیر سید محمد صادق بحرالعلوم، مطبعۃ حیدریۃ، نجف الاشرف، عراق، ۱۳۸۴ھ = ۱۹۶۴ء۔

۳۱۔ البلاذری، ابوالحسن احمد بن یحیٰی بن جابر بن داود البغداد البلاذری (م ۲۷۹ھ)/ انساب الاشراف، عربی۔۱۱جلد، تحقیق: دکتور سہیل زکار و دکتور ریاض زرکلی، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۶ء۔

۳۲۔ البلاذری/ فتوح البلدان، عربی، التعلیق علیہ: رضوان محمد رضوان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۳۹۸ھ = ۱۹۷۸ء۔

۳۳۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی الترمذی الضریر (۲۰۹-۲۷۹ھ)/ سنن الترمذی، عربی، ۵ جلد، موسوعۃ السنۃ الکتب السنۃ و شروحہا، طبعۃ ثانیۃ، دار سحنون و دارالدعوۃ، استنبول، ترکی، ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۲ء۔

۳۴۔ تفرشی، السید مصطفیٰ بن الحسین الحسینی التفرشی (۱۱صدی ہجری)/ نقد الرجال، عربی، ۵ جلد، موسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ = ۱۹۹۹ء۔

۳۵۔ جیجی بھائی، سراب جی جمشید جی جیجی بھائی/ عہد نامہ (Tuqviuti-Din-I-Mazdiasna)، فارسی اور گجراتی، جام جمشید پریس، بمبئی، انڈیا، ۱۸۵۱ء۔

۳۶۔ حاکم نیشاپوری، ابی عبد اللہ الحاکم النیسابوری (م ۴۰۵ھ)/ المستدرک علی الصحیحین، عربی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۲ھ = ۲۰۰۲ء۔

۳۷۔ حلبی، علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی (۹۷۵۔۱۰۴۴ھ)/ السیرۃ الحلبیۃ، عربی، ۳ جلد، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، سنہ ندارد۔

۳۸۔ حلی، تقی الدین الحسن بن علی بن داود الحلی (۶۷۴۔۷۰۷ھ)/ کتاب الرجال، ت: السید محمد صادق آل بحر العلوم، عربی، المطبعۃ الحیدریہ، نجف، عراق، ۱۳۹۲ھ = ۱۹۷۳ء۔

۳۹۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۰۸ء۔۲۰۰۲ء)/ پیغمبر اسلام ﷺ، اردو، ترجمہ: پروفیسر خالد پرویز، بیکن بکس، لاہور، پاکستان، ۲۰۰۵ء۔

۴۰۔ حمید اللہ/ الصحیفۃ الصحیحۃ (صحیفہ ہمام بن منبہ)، عربی۔ اردو، ترتیب۔ تحقیق و ترجمہ: محمد حمید اللہ، مکتبۃ نشاۃ ثانیہ، حیدر آباد دکن، انڈیا، طبع م، ۱۳۷۵ھ = ۱۹۵۶ء۔

۴۱۔ حمید اللہ/ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ لعہد النبوی ﷺ والخلافۃ الراشدۃ، عربی، دار النفائس، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء۔

۴۲۔ حمید اللہ/ مکتوبات نبوی کے دو اصل، اردو، مضمون "مجلہ عثمانیہ" حیدر آباد دکن، انڈیا، جلد ۹، شمارہ ۳ و ۴۔

۴۳۔ حمیری، ابو العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری (۳ صدی ہجری)/ قرب الاسناد، ت: الشیخ احمد الصادقی الاردستانی، عربی، موسسۃ الثقافۃ الاسلامیۃ لکوشانپور، قم، ایران، ۱۴۱۷ھ۔

۴۴۔ خازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی الکوفی المعروف بخازن (۶۷۸۔۷۴۱ھ)/ باب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تالیف: ۷۲۵، عربی، مطبعۃ النعمانیۃ، مصر، ۱۳۲۷ھ۔

۴۵۔ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)/ تقیید العلم۔

۴۶۔ دارمی، ابی محمد عبد اللہ بن بہرام الدارمی (۱۸۱۔۲۵۵ھ)/ سنن الدارمی، عربی، ۲ جلد، دار الفکر، قاہرہ، مصر، ۱۳۹۸ھ = ۱۹۷۸ء۔

۴۷۔ دیار بکری، حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری (م ۹۶۶ھ = ۱۵۵۹ء)/ تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، عربی، ۲ جلد، دار صادر، موسسۃ شعبان، بیروت، لبنان، ۱۲۸۳ھ۔

۴۸۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (م ۷۴۸ھ)/ تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الاعلام، ت: الدکتور عمر عبد السلام تدمری، عربی، ۲۸ جلد، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ = ۱۹۸۹ء۔

۴۹۔ ذہبی/ سیر اعلام النبلاء، ت: محب الدین ابی سعید عمر بن غرامۃ العمروی، عربی، ۱۷ج و ۲ج فہارس، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء۔

۵۰۔ سمہودی، نور الدین ابو الحسن علی بن عبداللہ بن احمد الحسنی الشافعی السمہودی (۸۴۴۔۹۱۱ھ = ۱۴۴۰۔۱۵۰۶ء)/ وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ، عربی، ۴ جلد، اعتنیٰ بہ: خالد عبد الغنی محفوظ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۷ھ = ۲۰۰۶ء۔

۵۱۔ سید علی خان، صدر الدین سید علی خان المدنی الشیرازی (م ۱۱۲۰ھ = ۱۷۰۸ء)/ الدرجات الرفیعۃ فی طبقات الشیعۃ، قدم لہ: سید صادق بحر العلوم، مکتبۃ بصیرتی، قم، ایران، ۱۳۹۷ھ۔

۵۲۔ شانہ چی، کاظم مدیر شانہ چی/ علم الحدیث، فارسی، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ایران، طبع ۱۷، ۱۳۸۲ھ۔ ش۔

۵۳۔ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی (۳۰۶۔۳۸۱ھ)/ الامالی او المجالس، عربی، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء۔

۵۴۔ صدوق/ الخصال، ت: علی اکبر الغفاری، عربی، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء۔

۵۵۔ صدوق/ کمال الدین و تمام النعمۃ، عربی، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ = ۲۰۰۳ء۔

۵۶۔ صدوق/ معانی الاخبار، ت: علی اکبر الغفاری، عربی، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء۔

۵۷۔ صدوق/ من لا یحضرہ الفقیہ، عربی، الامیرہ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ = ۲۰۰۸ء۔

۵۸۔ صفار، ابو جعفر محمد بن الحسن بن فروخ الصفار (م ۲۹۰ھ)/ بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین، ت: السید محمد السید حسین المعلم، عربی، ۲ جلد، دار جواد الائمہ ع، بیروت، لبنان، ۱۴۲۸ھ = ۲۰۰۷ء۔

۵۹۔ صلاح الدین المنجد/ رسالۃ النبی ﷺ الی کسریٰ، "روزنامہ الحیاۃ" بیروت لبنان، ۲۷، ذی الحجہ، ۱۳۸۲ھ۔

۶۰۔ طبرانی، حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (۲۶۰۔۳۶۰ھ)/ المعجم الکبیر، ت: حمدی عبد المجید السلفی، عربی، ۲۵ جلد، مکتبۃ ابن تیمیۃ، قاہرہ، مصر، سنہ ندارد۔

۶۱۔ طبری، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری (۲۲۴۔۳۱۰ھ)/ تاریخ الامم والملوک (تاریخ الطبری)، عربی، ۶ جلد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ = ۲۰۰۵ء۔

۶۲۔ طریحی، فخرالدین الطریحی (م۱۰۸۵ھ)/ مجمع البحرین، عربی، تحقیق: سیداحمد حسینی، مکتب النشر الثقافۃ الاسلامیہ، ایران، ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۸ء۔

۶۳۔ طہرانی، محمد محسن آقابزرگ بن علی المحسنی المنزوی النجفی الطہرانی (۱۲۹۳۔۱۳۸۹ھ)/ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، عربی، ۲۶ جلد، دارالاضواء، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء۔

۶۴۔ طوسی، ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی (۳۸۵۔۴۶۰ھ)/ اختیار معرفۃ الرجال (رجال الکشی)، ت: محمد تقی فاضل المیبدی والسید ابوالفضل الموسویان، عربی، موسسۃ الطبع والنشر التابعۃ لوزارۃ الثقافۃ والارشاد الاسلامی، تہران، ایران، ۱۴۲۴ھ۔

۶۵۔ عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی الحمیری (۱۲۶۔۲۱۱ھ)/ المصنف، خطیہ عاطف، استنبول، ترکی۔

۶۶۔ علی نقی، سیدالعلماء، آیت اللہ سید علی نقی نقوی/ تدوین حدیث، اردو، امامیہ مشن لکھنؤ، انڈیا۔

۶۷۔ فرات کوفی، ابی القاسم فرات بن ابراہیم بن فرات الکوفی (۳ صدی ہجری)/ تفسیر فرات الکوفی، ت: محمد الکاظم، عربی، موسسۃ الطبع والنشر التابعۃ لوزارۃ الثقافۃ والارشاد الاسلامی، تہران، ایران، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء۔

۶۸۔ قاضی شوشتری، نور اللہ بن شریف الدین التستری، شہید الثالث (۹۵۶۔۱۰۱۹ھ)/ مجالس المومنین، عربی، ۲ جلد، کتابفروشی اسلامیہ، ایران، ۱۳۷۷ھ ش = ۱۹۹۹ء۔

۶۹۔ قانصو، الشیخ محمود قانصو العاملی/ کتاب علی علیہ السلام (الجامعۃ)، عربی، ذوی القربی، قم ایران، ۱۴۲۷ھ۔

۷۰۔ قلقشندی، احمد بن علی القلقشندی (م۸۲۱ھ = ۱۴۱۸ء)/ صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء، عربی، ۱۴ جلد، شرح و تعلیق: محمد حسین شمس الدین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ = ۱۹۸۷ء۔

۷۱۔ قمی، ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی (۳۔۴ صدی ہجری)/ تفسیر القمی، ت: السید طیب الموسوی الجزائری، عربی ۲ جلد، دارالسرور، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ھ = ۱۹۹۱ء۔

۷۲۔ الکاندھلوی، محمد یوسف/ حیاۃ الصحابۃ، عربی، ۳ جلد، دارالوعی، حلب، سوریہ، ۱۳۹۱ھ = ۱۹۷۱ء۔

۷۳۔ کتانی، عبدالحیٔ الکتانی/ نظام الحکومۃ النبویہ المسمی: التراتیب الاداریہ والعمالات والصناعات والمتاجر والحالۃ العلمیہ التی کانت علی عہد تاسیس المدینۃ الاسلامیۃ فی المدینۃ المنورۃ العلیۃ، عربی، ۲ جلد، ارباط، مغرب، ۱۳۴۶ھ۔

۷۴۔ کلینی، محمد بن یعقوب الکلینی (م ۳۲۹ھ)/ الکافی، عربی، ۸ جلد، موسوعۃ الکتب الاربعۃ، دار الامیرۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ = ۲۰۰۸ء۔

۷۵۔ گیلانی، سید مناظر احسن گیلانی (م ۱۹۵۶ء)/ تدوین حدیث، اردو، مکتبۂ اسحاقیہ، کراچی، پاکستان، ۱۴۰۷ھ۔

۷۶۔ مامقانی، الشیخ عبداللہ المامقانی (م ۱۳۵۱ھ)/ تنقیح المقال فی علم الرجال، عربی، ۳ جلد، مطبعۃ المرتضویۃ، نجف، عراق، ۱۳۴۹ھ۔

۷۷۔ مبارکپوری، حافظ ابن علی محمد بن عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم المبارکفوری (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)/ تحفۃ الاحوذی (شرح جامع الترمذی)، ت: عبد الرحمٰن محمد عثمان، عربی، ۱۰ جلد، دار الفکر، سنہ ندارد۔

۷۸۔ محسن الامین، سید محسن بن عبدالکریم الامین الحسینی العاملی (۱۲۸۴۔۱۳۷۱ھ)/ اعیان الشیعۃ، عربی، ۱۱ جلد، تحقیق: حسن الامین، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۶ء۔

۷۹۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی/ تاریخ اہل حدیث

۸۰۔ معلوف، لویس بن نقولا ضاھر المعلوف الیسوعی (۱۲۸۴۔۱۳۶۵ھ = ۱۸۶۷۔۱۹۴۶ء)/ المنجد فی اللغۃ، عربی، دار المشرق، بیروت، لبنان، طبع ۳۳، ۱۹۹۲ء۔

۸۱۔ مفید، ابی عبد اللہ محمد بن محمد بن النعمان العکبری البغدادی، شیخ مفید (م ۴۱۳ھ)/ الاختصاص، ت: علی اکبر الغفاری والسید محمود الزرندی، جامعۃ المدرسین، قم، ایران، سنہ ندارد۔

۸۲۔ نجاشی، ابوالعباس احمد بن علی بن احمد بن العباس النجاشی الاسدی الکوفی (۳۷۲ھ۔ ۴۵۰ھ)/ رجال النجاشی، عربی، تحقیق: آیت اللہ سید موسیٰ شبیری زنجانی، موسسہ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین بقم المشرفۃ، قم، ایران، طبع ۵، ۱۴۱۶ھ۔

۸۳۔ نووی، محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن اشرف الشافعی (۶۳۱۔۶۷۶ھ)/ اربعین، عربی۔اردو، شرح وترجمہ: شیخ محمد اقبال، علمی کتاب خانہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۶۲ء۔

۸۴۔ ہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی (م ۹۷۵ھ)/ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، اعتنی بہ: اسحاق الطیبی، عربی، ۲ جلد، بیت الافکار الدولیۃ، ریاض، مملکۃ العربیۃ السعودیۃ، سنہ ندارد۔

۸۵۔ ہیثمی، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (م ۸۰۷ھ)/ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، عربی، ۱۰ جلد، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ = ۱۹۸۲ء۔

۸۶۔ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی (م ۲۸۴ھ)/ تاریخ الیعقوبی، عربی، ۲ جلد، دار صادر، بیروت، لبنان۔

87. Dunlop, Douglas Morton (1909-1987ad) / An English article in JRAS, January, 1940, London

88. Hilmi Aydin / Pavilion of the Sacred Relics the Secred Trusts, Topkapi Palace Museum. Istanbul, Published by the Light Inc, USA. 2004. (English)

89. Mithoo Coorlawala / AHD-NAMAHA (Covenants of faith), The K.R. Cama Oriental Institute, Mumbai, India, 2003. (English)

90. Morgoliouth, D.S. / Mohammad and the raise of Islam

91. Muhammad Hamidullah, Dr. / Documents sur la diplomatic musulmane à l'epoque du prophete et des khalifes orthodoxes, 2 Vols, Paris, France, 1935. (French)

92. Mussee Nicolas Ibrahim Sursock / Art Islamique dan les Collections privees Libanaises, Beyrouth, Lebanon. (English.French.Arabic)

93. Salah Al-Mounajjid, Dr. / Un important document historique..., LE JOUR, Beyrouth, Lebanon, Jeudi 23 Mai 963. (French)